مدیر اعلیٰ
حافظ عبدالرحمن مدنی

ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

محدث

اگست ۲۰۰۳ء

271

۲ غزوۂ ہند کا تعین اور اس کی فضیلت
۴۰ شیخ جیلانیؒ کا عقیدہ و مسلک اور عقیدتمندوں کی غلو کاریاں
۶۵ عصر حاضر، فروعی تنازعات اور علماء

مجلس التحقیق الاسلامی

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL

ملت اسلامیہ کا علمی و اصلاحی مجلّہ

ماہنامہ **مُحدِّث** لاہور

حافظ عبدالرحمٰن مدنی
مدیر اعلیٰ

حافظ حسن مدنی
مدیر

جلد ۳۵ / شمارہ ۸
جمادی الآخرۃ ۱٤۲٤
اگست ۲۰۰۳ء

زر سالانہ	۲۰۰/ روپے
فی شمارہ	۲۰/ روپے

بیرون ممالک

زر سالانہ	۲۰/ ڈالر
فی شمارہ	۲/ ڈالر

Monthly MUHADDIS A/c No: 9814
UBL - Model Town Crossing, Lahore

دفتر کا پتہ
۹۹ جے، ماڈل ٹاؤن
لاہور 54700

Ph: 5866476, 5866396, 583940
Email: hhasan@wol.net.pk

فہرست مضامین

فکر و نظر

عراق میں پاکستانی فوج بھیجنے کا مسئلہ ۲

عصر حاضر، فروعی تنازعات اور علماء — حافظ آصف احسان ۱۳

ادیان و مذاہب

اسلام اور عیسائیت میں حقوق اللہ اور حقوق العباد — مولانا محمد علی قصوریؒ ۲۵

فقہ الحدیث

غزوۂ ہند کا تعین اور اس کی فضیلت — ڈاکٹر عصمت اللہ ۳۳

دار الافتاء

'الصلوۃ خیر من النوم' فجر کی کس اذان میں؟ — حافظ ثناء اللہ مدنی ۵٦

تذکرہ و تجزیہ

شیخ جیلانیؒ کے عقائد اور عقید تمندوں کی غلو کاریاں — حافظ مبشر حسین لاہوری ٦٦

شعر و ادب

نعتیہ شہر آشوب II — علیم ناصری ۱۰۷

محدث کتاب و سنت کی روشنی میں آزادانہ بحث و تحقیق کا حامی ہے ادارہ کا مضمون نگار حضرات سے کلی اتفاق ضروری نہیں!

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL

Publisher: Hafiz Abdul Rahman Mada
Printer: Shirkat Printing Press, Lahore

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فکر و نظر

عراق میں پاکستانی فوج بھیجنے کا مسئلہ

چار ممالک کے بیس روزہ دورے سے وطن واپسی پر صدر پرویز مشرف نے اپنی پریس کانفرنس میں تقریباً تمام اہم موضوعات پر اظہارِ خیال کیا۔ عراق میں پاکستانی فوج بھیجنے کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ

''میں نے پاکستانی فوج عراق بھیجنے کا کسی سے کوئی وعدہ نہیں کیا۔ ہمیں دو بریگیڈ فوج بھیجنے کے لئے کہا گیا ہے لیکن اس معاملے کے بہت سے حساس پہلو ہیں۔ ہمیں ان سارے پہلوؤں کا جائزہ لینا ہوگا۔ ہمیں مسلم ممالک کو بھی اعتماد میں لینا ہوگا۔ ہم سے ایک بریگیڈ کی درخواست امریکہ اور ایک کی برطانیہ نے کی ہے۔ تاہم تمام پہلوؤں پر غور کیا جارہا ہے۔ جب تک ہمارے تحفظات دور نہیں ہوجاتے، کوئی پاکستانی فوجی عراق نہیں جائے گا۔''

صدر سے پوچھا گیا: ''کیا حتمی فیصلے سے قبل اس معاملے کو پارلیمنٹ کے سامنے پیش کیا جائے گا؟'' صدر نے تھوڑے تذبذب کے بعد کہا: ''جی ہاں! اس سلسلے میں ہر سطح پر بحث ہونی چاہئے۔ کابینہ کی سطح پر بھی اور پارلیمنٹ میں بھی؛ اس معاملے کو پارلیمنٹ کے اندر زیر بحث لانے میں کوئی حرج نہیں لیکن پہلے پارلیمنٹ سنجیدگی سے کوئی کام تو شروع کرے۔''

عراق میں پاکستانی فوج بھیجنے کے حوالے سے صدر کے اِن ارشادات میں روشنی کی کرن موجود ہے لیکن گذشتہ ہفتوں کے دوران وہ جو کچھ کہتے رہے ہیں، اس سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ عراق میں دستے بھیجنے کا اُصولی فیصلہ ہوچکا ہے اور معاملہ صرف اس کی جزئیات طے کرنے، ان دستوں کو معاوضے کی ادائیگی، ان کی تعیناتی اور ان کے سروں پر لہرانے والے جھنڈے کا ہے۔ کیمپ ڈیوڈ میں صدر بش سے ملاقات کے بعد اے بی سی ٹیلیویژن کو انٹرویو

www.KitaboSunnat.com

دیتے ہوئے انہوں نے کہا تھا:

”پاکستان اُصولی طور پر عراق میں اپنی فوج بھیجنے کے لئے تیار ہے۔ ہم آٹھ ہزار فوجی عراق بھیج سکتے ہیں۔ لیکن اس ضمن میں بعض تفصیلات طے ہونا باقی ہیں۔“

پیرس میں نیوز کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے اپنا یہی موقف دہرایا تھا:

”ہم اُصولی فیصلہ کرچکے ہیں لیکن بہتر ہوگا کہ ہماری فوج اقوام متحدہ، اسلامی کانفرنس یا خلیج تعاون کونسل کے پرچم تلے کام کرے۔“

اسی دوران اے ایف پی نے یہ خبر دی کہ پاکستانی دستوں کے ضمن میں شرائط اور جزئیات طے کی جارہی ہیں اور اس بارے میں پاکستان حتمی فیصلہ کرچکا ہے۔ ۶/جولائی کو شائع ہونے والی ایک رپورٹ کے مطابق واشنگٹن کے سرکاری حلقوں میں یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ اس ماہ کے اَواخر تک آٹھ سے دس ہزار فوجیوں پر مشتمل دو بریگیڈ عراق پہنچ جائیں گے۔

صدر کی پریس کانفرنس میں اس یقین دہانی کے باوجود کہ ”جب تک ہمارے تحفظات دور نہیں ہوجاتے کوئی پاکستانی فوجی عراق نہیں جائے گا۔“ بات پوری طرح واضح نہیں ہوسکی۔ ایک تو یہی عقدہ نہیں کھل رہا کہ ہمارے تحفظات کیا ہیں؟ کیا معاملہ تنخواہ وغیرہ کا ہے؟ کیا صرف یہ اُلجھن ہے کہ ہمیں براہِ راست امریکی یا برطانوی کمان میں نہ رکھا جائے بلکہ ہمارے سروں پر کسی اور تنظیم کی چھتری تان دی جائے؟ کیا ہمیں اپنے ضمیر کی خلش مٹانے کے لئے کسی اور پرفریب جواز کی حاجت ہے؟ وہ تحفظات کون سے ہیں جن کے دور ہونے کے بعد ہماری فوج تلواریں سونتے عراق پہنچ جائے گی۔ شکوک وشبہات کا مکمل ازالہ اس لئے بھی نہیں ہو پایا کہ خود جنابِ صدر کی گفتگو میں کئی پیچ تھے۔ مثلاً انہوں نے اسی پریس کانفرنس میں ایک بار پھر کہا کہ ”ہم یقیناً عراق جانا چاہتے ہیں لیکن بغیر کسی کور کے نہیں۔ ہم عراقی بھائیوں کی مدد اور عراق کی تعمیر نو کے لئے جانا چاہتے ہیں۔“ اس سے یوں لگتا ہے جیسے صدر کا ذہن پوری طرح یکسو نہیں یا پھر وہ امریکی دباؤ اور قوم کے ردِعمل کا موازانہ کررہے ہیں اور کوئی دوٹوک موقف اختیار کرنے سے گریزاں ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

امریکہ اور برطانیہ اب تک ۷۰ ممالک سے فوج بھیجنے کی درخواست کر چکے ہیں۔ ابھی تک انہیں خاطر خواہ کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ ترکی سے کہا گیا ہے کہ وہ علامتی طور پر اپنے پندرہ سو سپاہی کسی محفوظ مقام پر تعیناتی کے لئے بھیج دے۔ ترکی ابھی تک فیصلہ نہیں کر پایا۔ اسی ترکی نے امریکی سپاہیوں کو عراق پر حملے کے لئے اپنی سرزمین دینے سے انکار کردیا تھا اور ۲۵/ ارب ڈالر کی رشوت پائے حقارت سے ٹھکرا دی تھی۔ اپنی اخلاق باختہ جنگ کو جائز بنانے کے لئے امریکہ کو پاکستان جیسے اسلامی ملک کی ضرورت ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے وہ عراق کے پاس پڑوس کے ان مسلم ممالک کو بھی آمادہ کرسکتا ہے جن کی سرزمین پہلے ہی اس کی لشکر گاہوں سے آباد ہے۔ لیکن یہ ہمارے لئے سراسر خسارے کا سودا ہوگا۔ امریکیوں کے زیر تربیت سات پولیس کیڈٹس کے قتل کے بعد بی بی سی نے کہا ہے کہ ''اب صرف جارح افواج ہی نہیں، ان سے تعاون کرنے والا ہر فرد نشانہ بنے گا، چاہے وہ عراقی ہی کیوں نہ ہو۔''

امریکہ شدید مشکلات سے دوچار ہو چکا ہے، اندرونِ خانہ صدر بش اور ان کے حواریوں پر شدید دباؤ پڑ رہا ہے کہ انہوں نے غلط بیانی سے کام لیا۔ عراق پر حملہ کشی کے لئے جعلی دستاویزات کا سہارا لیا۔ ایسے تخیلاتی ہتھیاروں کا واویلا کیا جو صرف پینٹاگان کے نہاں خانہ تصور میں ذخیرہ کئے گئے تھے۔ دوسری طرف عراق کی سرزمین غیر ملکی قابض افواج کے لئے تنگ ہوتی جارہی ہے۔ اگلے روز فلوجہ میں بڑے بوڑھے عراقی جمع ہوئے، ان میں سے شاید ہی کوئی ایسا ہو جس کی آنکھوں میں نورانی چراغ کی طرح روشن رہنے والا کوئی نہ کوئی نوجوان بیٹا امریکی گولیوں کا نشانہ نہ بنا ہو۔ ان بزرگوں نے اپنے بچے کھچے جوانوں اور نوعمر لڑکوں کو جمع کرکے کہا: ''بچو! امن کے لئے عراقی پولیس سے تعاون کرو لیکن اپنی سرزمین پر قبضہ کرلینے والی غاصب غیر ملکی فوجوں کی بھرپور مزاحمت کرو۔ یہ تم پر فرض بھی ہے اور قرض بھی۔''

ڈونلڈ رمز فیلڈ کا کہنا ہے کہ ''عراق میں ہم پر ہر روز درجن کے لگ بھگ حملے ہو رہے ہیں، تابوتوں کی قطار ٹوٹنے نہیں پارہی، مارچ کے مہینے سے عراق میں تعینات امریکہ کے تھرڈ انفینٹری ڈویژن کے سورما تھک چکے ہیں۔ یہ ڈویژن عراق میں اپنے ۳۷/ افسروں اور جوانوں

www.KitaboSunnat.com

سے محروم ہو چکا ہے۔ اس قدر جانی نقصان کسی دوسرے امریکی ڈویژن کا نہیں ہوا۔ دلبرداشتہ اور پست حوصلہ ڈویژن کو نوید دی گئی تھی کہ بہت جلد اس کے دو بریگیڈز کے تقریباً ۹ ہزار لشکریوں کو واپس بلا لیا جائے گا۔ امریکہ چاہتا ہے کہ وہ ڈیڑھ لاکھ فوج کو مرحلہ وار عراق سے نکال لے اور یہ خلا کرائے کے ان سپاہیوں سے پُر کیا جائے جن کے ممالک کی قیادتیں انہیں اس آگ کا ایندھن بنانے پر آمادہ ہو جائیں گی۔ اس ضمن میں بھارت پر بڑا تکیہ کیا جا رہا تھا لیکن ان کی طرف سے واضح 'نہ' کے بعد تھرڈ انفینٹری ڈویژن کے پابہ رکاب فوجیوں سے کہا گیا ہے کہ فی الحال وہ وطن واپسی کا خیال دل سے نکال دیں۔

بھارت کا اُصولی فیصلہ

بھارت کو قائل کرنے کے لئے خاصی کوششیں کی گئیں، جون کے اوائل میں جب بھارت کے ڈپٹی وزیراعظم ایل کے ایڈوانی امریکی دورے پر گئے تو انہیں سربراہِ حکومت کا پروٹوکول دیا گیا۔ ایڈوانی بھارت کے متوقع وزیراعظم کے طور پر دیکھے جا رہے ہیں۔ جارج بش سے ان کی خصوصی ملاقات ہوئی۔ ۱۱ر جون کو انہوں نے ایک ٹیلی ویژن انٹرویو میں ان اپوزیشن جماعتوں کو تنقید کا نشانہ بنایا جو عراق میں فوجی دستے بھیجنے کی مخالفت کر رہی تھیں۔ انہوں نے کہا: ''ان جماعتوں کو اصل حقائق کا علم نہیں اور وہ بے خبری کے باعث ایسا کر رہی ہیں۔'' امریکہ نے ایڈوانی کو اپنے موقف کا قائل کر لیا۔ جارج بش کا خیال تھا کہ اپنی طاقتور سیاسی حیثیت کے باعث ایڈوانی اپنی بات منوانے میں کامیاب ہو جائیں۔ دوسری طرف بھارت سے رخصت ہونے والے امریکی سفیر بلیک وِل کی خدمات کا سہارا لیا گیا۔ بلیک ول نے سفارتی آداب اور تقاضوں سے ہٹ کر بھارتی موقف کی ترجمانی کی اور بالخصوص پاکستان کے بارے میں انتہائی زہرناک بیانات جاری کئے۔ بلیک ول کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے بھارتی سیاستدانوں بالخصوص کابینہ کے ارکان کے ساتھ انتہائی قریبی دوستانہ تعلقات قائم کر لئے ہیں اور وہ حکومتی فیصلوں پر اثر انداز ہونے کی قدرت رکھتے ہیں۔ بلیک

www.KitaboSunnat.com

ول کا مشن یہ تھا کہ وہ بھارتی لیڈر شپ کو عراق میں فوج بھیجنے پر آمادہ کریں۔ اس کے عوض انہیں امریکہ میں کسی اچھے منصب پر فائز ہونے کی توقع تھی۔

ایڈوانی نے اچھے وکیل کا کردار ادا کیا۔ بلیک ول نے اپنی سفارتی صلاحیتیں بھرپور انداز میں استعمال کیں، لیکن مسئلہ یہ بن گیا کہ بھارت میں جمہوریت تھی اور جمہوریت کتنی ہی خودسر یا بلند پرواز کیوں نہ ہو، بظاہر زمین سے ناطہ نہیں توڑ سکتی، عوام کی سوچ اور جذبات اس کے لئے بظاہر زنجیر پا بن جاتے ہیں۔ بھارتی سیکرٹری خارجہ امریکی دورے پر گئے تو انہیں بھی رام کرنے کی بھرپور کوششیں کی گئی لیکن انہوں نے روکھے انداز میں جواب دے دیا کہ یہ ایک نازک اور حساس معاملہ ہے جس کے بارے میں حتمی فیصلہ سیاسی قیادت کرے گی۔ امریکہ نے اس دوران بھارت کو کئی سبز باغ دکھائے اور عراق میں پُرکشش ٹھیکوں کا لالچ دیا۔

بھارت میں جمہوری مشق جاری رہی، کئی ممالک سے رابطے ہوئے۔ شام اور ایران نے ٹروپس بھیجنے کی مخالفت کی۔ سعودی عرب اور ترکی نے بھی پُرجوش حمایت سے گریز کیا۔ اُردن اور کویت نے کہا کہ ہمیں کوئی اعتراض نہیں، اِدھر بھارتی عوام نے کھل کر امریکہ کی اندھی حمایت کی مخالفت کی۔ واجپائی کے سامنے اگلے سال ہونے والے انتخابات کا منظر بھی تھا۔ بالآخر کابینہ کی کمیٹی برائے سیکورٹی نے وزیراعظم کی سربراہی میں ہونے والے طویل اجلاس میں فیصلہ کیا کہ ''بھارت امریکہ کی کمانڈ تلے اپنے دستے عراق نہیں بھیجے گا۔''

ایک سینئر بھارتی عہدیدار نے ٹائمز آف انڈیا کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا: ''ہم نے ایک اُصولی فیصلہ کیا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ امریکی درخواست اقوام متحدہ کے فریم میں فٹ نہیں آتی ہم نے اس مسئلے کو کسی بزنس ڈیل کے حوالے سے نہیں 'اُصول کی آنکھ' سے دیکھا۔''

بھارتی سینئر اہلکار کے الفاظ تھے:

"India is not a player in international politics to get some contracts."

''بین الاقوامی سیاست میں بھارت کا کردار محض چند ٹھیکے حاصل کرنا نہیں۔''

www.KitaboSunnat.com

چین کے ساتھ کشیدگی میں کمی کرکے اور عراق میں فوج نہ بھیجنے کا جرات مندانہ قدم اٹھا کر بھارت نے بھی ایک 'اصولی فیصلہ' کیا ہے۔ اس اُصولی فیصلے نے اس کے جمہوری قد کاٹھ کو کئی گنا بلند کردیا ہے اور عالمی سیاست میں اس کے کردار کو وقار بخشا ہے۔ لیکن کیا اس فیصلے نے واقعی ہمارے لئے کوئی مشکل پیدا کردی ہے؟

بھارت کا کہنا ہے کہ عراق میں فوج نہ بھیجنے کا فیصلہ اس لئے اُصولی ہے کہ

''دنیا کی سب سے بڑی جمہوریہ ہونے کے ناطے وہ کسی سامراجی قوت کے عزائم کا معاون نہیں بن سکتا کیونکہ عراق میں امریکی کارروائی کو اقوامِ متحدہ کی چھتری میسر نہیں آسکی اور نہ ہی ابھی تک اس عالمی ادارے نے باضابطہ طور پر عالمی برادری سے اپنی افواج بھیجنے اور اپنے پرچم تلے کردار ادا کرنے کی اپیل ہے۔''

یہ اس ملک کا ردعمل ہے جس کا بصرہ، بغداد یا نجف و کربلا سے کوئی رشتہ نہیں۔ جس کے عوام کا سرزمین دجلہ و فرات سے کوئی روحانی تعلق نہیں۔ جو اہل عراق سے کوئی مذہبی اور جذباتی ناطہ نہیں رکھتا۔ اگر وہ مالِ غنیمت سے حصہ پانے اور ٹھیکے لینے کے لئے کرائے کے سپاہی وہاں بھیج دے تو اس کے دامن پر کوئی دھبہ نہیں لگتا۔

بھارت اگر عراق میں فوج بھیجنے کا فیصلہ کر بھی لیتا تو اسے وہ مشکلات درپیش نہیں تھیں جن کا ہمیں سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ اوّل تو بھارت کا بصرہ وکوفہ، نجف و کربلا سے کوئی روحانی، نظریاتی یا تاریخی رشتہ وتعلق نہ تھا۔ پھر وہ ماضی میں ۳۶ ممالک میں کم وبیش ۶۰ ہزار فوجی ٹروپس بھجوا چکا ہے۔ امریکہ کی خوشنودی اور عراق کی تعمیر نو میں اپنے نمایاں کردار کے لئے وہ اب بھی ایسا کرسکتا تھا لیکن معاملہ اس اُصول کی وجہ سے بگڑ گیا کہ عراق میں مجوزہ امن مشن کو اقوامِ متحدہ کی سرپرستی حاصل نہیں۔ جارج بش کی طرف سے کی جانے والی ذاتی درخواست کو مسترد کردینے اور پینٹاگان کی طرف سے بھیجنے جانے والے اعلیٰ سطحی وفد کو ٹکا سا جواب دینے کے لئے بھارت کو جواز تراشنے یا تاویلات کے طوطے مینا اُڑانے کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔

پاکستانی تعاون کی بنیاد کیا ہے؟

ہمیں کیا مشکل درپیش ہے؟ بھارت نے تو اس مسلمہ اُصول کی بنیاد پر ایک واضح فیصلہ کرلیا کہ اس کی افواج کسی طور امریکی کمانڈ کے تحت کام نہیں کریں گی اور وہ صرف ایسی امن فوج کا حصہ بنیں گی جس کی کمان اقوامِ متحدہ کے ہاتھ میں ہوگی۔ ہم نے کس فارمولے، کلئے یا اُصول کی بنیاد پر یہ فیصلہ کرلیا کہ ہمیں امریکہ اور برطانیہ کی درخواست پر دو بریگیڈ فوج بھیجنے میں کوئی تامل نہیں؟ اگر یہ اُصول امریکہ کی ہر خواہش کا احترام اور اس کے ہر فرمان کی بے چوں و چرا اطاعت ہے تو پھر یقیناً ہمارا فیصلہ درست ہے۔ اگر اس 'اُصولی فیصلے' کی اساس 'سب سے پہلے پاکستان' کا نعرہ اور اس کا یہ مفہوم ہے کہ کسی فائدے کے لئے ہم اخلاق، نظریے، تاریخ اور اقدار کی ساری زنجیریں توڑ سکتے ہیں تو بھی درست ہے۔ اگر ہمیں سنایا جانے والا یہ حکم تین بلین ڈالر کی تخیلاتی گرانٹ سے وابستہ کسی پردہ پوش شرط سے منسلک ہے تو بھی معاملہ قابل فہم ہے۔ پاکستان کے چودہ کروڑ انسانوں کو معلوم تو ہونا چاہئے کہ اس 'اُصولی فیصلے' کی بنیاد کیا ہے؟ عین ممکن ہے کہ وہ نہ صرف عراق میں فوجی دستے بھیجنے بلکہ خود بھی سروں پر کفن باندھ کر امریکی اور برطانوی لشکروں میں شامل ہوجائیں اور اہل کوفہ و بغداد کے لہو کو اپنی اُخروی نجات کا سامان بنالیں لیکن انہیں کچھ پتہ تو چلے!!

کیا ہمیں نظر نہیں آرہا کہ عراق میں الاؤ بھڑک اٹھا ہے اور اس کے شعلے تندوتیز ہوتے جارہے ہیں۔ دو روز قبل صوبہ حدیثیہ کے گورنر کو بیٹے سمیت قتل کردیا گیا۔ مبصرین کا کہنا ہے کہ گورنر علی محمد نائل جعفری کی امریکہ نواز پالیسیاں عوام کو پسند نہ تھیں۔ اسی روز ایک امریکی ۱۳۰/سی جہاز پر میزائل داغا گیا۔ اسی روز دو مختلف حملوں میں دو امریکی ہلاک اور متعدد زخمی ہوگئے۔ گزشتہ روز کی دو اخباری رپورٹوں سے معلوم ہوا کہ اغوا اور آبروریزی کی بڑھتی ہوئی وارداتوں کے ڈر سے نوجوان بچیوں نے سکول اور کالج جانا چھوڑ دیا ہے۔ ایک رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ امریکیوں نے بغداد کی معروف شاہراہوں کے نئے امریکی نام رکھ لئے ہیں۔ یہ

بھی قیاس کیا جارہا ہے کہ قابض افواج کے جانی نقصانات کو چھپایا جارہا ہے۔خبر رساں ایجنسیوں کا کہنا ہے کہ رپورٹ شدہ ہلاکتوں کی تعداد ۱۴۷ تک پہنچ گئی ہے اور یہ اس مجموعی جانی نقصان کے برابر ہے جو امریکیوں کو ۱۹۹۱ء کی جنگ خلیج میں اٹھانا پڑا تھا۔

چھلنیوں سے چھن چھن کر آنے والی اطلاعات بھی اس امر کی تصدیق کررہی ہیں کہ امریکہ شدید مشکلات سے دوچار ہوچکا ہے اور بھنور کی لہریں بپھرتی جارہی ہیں۔عراقی عوام مسلک، فرقے اور نسل کی تمیز وتفریق کو ایک طرف رکھتے ہوئے اپنی عزت و بقا کا معرکہ لڑ رہے ہیں۔

۲۵ رکنی کونسل بھی 'بون کانفرنس' میں تشکیل پانے والی افغان حکومت کا عراقی ایڈیشن ہے۔ نہ یہ عراقی عوام کی نمائندہ ہے اور نہ ہی اسے ان کی تائیدوحمایت حاصل ہے۔ یہ ایک 'بندوبست' ہے جس کا مقصد اقوامِ متحدہ کے لئے جواز پیدا کرنا ہے تاکہ وہ امریکہ کی حسب منشا کوئی ایسی قرارداد منظور کرلے جس کے بعد بھارت سمیت کئی ممالک کا اعتراض دور ہوجائے اور وہ اپنی فوجیں عراق بھیجنے پر آمادہ ہوجائیں۔کوفی عنان کا دورۂ امریکہ بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے۔ چند دنوں میں نام نہاد عراقی کونسل کا ایک وفد اقوامِ متحدہ پہنچ جائے گا اور پھر ناٹک کا نیا سین شروع ہوجائے گا۔

لمحۂ فکریہ! پاکستان کو اس معاملے میں کوئی حتمی قدم اُٹھانے سے پہلے یہ ضرور سوچ لینا چاہئے کہ اس کے فوری اور دوررَس اثرات کیا ہوں گے؟ ممکن ہے ہمیں تھوڑے سے ڈالر اور شاباشی کے طور پر کچھ تحسینی بیانات مل جائیں لیکن نقصان اتنا زیادہ ہوگا کہ شاید اس کا تخمینہ لگانا بھی مشکل ہو۔اہل پاکستان کے دلوں کی بستیاں پہلے ہی کھنڈر ہوچکی ہیں۔اب اگر عراق میں بھی ہم نے کوئی فدویانہ کردار قبول کرلیا تو فکرواحساس پر نہایت کاری ضرب لگے گی۔ممکن کہ دفتر خارجہ کے نابغے اور امریکی اہلکار کوئی سنہری جال بن رہے ہوں۔

ہم اس آگ میں کیوں کودنا چاہتے ہیں؟ اپنے آپ اور اپنی قوم کو فریب دینے کے لئے کیوں بہانے تلاش کررہے ہیں؟ کیوں دوسروں سے کہتے ہیں کہ اس گناہ کے لئے ہمیں

www.KitaboSunnat.com

کوئی چھتری فراہم کرو؟ صدر مشرف کو یقین و ایمان کی پوری قوت کے ساتھ صاف اور دو ٹوک الفاظ میں یہ کہہ دینا چاہئے کہ میری قوم یہ نہیں مانتی۔ ہم کسی بھی جواز، کسی بھی بہانے اور کسی بھی خوبصورت حیلے کی آڑ میں اپنی فوج نہیں بھیجیں گے۔ ہم ایسی تعمیر نو میں حصہ لینے کے لئے تیار نہیں، جس سے خود ہمارے ایمان کی بستیاں کھنڈر ہو جائیں۔ صاف صاف بتا دیجئے کہ اب ہماری قباؤں پر کسی اور داغ کے لئے کوئی جگہ نہیں رہی۔

یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ پاکستانی فوج صرف سکولوں، ہسپتالوں اور فلاحی و رفاہی خدمات کے اداروں میں فرائض سرانجام دے گی لیکن یہ محض ایک فریب ہوگا۔ اصل بات صرف یہ ہے کہ کیا پاکستان کو امریکی اہداف و مقاصد کا ساتھ دینا چاہئے یا عراقی عوام کا؟ یہ تو ظاہر ہے کہ ہم الم نصیب قوم کا ساتھ دینے سے معذور ہیں۔ بھارت اُردن کے تعاون سے نجف میں ایک بڑا ہسپتال قائم کر رہا ہے۔ ہم سے تو اتنا بھی نہیں ہو پایا، تو پھر کیا ہم یہ بھی نہیں کر سکتے کہ ظالم ومظلوم کی اس جنگ میں غیر جانبدار ہو جائیں؟ کیا بھارت کے اُصولی فیصلے کے بعد بھی ہم اپنے 'اُصولی فیصلے' پر قائم رہتے ہوئے اپنی داغ داغ جبیں پر ایک اور داغ لگا بیٹھیں گے؟

[محترم عرفان صدیقی کے کالموں سے اَخذ و ترتیب ...... حسن مدنی]

مولانا عزیز زبیدیؒ پر محدث کی اشاعتِ خاص
تیاری کے آخری مراحل میں ہے۔
ادارۂ محدث میں اُن پر مضامین لکھوانے کے علاوہ
معروف اہل قلم سے بھی اس سلسلے میں رابطہ کیا گیا ہے جن میں سے
بعض کے مضامین ہمیں وصول بھی ہو چکے ہیں۔
وہ حضرات جو مولانا کے بارے میں کچھ لکھنا چاہتے ہوں
اوّلین فرصت میں لکھ کر ادارۂ محدث میں ارسال کریں۔
آئندہ شمارہ مولانا زبیدی پر ہوگا، ان شاء اللہ
مضامین وصولی کی آخری تاریخ ۱۵/ اگست ہے۔ ادارہ

www.KitaboSunnat.com

'حرفِ تمنا' از ارشاد احمد حقانی ؛ ۲۳؍ جولائی ۲۰۰۳ء

عراق فوج بھیجنے کا فیصلہ

نام عراقی عوام کا لیا جائے یا حکمران کونسل کا یا مقصد عراقی عوام کی خدمت کرنا بتایا جائے، حقیقت یہ ہے کہ یہ صدر مشرف کے اس وعدے کی لاج رکھنے کی تدابیر ہیں جو امریکہ میں اس حوالے سے کیا گیا تھا۔

آیئے دیکھیں کہ کسی بھی عذر یا دلیل کی آڑ میں ہمارا عراق فوجیں بھیجنا ایک درست فیصلہ ہوگا؟ معروضی حقائق کو سامنے رکھا جائے تو اس سوال کا جواب قطعی نفی میں ہے۔ عراق کی صورتحال امریکہ کے غیر قانونی، غیر اخلاقی اور غیر انسانی اقدامات کی پیدا کردہ ہے۔ وہاں امریکہ کو سخت مزاحمت کا سامنا ہے۔ انتہائی باخبر برطانوی صحافی رابرٹ فسک کا کہنا ہے کہ امریکہ ان بہت سے حملوں کو چھپا رہا ہے جو اس کی افواج پر عراق میں ہو رہے ہیں۔ وہ اِکا دُکا واقعات ہی میڈیا میں آنے کی اجازت دے رہا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ عراق کی صورتحال اس سے کہیں زیادہ سنگین ہے جتنی ظاہر کی جارہی ہے۔ یہ اندیشہ بھی موجود ہے کہ آنے والے دنوں اور مہینوں میں امریکی فوج کی مزاحمت میں اضافہ ہوگا۔ سنٹرل کمانڈ کے سابق سربراہ جنرل مائرز نے اگلے ہی روز کہا ہے کہ ہمیں چار سال تک گوریلا جنگ کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ اندیشہ بظاہر اس وقت یہ ہے کہ امریکہ داخلی مزاحمت کو کچلنے کے لئے اور زیادہ سخت اقدامات کرے گا جس کا نتیجہ شدید تر داخلی مزاحمت کی شکل میں نکل سکتا ہے۔ کیا اس سیاق وسباق میں پاکستان کو اپنی فوج عراق بھیجنی چاہئے؟ کوئی محبّ وطن پاکستانی اس سوال کا جواب اثبات میں نہیں دے سکتا۔ جیسا کہ مجھ سمیت متعدد لوگوں نے لکھا ہے کہ اس امکان کو مسترد نہیں کیا جاسکتا کہ کسی پاکستانی فوجی کی گولی سے کوئی عراقی یا کسی عراقی کی گولی سے کوئی پاکستانی فوجی بلکہ دونوں طرف سے کئی فوجی جاں بحق ہوجائیں۔ ایسی تکلیف دہ صورتحال پیدا ہونے کا نتیجہ پاکستانی عوام کی ناراضگی اور عالم اسلام میں ہماری بدنامی کی صورت ہی میں نکل سکتا ہے۔ اس کا ایک نتیجہ یہ بھی ہوگا کہ ہندوستان کو اپنے اُصولی موقف پر ڈٹے رہنے کا کریڈٹ ملے گا جبکہ ہمیں امریکہ کے اشارۂ ابرو پر چلنے کا مرتکب ٹھہرایا جائے گا۔

اب جنرل مشرف کے فیصلہ کرنے کا وقت ہے۔ وہ کہتے ہیں: ہماری معیشت سنبھل گئی ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ تین بلین ڈالر کے پیکیج کی ہمیں کوئی غیر معمولی احتیاج نہیں ہے۔ اس لئے وہ عمومی طور پر امریکہ عزائم اور مقاصد کا خدمت گزار بن کر، بالخصوص عراق میں فوج بھیج کر آخر امریکہ سے کیا جوابی رعایت یا تعاون مانگ رہے ہیں؟ کیا یہی تو نہیں کہ انہیں باوردی صدر کے طور پر قبول کیا جاتا رہے؟ اگر ڈیل یہی ہے تو اس پر بھی قومے فروختند وچہ ارزاں فروختند کا اطلاق ہوگا۔ ہم جنرل مشرف سے کہیں گے کہ وہ پاکستان کی تمام حیثیتوں (جوہری طاقت رکھنے والا اسلامی ملک، امت مسلمہ کا اہم رکن، امریکہ سے مختلف بلکہ بڑی حد تک متصادم اور متضاد ورلڈ ویو رکھنے والی طاقت) کے تقاضوں کو صرف اپنے باوردی صدر رہنے کی خواہش پر قربان نہ کریں۔ ہمیں مشرقِ وسطیٰ، جنوبی ایشیا اور وسطی ایشیا میں امریکہ کا کردار بہت بڑھتا ہوا اور پھیلتا ہوا محسوس ہو رہا ہے۔ کیا ہمیں یہ زیب دیتا ہے کہ ہم اس پورے عمل میں ایک تابع مہمل کا کردار اختیار کرلیں، محض اس لئے کہ جنرل مشرف کو باوردی صدر قبول کیا جاتا رہے؟ نہیں نہیں ہمیں ایسی پست ڈیل نہیں کرنی چاہئے۔ ہماری فوج عراق بھیجی گئی تو ہمارے خدشات پر مہر توثیق ثبت ہوجائے گی اور یہ پاکستان کیلئے ایک بہت بُرا دن ہوگا......!!

محدث کا ریکارڈ رکھنے والے قارئین توجہ فرمائیں!

محدث کی دوبارہ ماہوار اشاعت جولائی ۱۹۹۸ء سے شروع کی گئی تھی جبکہ اس سے پہلے چند سال سے محدث سہ ماہی شائع ہو رہا تھا۔ جولائی ۲۰۰۳ء میں محدث کو ماہوار ہوئے ۵ سال پورے ہو جائیں گے۔ ان سالوں میں محدث کے کتنے شمارے شائع ہوئے؟

اس کا مختصر ریکارڈ حسبِ ذیل ہے:

۵ سالوں میں کل شمارے '۶۰' بنتے ہیں، جن میں سے ۵۵ شمارے شائع ہوئے ہیں۔ اس دوران قارئین کو دو ضخیم خاص نمبر بھیجے گئے، جن میں 'سود نمبر' ۳ شماروں (۲۳۶ صفحات) اور 'فتنہ انکار حدیث نمبر' ۴ شماروں (۲۸۰ صفحات) کے برابر ضخیم تھا۔

ریکارڈ کو مرتب رکھنے کے لئے اس سال کے شروع میں سیریل نمبر متعارف کرایا گیا تھا جس کی رو سے محدث کا حالیہ شمارہ ۲۷۱ نمبر قرار پایا ہے جبکہ جولائی ۱۹۹۸ء، کا شمارہ ۲۱۷ تھا۔

بعض اوقات محدث کی اشاعت میں بے قاعدگی پیدا ہونے کے باوجود قارئین کو یہ کمی صفحات میں پوری کی جاتی رہی ہے۔ چنانچہ ۲۱۷ سے ۲۷۱ تک ۵۵ شمارہ جات کی صورت میں قارئین محدث کو ۴۵۲۷ صفحات پڑھنے کو ملے ہیں

۶۰ شماروں کے حساب سے ہر شمارے کی اوسط ضخامت ۷۶ صفحات بنتی ہے۔

ہمارے معزز قارئین کے ہاں جو شمارہ جات ناقص ہوں، ادارہ محدث سے ان کو طلب کر کے وہ اپنا ریکارڈ مکمل کر سکتے ہیں۔ جبکہ مجلد صورت میں ان ۵ سالوں کی جلدیں بھی دستیاب ہیں۔ قیمت فی جلد ۲۰۰ روپے

علاوہ ازیں یہ تمام شمارہ جات ایک سی ڈی کی صورت میں بھی مل سکتے ہیں۔ قیمت ۱۰۰ روپے

سالِ رواں (۲۰۰۳ء) کے تمام شمارہ جات آپ انٹرنیٹ پر بھی ملاحظہ کر سکتے ہیں

www.mohaddis.com

اسی طرح محدث کا سابقہ ریکارڈ بھی ترتیب دے دیا گیا ہے

اور ۱۹۷۰ء سے آج تک محدث کے شمارے بھی دستیاب ہیں۔

محدث کا تفصیلی اور جامع اشاریہ بھی موضوع رمصنف وار تیار کر لیا گیا ہے۔

☆ مکمل محدث کی سی ڈی عنقریب منظر پر آنیوالی ہے جس میں مضامین کو مختلف نوعیت کے اشاریوں سے لنک کر دیا گیا ہے، ہر مضمون کا مطالعہ اور پرنٹ کیا جا سکتا ہے۔

'اسلام' اور عصر حاضر کے مسائل

حافظ محمد آصف احسان عبدالباقی

عصر حاضر،فروعی تنازعات اور علمآء

اسلام کے اساسی اوصافِ جمیلہ اور خصائلِ حمیدہ میں سے یہ ایک بنیادی خصوصیت ہے کہ اس کے اَحکام وقوانین حیاتِ انسانی کے جملہ پہلوؤں کا بطریقِ احسن احاطہ کرتے ہیں۔ انسانی زندگی کی کوئی جہت بھی...... انفرادی ہو یا اجتماعی ......ایسی نہیں کہ جس کا اپنی اصل کے اعتبار سے شریعتِ اسلامیہ میں تذکرہ موجود نہ ہو۔ علومِ اسلامیہ مثلاً تفسیر، حدیث، فقہ اور تاریخ وغیرہ پرانضباطِ تحریر میں آنے والی اَن گنت کتب اس حقیقت کا واضح اور بین ثبوت ہیں۔ اسلام کا اسلوبِ بیان منفرد، اندازِ تکلم جدا، طرزِ بشارت نرالا، طورِ وعید یگانہ، کلام پاکیزہ، استعارہ نفیس، کنایہ لطیف، ضابطہ بے مثل، قانون لازوال اور مجموعہ احکام فقید المثال ہے۔ اسلامی شریعت کا تمام اُمورِ بشریت پر محیط ہونا، اس کی واقعتاً ایسی عظمت وشان ہے کہ دنیا میں پائے جانے والے دیگر ادیان و مذاہب اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہیں یہی وجہ ہے کہ مکمل انشراحِ صدر اور یقین کلی (Conviction) کے بعد قبولیتِ اسلام کی سعادت سے مشرف ہونے والے افراد بجا طور پر اس کی جامعیت کے معترف ہوتے ہیں۔

اسلام کی اس عظیم خصوصیت ہی کی بدولت قرونِ اُولیٰ کے صحرانشین باسیوں نے روم اور ایران کی ناقابل شکست آہن پوش اَفواج کو ہزیمت سے دوچار کرکے اپنے سامنے سرنگوں کیا اور دنیا کو سیادت و قیادت اور رعایا پروری وغمخواری کے نئے اسالیب سے آشنا کیا۔ مدتِ مدید تک بحروبر کی وسعتوں پر اہلِ اسلام کا پرچم لہراتا رہا، قرن ہا قرن تک آہوئے چرخ (The sun) کی خیرہ کن شعاعوں کا انعکاس اسلامی دنیا کی معیت میں تیرہ وتار ظلمت کدوں کو اپنے تابش نور سے فروزاں کرتا رہا۔ طویل عرصے تک دنیا مسلمان مفکرین کے ذہن سے سوچتی، زبان سے بولتی اور قلم سے لکھتی رہی کہ بغداد و دمشق اور غرناطہ وقرطبہ کی علمی فضا میں جنم لینے والے بوعلی سینا، محمد بن

www.KitaboSunnat.com

موسیٰ خوارزمی، ابوبکر رازی، یعقوب کندی اور ابوریحان بیرونی وغیرہ اس وقت کی علمی میراث، تہذیبی اقدار اور معاشرتی روایات کے امام وراہنما تھے۔

اس قابل فخر عظمتِ رفتہ کے باوجود یہ ایک المناک اور تاسف انگیز حقیقت ہے کہ آج اقوامِ عالم میں اہل اسلام کی کوئی وقعت باقی نہیں رہی۔ وہ اقتدار وغلبہ اور سطوت واستیلا جو کبھی تاریخِ اسلام کے سنہری ابواب میں شمار کیا جاتا تھا، آج قصہ پارینہ بن چکا ہے۔ جن کی تیغ بے نیام کی دہشت وہیبت سے عالم کفر کے ایوان لرزتے اور قصور (Palaces) تھرتھراتے تھے، آج اپنے دفاع کا جائز حق بھی کھو چکے ہیں۔ کشمیر اور فلسطین میں ہنود و یہود کی استعماری اور توسیع پسندانہ ذہنیت کے زیر اثر ہونے والا مسلمانوں کا بہیمانہ و وحشیانہ قتلِ عام اس کی ایک بدترین مثال ہے، حالانکہ یہ ایک بدیہی امر ہے کہ خاص طور پر قبلۂ اوّل کا تحفظ مجرد فلسطینی مسلمانوں ہی کا داخلی مسئلہ نہیں بلکہ پوری اسلامی دنیا کا اجتماعی معاملہ ہے لیکن اس کے باوجود پورے عالم اسلام پر اجتماعی بے حسی وغفلت اور نکبت وفلاکت کی گھمبیر تہہ نے اپنی چادر تان رکھی ہے۔ چنانچہ اس باہمی نااتفاقی اور عدمِ مشارکت ہی کا شاخسانہ ہے کہ پہلے 'برہنہ تہذیب' کے 'امن پسند علمبردار' انکل سام نے اپنے مفاد پرست اتحادیوں کے جلو میں افغانستان کو تاخت وتاراج کیا پھر عراق پر آتش وآہن اور گولہ وبارود کی مسلسل بوچھاڑ سے بصرہ وموصل اور ناصریہ وبغداد کو تہہ تیغ کیا اور اب دمِ مسلم کو شیر مادر کی طرح حلال و پاکیزہ سمجھنے والا یہ خون آشام عفریت اور وحشی درندہ شام اور ایران کو بھی دہشت گردی سے منسلک کرنے کی مذموم سعی میں کوشاں ہے۔

ایک طرف تو یہ حال ہے کہ کشمیر، فلسطین، چیچنیا، افغانستان اور عراق میں انسانی حقوق کی دھجیاں اُڑائی جارہی ہیں، معصوم بچوں کے جسم نوچے اور آرزوئیں پامال کی جارہی ہیں، عفت مآب اور عصمت شعار خواتین کی آبروریزی کی جارہی ہے، بے گناہ شہریوں کا قتل عام علانیہ طور پر کیا جارہا ہے، قیمتی املاک کو تباہ اور پرشکوہ عمارتوں کو زمین بوس کیا جارہا ہے، اخلاقی و معاشرتی برائیوں کے ضمن میں بحیثیتِ مجموعی پورے عالم اسلام میں سودی لین دین عام ہے، معیشت کے اکثر اُمور ومعاملات غیر اسلامی اُصول وقوانین پر مشتمل ہیں، عریانی وفحاشی کے ذریعے بدکاری کا بازار گرم ہے، مرد کے مرد کے ساتھ اور عورت کے عورت کے ساتھ تزوج (Matrimony)

کو انسانی حقوق میں شامل کیا جارہا ہے، آزادیٔ نسواں کے دلفریب اور کیف انگیز نعرے کے پردے میں مغرب کی عریاں تہذیبی اقدار اور معاشرتی روایات کو اسلامی ممالک میں سرعت سے پھیلایا جارہا ہے۔ فکری الحاد اور نظریاتی کج روی اس حد تک بڑھ چکی ہے کہ مسلمان حلال وحرام کی تمیز کھو چکے ہیں۔

دوسری جانب علما کی اکثریت اُمت ِمسلمہ کی موجودہ درماندگی و زبوں حالی کا تدارک کرنے، شریعت ِاسلامیہ کو اجتماع پر نافذ کرنے، اسلام کی حقانیت پر ہونے والے متنوع قسم کے نظریاتی حملوں کا توڑ کرنے اور اُصولی مباحث پر عرق ریزی کرنے کے بجائے چند فروعی مسائل پر بحث کرنے میں مشغول ہے۔ قابل افسوس امر یہ ہے کہ ان مسائل پر مناظرے منعقد کئے جاتے ہیں، کتابیں تالیف کی جاتی ہیں اور ایک دوسرے کو باطل ثابت کرنے کے لئے قرآن حکیم کی آیات سے استدلال کیا جاتا ہے۔ ان موضوعات پر اس قدر کثیر لٹریچر بازاروں میں موجود ہے کہ شمار نہیں کیا جاسکتا جبکہ اُمت کے سلگتے مسائل اور مسلم اجتماع کو درپیش چیلنجز کے بارے میں ڈھونڈے سے بھی کتب اور بحوث دستیاب نہیں ہیں۔ اہل علم کے حلقہ ہائے ارادت اور دین سے وابستہ حلقے اس بے وقت کی 'راگنی' میں اس حد تک منہمک ہیں کہ اپنے اصل فرائض کو بھول چکے ہیں۔ یہ بھی رجحان عام ہے کہ دین سے بیزار، احکام سے متنفر اور عمل سے برگشتہ لوگ ان مسائل میں اپنے دن رات صرف کرتے اور ان تنازعات کو باعث ِنزاع اور وجہ ِمناقشہ بناتے ہیں، امام اوزاعیؒ کا قول ہے:

> ''اللہ تعالیٰ جس قوم کے ساتھ برائی کا ارادہ فرماتے ہیں، اس میں بحث و جدل عام ہوجاتا ہے اور عمل کا جوش و ولولہ جاتا رہتا ہے۔'' (جامع بیان العلم وفضلہ، ص ۱۸۵)

عصر حاضر میں بیشتر علماے کرام کے جدید مسائل وتحدیات (Challenges) اور اُصولی مباحث سے بے اعتنائی وعدم توجہی برتنے اور فروعی تنازعات ہی میں مشغول رہنے کے بنیادی اسباب مندرجہ ذیل ہیں:

1. اس سلسلے میں سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ علمائے کرام کی اکثریت روایتی ذہنیت کی حامل ہے۔ جب علمائے کرام اسلاف کی علمی میراث کو موجودہ دور کے فتنوں کے ذکر سے تہی

دامن پاتے ہیں تو ان پر بحث وتحقیق اور اجتہاد وتفتیش کرنے کی زحمت گوارا نہیں کرتے کیونکہ ان کے نزدیک اس 'بدعت' کا ارتکاب محض اضاعتِ اوقات اور تضییع افکار کے زمرے میں شمار ہوتا ہے۔ اس ذہنیت کی تردید کرنے کے لئے گوناگوں دلائل اور متنوع تاویلات کا سہارا لینے کی مطلق ضرورت نہیں کیونکہ یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ ہر دور کے حالات کچھ ایسی خاص کیفیات کے حامل ہوتے ہیں جو دوسرے ادوار سے یکسر مختلف ومتفاوت ہوتے ہیں لیکن بعض دفعہ وہی انتہائی اہم صورت اختیار کرجاتے ہیں اور ان کو شریعتِ اسلامیہ کی روشنی میں پرکھنا لازم ہوجاتا ہے۔ فقہاے متقدمین کے مباحث ان کے عصری تقاضوں کے مطابق ہی ہوتے تھے۔ ان کی مجالس میں بیان کئے جانے والے علمی نکات اور کتب میں موضوعاتِ بحث کے اسالیب سے ان کے زمانے کے اہم مسائل ومعاملات کی واضح طور پر نشاندہی کی جاسکتی ہے۔ چنانچہ حالات وزمانہ کی رعایت کے مطابق جہود کا یہ اختلاف اور مباحث کا یہ تفاوت ہمارے اسلاف کی قابل قدر فکری کوششوں میں بکثرت موجود ہے۔ جن غیر شرعی مفاسد اور اخلاقی ومعاشرتی برائیوں کا آج ہمیں سامنا ہے اگر ان کا گذر ہمارے اسلاف پر ہوا ہوتا تو وہ بھی قرآن وسنت کی روشنی میں ترجیحی طور پر اسلامی معاشرے کو ان فتنوں سے پاک کرنے کے لئے کمربستہ ہوجاتے۔

صرف اسی بات پر اکتفا بھی نہیں کیا جاسکتا ہے کہ علما انہی موضوعات کو زیر بحث لاتے ہیں جس کے بارے میں کتب اسلاف میں انہیں بے بہا تحقیق میسر آجاتی ہے، بلکہ ائمہ اسلاف کے علمی ترکے میں بھی بے شمار بحوث ایسی ہیں جن کی تشنگی دورِ حاضر میں شدت سے محسوس کی جاتی ہے، ہمارے بہت سے فکری مسائل کا حل ان میں موجود ہے لیکن ان کو زندہ کرنے کے بجائے اس دور کے اہل علم صرف چند مخصوص مسائل کے اسیر ہیں۔

اس دور میں حدیثِ نبوی کی حجیت کو جن حوالوں سے چیلنج درپیش ہیں، قراءاتِ قرانیہ کا کھلم کھلا انکار کیا جارہا ہے، جہاد کے مفہوم میں تحریف کی جارہی ہے اور اسلامی حجاب اور وضع قطع کو سرعام تنقید کا نشانہ بنا کر اسلام کی من مانی تعبیر کی جارہی ہے۔ ہماری روایتی علمی ذخیرے میں ان موضوعات پر سیر حاصل بحث موجود ہے، لیکن کیا اس دور میں ان کی وضاحت اور درست اسلامی تعبیر کی ذمہ داری پوری کی گئی ہے؟

معاشرتی سطح پر اسلام کا خاندانی نظام شدید خطرات سے دوچار ہے، صنفی بنیادوں پر مردوزن میں تفریق کا گھناؤنا کھیل سرعام کھیلا جارہا ہے، نظام عفت وعصمت پر چہارسمت سے حملے کیے جارہے ہیں۔ یہ دورتہذیبی جنگوں کا دور ہے، فکری مباحثوں اور نت نئے خیالات کا زمانہ ہے۔ نئی ایجادات اور دریافتوں نے ایک عالم کو سحر زدہ کررکھا ہے۔ ابلاغ اور انفرمیشن ٹیکنالوجی نے دنیا میں تہلکہ مچادیا ہے، سائنس وٹیکنالوجی نے حربی میدانوں کا نقشہ بدل دیا ہے۔

ان میں بہت سے موضوعات ایسے ہیں جن پر اسلام کی صحیح ترجمانی کی شدید ضرورت ہے، اسلام کا سائنس کے بارے میں نکتہ نظر، عیسائیت کے تصور سائنس کے ساتھ خلط ملط کیا جارہا ہے۔ اسلام کے تصور جہاد کو دہشت گردی کے مترادف قرار دیا جارہا ہے۔ ان موضوعات کے بارے میں علم کے ہمارے روایتی ذخیرہ میں بہت کچھ میسر ہے لیکن ان تک پہنچنے والے ذہن بیدار نہیں اور اپنی ذمہ داری کو محسوس نہیں کرپارہے۔

❷ ایک سبب یہ بھی ہے کہ علماے کرام کی اکثریت عصر حاضر کے جدید مسائل ومعاملات سے ناواقف ہے۔ انہیں علم نہیں کہ دورِ جدید میں انسان کو انفرادی واجتماعی، اخلاقی ومعاشرتی اور تجارتی وسیاسی سطح پر کیسی مشکلات کا سامنا ہے اور اس سلسلے میں کتنے غیر شرعی اُمور نے حقیقی اور عمل پسند مسلمانوں کا جینا دوبھر کررکھا ہے۔ اس لاعلمی کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ علماے کرام کی نشست وبرخاست اپنے مخصوص حلقوں ہی تک محدود ہے۔ ان کے حلقہ درس میں شریک ہونے والے افراد کی اکثریت جب ان سے مخصوص قسم کے فقہی مسائل پر ہی سوال وجواب کرتی ہے تو وہ بھی اپنی فکری استعداد اور ذہنی صلاحیت کو ایسے اُمور میں صرف کرنا پسند نہیں کرتے جس کی جانب عوامی میلان (Popular tendency) کی کمی ہو۔ صرف یہ کہہ کر کہ ہم تو جدید مسائل ہی سے ناآشنا ہیں، عصر حاضر کے انفرادی واجتماعی تقاضوں سے بے اعتنائی برتنا اور ان پر مباحث کا اہتمام نہ کرنا فہمیدہ اَقوام کا شعار نہیں بلکہ اپنی فکری ہزیمت کا غماز ہے۔ جو لوگ اخلاق ومعاشرتی اصلاح کے عظیم منصب پر فائز ہوں، ان کا فرض ہے کہ وہ عوام الناس کے مابین جنم لینے والی نت نئی خامیوں سے آگاہی حاصل کریں اور ان کا سدباب وتدارک کرنے کی حتی المقدور کوشش کریں۔ بعض سلف صالحین جیسے امام محمد بن حسن شیبانیؒ (متوفی ۱۸۹ھ/۸۰۴ء) کے

حالاتِ زندگی میں درج ہے کہ وہ تدوینِ فقہ کے سلسلہ میں بازاروں میں جایا کرتے تھے اور تاجروں کے پاس بیٹھ کر ان سے جدید اُمورِ تجارت کے متعلق دریافت کیا کرتے تھے۔ اس تگ وتاز کا واحد مقصد جدید امور و معاملات سے آگاہ ہونا ہی تھا۔ مولانا محمد تقی عثمانی رقم طراز ہیں:

''بلکہ یہاں تک کہا گیا ہے کہ جب کسی علاقے یا کسی معاشرے میں ناجائز کاروبار (وغیرہ) کی کثرت ہو تو چونکہ عالم اور مفتی صرف فتویٰ جاری کرنے والا نہیں ہوتا بلکہ وہ ایک داعی بھی ہوتا ہے، اس لئے اس کا کام اس حد پر جا کر ختم نہیں ہو جاتا کہ وہ صرف اتنا کہہ دے کہ فلاں کام ناجائز اور حرام ہے بلکہ بحیثیتِ داعی اس کے فرائض میں یہ بھی داخل ہے کہ اس کام کو ناجائز اور حرام کہنے کے بعد یہ بھی بتائے کہ اس کا متبادل حلال طریقہ کیا ہے؟ وہ متبادل قابل عمل بھی ہونا چاہئے اور شریعت کے احکام کے مطابق بھی۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ قرآن کریم میں مذکور ہے کہ جب ان کے پاس قید خانے میں بادشاہ کا پیغام پہنچا اور ان سے خواب کی تعبیر دریافت کی گئی تو حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب کی تعبیر بعد میں بتائی کہ سات سال کا قحط آنے والا ہے لیکن اس قحط سے نجات حاصل کرنے کا طریقہ پہلے بتا دیا۔ چنانچہ فرمایا: ﴿فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْبُلِهٖۤ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ﴾ اس آیت سے یہ استنباط کیا گیا ہے کہ داعی حق حرام کام کو صرف حرام قرار دے دینے ہی پر اکتفا نہ کرے بلکہ اپنے امکان کی حد تک اس سے نکلنے کا راستہ بھی بتائے......'' (اسلام اور جدید معیشت وتجارت: ص ۱۸)

❸ ایک اور اہم سبب علمائے کرام کی اکثریت میں انشائی استعداد (Creative ability) اور تخلیقی صلاحیت کا فقدان ہے۔ اصولی مباحث اور عصری تقاضوں سے لاپرواہی برتنے کی ایک وجہ ان کا کسی حد تک دقیق ہونا بھی ہے۔ تحصیل علم کے دورانیہ میں جس طرح نصابی کتب کے متن سے مختلف معانی کھنگالنے اور الفاظ کی گہرائی میں اُترنے کی ان کی غیر معمولی مشق ہوتی ہے، اس سے ان کی انشائی وتخلیقی صلاحیت متاثر ہوتی ہے۔

کتبِ تفسیر وحدیث سے مراجعت کرکے فقہی مسائل کا استخراج واستنباط کرنا بھی اتنا ہی مشکل ہے جتنا بعض اُصولی معاملات پر تحقیق وتفتیش کرکے ایک نئی فکر کو پروان چڑھانا اور اس کی

روشنی میں مخالفین کو مسکت جواب دینا کٹھن ہے۔ کچھ علماے کرام جب شریعتِ اسلامیہ کے بعض پہلوؤں کو اپنے فہم سے بالاتر اور تدبر سے ورا دیکھتے ہیں تو ان کو ترک کرکے ایسے مسائل ہی پر قناعت کرلیتے ہیں کہ جن پر پہلے ہی سے مباحث کے انبار اور تحقیق کے دفتر موجود ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ہمارے دور کے بیشتر علماے کرام کے کثیر مباحث کا محور و موضوع ایسے مسائل ہی ہوتے ہیں جن پر علمائے سلف پہلے ہی کافی تحقیق کرچکے ہیں۔ پھر ان میں سے بھی فروعی تنازعات کو بعض علما اتنی شدت کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ جیسے وہی دین اسلام کا جوہر خالص اور نمونہ بے مثل ہیں۔ عوام جو اکثر خطبہ جمعہ ہی میں شریک ہوتے ہیں جب خطبا کی تقاریر کو ان مسائل کی بھرمار سے لبریز پاتے ہیں تو ان اجزا ہی کو دین کے کمال پر محمول کرلیتے ہیں۔ ابن جوزیؒ فرماتے ہیں:

> ''بعض واعظوں کا یہ حال ہے کہ بڑی آراستہ اور پُرتکلف عبارت بولتے ہیں جو اکثر بے معنی ہوتی ہے۔ اس زمانے میں مواعظ کا بڑا حصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام، کوہِ طور اور حضرت یوسف علیہ السلام و زلیخا کے قصوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ فرائض کا تذکرہ بہت کم ہوتا ہے (اخلاقی باتوں کا ذکر بھی نہیں ہوتا)۔ اسی طرح گناہ سے بچاؤ کے طریقے کبھی زیر بحث نہیں آتے۔ ایسی مواعظ سے ایک زانی یا سودخور یا ریاکار کو توبہ کرنے کی ترغیب اور توفیق کیسے ہوسکتی ہے اور کب عورت کو شوہر کے حقوق ادا کرنے اور اپنے تعلقات درست کرنے کا خیال پیدا ہوسکتا ہے۔ اس لئے کہ یہ مواعظ ان مضامین سے یکسر خالی ہوتے ہیں، ان واعظوں نے شریعت کو پس پشت ڈال دیا ہے اسی لئے ان کا بازار خوب گرم ہے۔'' (کتاب القصاص والمذکرین کا ترجمہ 'تحفۃ الواعظین': ص ۵۷)

4 ایک اہم سبب یہ بھی ہے کہ یہودیت، عیسائیت اور ہندومت وغیرہ کے مختصر مجموعہ احکام اور مجمل نظامِ تعلیمات کی عمومی نوعیت سے متاثر ہوکر اُمتِ مسلمہ کے بعض طبقوں میں یہ سوچ سرایت کرگئی ہے کہ اسلام بھی دوسرے اَدیان کی مانند محض چند ایک عباداتِ مخصوصہ ہی کے مجموعہ کا نام ہے اور اس کے احکام کا تعلق انفرادی سطح کے بعض اُمور و معاملات ہی تک محدود ہے لہٰذا مجرد ان اُمور و معاملات کو مرکوزِ خاطر رکھنا، عوام الناس میں ان کو دین کامل کے طور پر

www.KitaboSunnat.com

متعارف کروانا اور ان پر تحقیق و تفتیش کو حدکمال تک پہنچانا ہی دین کا مقصودِ اصلی اور منشاے حقیقی ہے۔ ایسے لوگوں میں اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہونے کی حیثیت سے معروف نہیں۔ اگرچہ اس گمراہ کن اور مغالطہ انگیز نظریے کا علماے کرام میں موجود ہونا بظاہر تو محال معلوم ہوتا ہے لیکن یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ بعض ایسے علما جو اصولی مباحث کو ترک کرکے ہمہ وقت فروعی مسائل ہی پر تحقیق کے انبار لگانے میں مصروفِ عمل ہیں، کے اپنے قرب و جوار میں فواحش و منکرات کا سیل رواں موجِ سبک کی مانند جاری و ساری ہے لیکن ان کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی کیونکہ ان کی کوتاہ رائے کے مطابق شریعتِ اسلامیہ کو ان معاملات سے کوئی پرخاش نہیں۔

ان کے نزدیک وطن مالوف میں اسلامی نظام کے قیام کے لئے جدوجہد کرنا سیاسی مسئلہ ہے جس کی ذمہ داری اربابِ بست وکشاد اور اصحابِ حل وعقد پر عائد ہوتی ہے، سودی لین دین تجارتی برائی ہے جو باہمی پیار و محبت اور اُنس و مودّت سے دور کی جاسکتی ہے لہٰذا اس کی فکر میں اپنے آپ کو ہلکان کرنے کی مطلق حاجت نہیں اور عریانی و فحاشی وسیع پیمانے پر پھیلی ہوئی اخلاقی ومعاشرتی قباحت ہے جسے خالق کائنات ہی اپنی قدرتِ کاملہ کے ساتھ ختم کرسکتے ہیں لہٰذا مخلوق کو زیبا نہیں کہ وہ کائنات کے تقدیری اُمور میں 'دخل در معقولات' کی مرتکب ہو۔

نسأل الله السلامة على العافية

معلوم ہونا چاہئے کہ نبی اکرم ﷺ کا اُسوۂ حسنہ دین اسلام کے متعلق اس قسم کے غلط نظریات اور رجحانات کی واضح طور پر تردید کرتا ہے اور اہل اسلام کے لئے زندگی کے ہر معاملے میں بہترین نمونہ پیش کرتا ہے اگر آپ دعوت و تبلیغ کے فریضے سے وابستہ ہیں تو مکہ و طائف کی گلیوں اور بازاروں میں اذیتیں سہنے اور تکلیفیں جھیلنے والے مصلح اعظم ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کریں، اگر آپ حکمرانی کے مرتبے پر فائز ہیں تو فتح مکہ کے موقع پر اپنے ذاتی اعدا کو کمال عفو ودرگزر سے معاف کردینے والے محسنِ انسانیت ﷺ کی اتباع کریں، اگر آپ خاوند کی حیثیت سے زندگی بسر کررہے ہیں تو ازواجِ مطہرات کے مابین ہر لحہ عدل و انصاف اور اعتدال و توازن کا خیال رکھنے والے اولوالعزم پیغمبر ﷺ کو دیکھیں، اگر آپ کو میدانِ جنگ میں کفار سے جنگ کرنے کے لئے نمونہ درکار ہے تو غزوہ بدر و اُحد میں برسرپیکار فنونِ حرب سے آشنا اور اطوارِ شجاعت کے

رازداں بے مثال سپہ سالار کو اپنا رہنما بنائیں، اگر آپ ایثار و قربانی کے جذبہ سے سرشار ہیں تو اپنی فکر خورد ونوش سے بے پرواہ ہوکر فقراء و مساکین کے لئے پہروں متفکر رہنے والے امام الاولیاؐ کی راہ اپنائیں، اگر آپ تعلیم کے شعبے سے منسلک ہیں تو اصحابِ صُفّہ کے بے نظیر معلم کی حیاتِ طیبہ سے خوشہ چینی کا شرف حاصل کریں، اگر آپ کو حلم و بردباری اور صبر و برداشت کا نمونہ درکار ہے تو اپنوں کی کڑوی کسیلی باتیں سن کر بھی ان کی ہدایت کے لئے دستِ دعا بلند کرنے والے سرورِ کائناتؐ کی پیروی کریں۔ غرضیکہ تیرگی کی وحشت میں تابندگی اور ضلالت کی انتہا میں نورِ ہدایت کی خیرہ کن کرنیں بکھیرنے والے محمد مجتبیٰ ﷺ کی ذاتِ گرامی تپتے ہوئے صحرا کی جھلسا دینے والی گرمی میں لہلہاتے ہوئے اس مرغزار اور نخلستان کی مانند ہے کہ جس کی دلکشی اور رعنائی سے عالم مبہوت اور انسانیت مسحور ہو، ابرِ کرم اس جنت نظیر قطعہ زمین پر برسے اور خوب برسے کہ اس کی دید کا نظارہ درماندہ کارواں کے شکستہ آرزو اور پریشان حال ساربانوں کو تازگی و شگفتگی کی نئی لذت سے آشنا کردے۔

دینی جماعتوں کا المیہ

عصر حاضر میں ملتِ اسلامیہ کا اصل فکری المیہ یہ ہے کہ پورے عالم اسلام میں شاید کوئی بھی دینی جماعت ایسی نہیں جو دین کے اجتماعی تصور کو پیش نظر رکھ کر سرگرمِ عمل ہو اور نبی اکرم ﷺ کے مکمل اسوۂ حسنہ کو عملی طور پر عوام کے سامنے پیش کرسکے۔ آپ ﷺ تو دعوت و تبلیغ اور جہاد وقتال وغیرہ جیسے تمام اُمور کے جامع تھے لیکن ہماری دینی جماعتوں اور مذہبی تنظیموں کی عملی جدوجہد اور فکری کاوش نبی اکرم ﷺ کی کسی ایک سنت ہی تک محدود ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ اس ایک سنت ہی پر عمل کرنے کو تمام برائیوں اور خرابیوں کا شافی علاج تصور کیا جاتا ہے چنانچہ جو لوگ دعوت و تبلیغ سے وابستہ ہیں ان کے نزدیک یہی اسلام ہے، جو لوگ کفار سے قتال کرنے کے داعی ہیں وہ معاشرے کی غلط رسوم و رواج کے خلاف آواز بلند کرنے کو جہاد کا حصہ ہی نہیں سمجھتے اور جو لوگ اجتماعی سطح پر نفاذ اسلام کی جدوجہد میں مشغول ہیں، ان کے نزدیک انفرادی اصلاح کی کوئی اہمیت ہی نہیں۔ وعلیٰ ہذا القیاس

www.KitaboSunnat.com

یہ ذہنیت اُمتِ مسلمہ میں اجتماعیت کے فقدان اور تفرقہ بازی کے رجحان کی آئینہ دار ہے کہ ہر جماعت نے تحکمانہ انداز میں شرعی احکام کی خود ساختہ تقسیم کررکھی ہے۔ اس حقیقت میں کوئی شبہ نہیں کہ بیشتر جماعتیں اور تنظیمیں اپنے طے کردہ اساسی مقاصد کی بحسن و خوبی تکمیل کررہی ہیں اور ان کے عمل میں اخلاص کی جھلک اور اصلاح کی تڑپ نمایاں ہے لیکن کیا کسی ایک ہی سنت کو سینے سے لگا کر دیگر تمام احکام شرعیہ سے بے پرواہ ہوجانا نبی آخر الزماں ﷺ کی کماحقہ' اتباع واطاعت کا نمونہ ہے......؟

اختلافِ رائے کی بنیاد پر تعصب؟

نظریاتی جہت پر مبنی یہ سوال دینی جماعتوں کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ اہل اسلام کے مابین باہمی افتراق وانتشار کی بیخ کنی اور اجتماعیت کے قیام کی آرزو ہر دل دردمند اور چشم پرنم کا دیرینہ خواب ہے جو صدیوں کی دشوار گزار اور کٹھن مسافت کے باوجود ہنوز شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکا تاہم اُمورِ فقہیہ اور مسائل شرعیہ کے بارے میں دقت ِنظر سے دیکھا جائے تو واضح ہوگا کہ اختلافِ رائے اگر مہرو وفا اور صدق وصفا کے جذبات کے ساتھ ہو تو کوئی ایسی مذموم شے نہیں کیونکہ مختلف اذہان کے حامل افراد کے مابین مکمل اشتراکِ رائے ایک ناممکن الحصول خواہش ہے۔ اصل مسئلہ باہمی نفرت وعداوت اور بغض وعناد کا ہے۔ فقہی اُمور میں اختلافِ رائے تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اور فقہائے عظامؒ کے مابین بھی موجود تھا لیکن ان کے نزدیک یہ مسائل اتنی شدت کے حامل نہیں تھے کہ ایک دوسرے کو دائرۂ اسلام ہی سے نکال دیا جائے بلکہ ان کی نظر میں یہ مسائل علمی نوعیت پر مبنی عمومی مباحث ہوا کرتے تھے جو ایک بیدار مغز قوم کا خاصہ ہوا کرتے ہیں۔ مندرجہ ذیل چند ایک مثالوں سے اس حقیقت کی مزید وضاحت ہوتی ہے۔

① حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے منیٰ میں (دورانِ حج) نمازِ قصر پڑھی، آپ ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی نمازِ قصر ادا کی، پھر حضرت عمر فاروقؓ نے بھی نمازِ قصر ادا کی پھر حضرت عثمانؓ نے ابتداے خلافت میں تو نماز قصر ہی کی لیکن بعد میں مکمل ادا کرنی شروع کردی۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جب امام (حضرت عثمانؓ) کے پیچھے

www.KitaboSunnat.com

نماز ادا کرتے تو پوری ہی پڑھتے تھے لیکن جب علیحدہ ادا کرتے تو قصر کیا کرتے تھے (کیونکہ وہ سفر میں قصر کرنے کے قائل تھے)۔ (صحیح مسلم مع شرح النووی، جلد۳ص ۲۱۲۳)

② اسی سے ملتا جلتا واقعہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ انہوں نے بھی حضرت عثمانؓ کے پیچھے پوری نماز ادا کی حالانکہ وہ سفر میں نمازِ قصر کے قائل تھے پھر جب ان سے کہا گیا کہ آپ (نماز کی مکمل ادائیگی پر) حضرت عثمانؓ کو عیب بھی لگاتے ہیں اور ان کے پیچھے نماز ادا بھی کرتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ الخلاف شر یعنی اختلاف کرنا شر (برائی) ہے۔ (عون المعبود شرح سنن ابی داؤد، جلد۲ص ۱۴۵)

③ عباس بن عبدالعزیز بیان کرتے ہیں کہ میں ایک روز امام احمد بن حنبلؒ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ علی بن مدینی بھی آ پہنچے اور ایک مسئلے پر بحث چھڑ گئی، بحث اتنی بڑھی کہ آوازیں بلند ہوگئی، میں ڈرا کہ جھگڑا ہوجائے گا لیکن جب علی ابن مدینیؒ رخصت ہونے لگے تو امام احمد بن حنبلؒ نے آگے بڑھ کر ان کی سواری کی رکاب تھام لی اور بڑی عزت سے انہیں سوار ہونے میں مدد دی۔ (جامع بیان العلم وفضلہ، ص ۲۵۹)

بہر حال یہ ذکر تو برسبیل تذکرہ نوکِ قلم سے صفحۂ قرطاس پر منتقل ہوگیا وگرنہ ہمارا مطلوب تو اس مقصد کا حصول ہے جو ملتوں کی تاریخ کو تابناک بناتا اور اس کے افراد کی فکر کو جلا بخشتا ہے کہ حالات کے مطابق طرزِ زندگی اختیار کرنا ہی دانشمند اقوام اور فہمیدہ عوام کا شعار ہے، کیفیاتِ زمانہ کے رعایت کئے بغیر ہر دور میں پوری تندہی و جانفشانی کے ساتھ ایک جیسے مسائل ہی پر بحث کرتے رہنا اور چھوٹی چھوٹی باتوں کو ہوا بنا کر ہمیشہ معاندانہ رویہ اپنائے رکھنا اہل دانش وبینش کا شیوہ نہیں۔ ملتِ اسلامیہ آج جن دگرگوں اور ناگفتہ بہ حالات سے دوچار ہے کیا وہ ہمیں اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ ہم اب بھی انہی مباحث میں اُلجھے رہیں جو بتدریج ہمارے علمی اَوزان کو زنگ آلود، فکری وسعتوں کو زوال پذیر، قوت کو کمزور اور ہمت کو پست کردیں۔

واضح ہو کہ ہمارے قابل صد احترام ائمہ عظامؒ اور فقہاے کرامؒ جس زمانے میں فروعی مسائل پر بحث فرمایا کرتے تھے، وہ اسلام کے بھرپور غلبے اور اقتدار کا دور تھا جبکہ آج اس کی مثال تو درکنار، عشرعشیر بھی نہیں ہے۔ اہل بصیرت کی دقیقہ رس اور رمز شناس نگاہوں میں ابھی وہ

منظر محفوظ ہوگا کہ جب امریکہ نے حکومتِ پاکستان کے اشتراک وتعاون کے ساتھ افغانستان پر حملہ کیا تھا تو تقریباً تمام 'باحمیت اور حساس' دینی جماعتوں نے متحد ہوکر حکومت کے اس مذموم اقدام کے خلاف پُرزور صداے احتجاج بلند کی تھی لیکن جب چند ماہ بعد ہی بھارت نے اپنی افواج کو پاکستان سے ملحقہ سرحدوں پر جمع کرنا شروع کردیا تو انہی تنظیموں نے صدرِ پاکستان کو پاک فوج کے دوش بدوش اپنے مکمل تعاون کی یقین دہائی کروائی تھی حالانکہ مسئلہ افغانستان پر حکومت سے ان کی چپقلش اور ناچاقی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں تھی لیکن یہ حالات کی سنگینی اور کیفیات کا تفاوت تھا کہ جس نے احوال کے پیش نظر انہیں اپنا طرزِ عمل بدلنے پر مجبور کیا۔ ہوبہو یہی کیفیت فروعی مسائل کی ہے۔ ان کے سلسلے میں بھی ہمیں اپنے رویے پر نظر ثانی کرنے کی ضرورت ہے۔ہم معاذ اللہ اس بات کے دعویدار نہیں کہ ان مسائل کا اسلامی مباحث سے کوئی تعلق اور واسطہ ہی نہیں۔ بلا شک وشبہ ان اُمور کا شمار بھی اسلام کی خدمت میں ہوتا ہے اور ان پر بحث وتحقیق کی ذمہ داری بھی علماء امت کی ہی ہے لیکن جن اُمور ومعاملات نے دورِ حاضر میں عالم اسلام کو نت نئی آزمائشوں سے دوچار کررکھا ہے، ان کا ترجیحی بنیادوں پر قلع قمع کرنا زیادہ ضروری ہے۔حالات کی تلاطم خیز اور ناسازگار اَمواج کے بے رحم تھپیڑوں کی زد میں آئی ہوئی اُمتِ مسلمہ کی شکستہ حال و درماندہ ناؤ تباہی کے قریب آن لگی ہے۔ہم علماے کرام کی خدمت میں بصد ادب واحترام مکمل دردِ دل کے ساتھ درخواست کرتے ہیں کہ خدارا عالم اسلام کی موجودہ بے کسی و ناچاری پر رحم کریں اور ان مسائل کو اتنے جوش و جذبے کے ساتھ ہوا نہ دیں جو عصر حاضر میں ضمنی حیثیت کے حامل ہیں۔

قلم آمادہ، تقریر مستعد اور قلب بیدار ہو تو کتنے چیلنج ہیں جو عرصہٴ دراز سے علماء کرام کی کماحقہٗ توجہ کے منتظر ہیں۔شرک و بدعت، فتنہٴ انکار حدیث، نصوصِ نقلیہ پر اُمور عقلیہ کی فوقیت عریانی وفحاشی اور سُود وغیرہ جیسے کتنے اُمور ہیں جن پر قرآن وسنت کی روشنی میں کام کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ اہل علم وقلم ان موزوں موضوعات پر اپنی تحریروں کو ترتیب دیں اور استعداد کو اُبھاریں کہ حالاتِ حاضرہ اسی سعی مشکور کے متقاضی ہیں ۔

اُٹھو وگرنہ حشر ہوگا نہ پھر کبھی　　　دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا!!

محدث کا یہ شمارہ جولائی اور اگست ۲۰۰۳ء کا مشترکہ ہے، قارئین نوٹ فرمالیں۔ ادارہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد علی قصوریؒ
ایم اے، کینٹب

اَدیان و مذاہب
[آخری قسط:۵]

اسلام اور عیسائیت میں حقوق اللہ اور حقوق العباد

قرآن میں حقوق اللہ اور حقوق العباد انفرادی؛ قومی وملی

اب مقابلہ کیلئے نہیں بلکہ عیسائیوں کو اتمامِ حجت کی خاطر ہم قرآنی تعلیم کو مختصر پیش کریں گے:

عبادات: توحیدِ حقیقی کو ذہن نشین کرنے سے انسان کے تعلقات اپنے خالق سے درست ہوجاتے ہیں۔ اس لئے ان تعلقات کو قائم و دائم رکھنے کے لئے چند آئین وقوانین ہونے چاہئیں کہ ایک دفعہ توحیدِ کامل کا سبق پڑھ کر انسان اِسے بھول نہ جائے؛ انہیں اصطلاحِ شرع میں 'عبادات' کہتے ہیں۔ عبادات میں محاکمہ کے لئے ایک مبسوط بحث کرنے کی ضرورت ہے جس کی یہاں گنجائش کہاں!! کیونکہ اناجیل میں جیسا کہ مذکور ہوچکا ہے عبادات کا تو سرے سے ذکر ہی نہیں، ہاں اگر گرجے کے گھنٹوں اور ہارمونیم و آرگن کی دلکش سروں اور خوبصورت کنواریوں کے سریلے اور دلربا گانوں میں خدا کا قرب مضمر ہوتا تو موجودہ زمانہ کے تھیٹر اور ناچ گھر خدا کے پانے کا سب سے زیادہ مفید اور سہل ذریعہ ثابت ہوتے۔ اور شاید یہی وجہ ہے کہ اکثر مسیحی گرجا جانے کی نسبت تھیٹر یا ناچ گھر یا سینما جانا زیادہ پسند کرتے ہیں۔ وہ دیکھیں گھر خدا کا، ہم خدا کی شان دیکھیں گے۔ اس لئے اسلام کی عبادات ازقسم نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ وغیرہ کا ذکر یہاں ان کے مقابلہ کے لئے نہیں بلکہ بطورِ اتمام کیا جاتا ہے۔

نماز ہی کو لیجئے، ابتدا سے لے کر انتہا تک اس میں حضرت ذوالجلال خالق ربّ السماوات کی تقدیس وتسبیح وتحمید وتمجید ہوتی ہے۔ ذرا اذان پر غور کرو اور پھر عیسائیوں کے گرجا کے گھنٹوں پر غور کرو تو معلوم ہوجائے گا کہ اسلام نے عبادت کے مفہوم کو کس طرح سمجھا ہے اور کیونکر اسے نبھایا ہے۔ اذان کا مقصد ہے، نماز کے لئے لوگوں کو اکٹھا کرنا۔ اس سے فقط اسی قدر

www.KitaboSunnat.com

پکارنا کہ حی علی الصلوٰۃ (نماز کے لئے آؤ) کافی ہوتا، مگر نہیں، شارع علیہ الصلوٰۃ اس سے بھی خاص فائدہ لینا چاہتے تھے۔ نمازی کے کانوں میں پہلی آواز جو پڑے تو اللہ اکبر کی ہو۔ اور اس کا خیال معاً نماز و عبادت کے مقصد کی طرف منعطف ہوجائے کہ اصل عبادت خدا کی بڑائی اور بزرگی کو سچے دل سے ماننے کا نام ہے، اس لئے چار دفعہ اللہ اکبر اور دو دفعہ أشهد أن لا اله الا الله اور دو دفعہ أشهد أن محمدًا رسول الله (ﷺ) پکار کر پھر حی علی الصلوٰۃ پکارا جاتا ہے۔ بعد میں اس نماز کے نتائج کی طرف فوراً توجہ کی جاتی ہے۔ حي علی الفلاح (کامیابی وفلاح کی طرف آؤ) یعنی نماز کا نتیجہ دین و دنیا دونوں جہان میں کامیابی وکامرانی ہوگا۔ آخر میں اذان کو پھر خدا کی عظمت جتلا کر اور اسی ذاتِ واحد کو قابل عبادت قرار دے کر ختم کیا گیا ہے۔

اصل میں قرآن حکیم اور اسلام کے ایک ایک حکم میں ہزارہا نکات و اسرار پوشیدہ ہیں۔ انسان کہاں تک خامہ فرسائی کرتا چلا جائے......

در بندآں مباش کہ مضمون نماندہ است
صد سال میتواں سخن از زلف یار گفت

الغرض آپ جوں جوں نماز پر غور کرتے جائیں گے، آپ کے دل میں نہ صرف عبادت کا صحیح مفہوم آجائے گا۔ بلکہ آپ کو معلوم ہوجائے گا کہ پہلے کسی مذہب میں عبادت کا اتنا وسیع مفہوم صحیح طور پر آیا ہی نہیں، یہی حال روزہ، حج اور زکوٰۃ کا ہے۔

حقوقُ العباد

عبادت کے بعد حقوقُ العباد کا درجہ آتا ہے، اس میں بھی خیر سے اناجیل بالکل خالی ہیں۔ سوائے چند ایک عمدہ فقرات کے اور کچھ نہیں۔ ان میں بھی بعض میں بہت ہی افسردگی افزا فقرات ہیں اور بعض محض رہبانیت سے معمور اور دنیاوی نفرت کے جذبات سے مملو۔ سب سے پہلے والدین کا درجہ آتا ہے۔ بعد میں اعزا و اقربا کا، چنانچہ

① ''اگر کوئی میرے پاس آئے اور اپنے باپ اور ماں اور بیوی بچوں اور بھائیوں بہنوں

بلکہ اپنی جان سے بھی دشمنی نہ کرے تو میرا شاگرد نہیں۔'' (لوقا: باب۱۴/ آیت ۲۶)

② میں اس لئے آیا ہوں کہ آدمی کو اس کے باپ سے اور بیٹی کو اس کی ماں سے اور بہو کو اس کی ساس سے جدا کردوں اور آدمی کے دشمن اس کے گھر ہی کے لوگ ہوں گے۔

(متی: باب۱۰/ آیت ۳۵و۳۶)

اب اس کے مقابلہ میں قرآن حکیم کی تعلیم کو لو:

① ﴿وَقَضٰى رَبُّكَ أَنْ لاَّ تَعْبُدُوْآ إِلاَّ إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا أَوْ كِلاَهُمَا فَلاَ تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلاَ تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلاً كَرِيْمًا، وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِىْ صَغِيْرًا﴾

''اور اے پیغمبر تیرے پروردگار نے فیصلہ کیا ہے کہ سوائے اس کے کسی کی پرستش نہ کرو اور والدین سے احسان کر۔ اگر ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑی عمر کے ہو جائیں تو انہیں اُف تک بھی نہ کہہ اور نہ انہیں جھڑک اور ان سے نہایت نرمی اور مہربانی کی بات کہہ اور دونوں کے لئے رحمت کا بازو جھکا دے اور کہہ کہ اے پروردگار ان پر اسی طرح رحمت فرما جیسا کہ ان دونوں نے میری صغرسنی میں میری پرورش کی۔'' (بنی اسرائیل: آیت ۲۳، ۲۴)

② ﴿وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلاَ تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا﴾

''اور قرابت مندوں کو ان کا حق دو اور مسکینوں اور مسافروں کو بھی دو اور دولت کو بُری طرح مت اُڑاؤ۔'' (بنی اسرائیل:۲۶)

③ ﴿وَاعْبُدُوْا اللّٰهَ وَلاَ تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْجَارِ ذِى الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾ (النساء:۳۶)

''اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ نیکی کرو اور قرابت مندوں کے ساتھ اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اور ہمسایہ رشتہ دار اور ہمسایہ اجنبی اور رفیق کے ساتھ بھی اور مسافروں اور ان کے ساتھ بھی جو تمہارے قبضہ میں ہوں۔''

اگر عیسائی یہ کہیں کہ مسیح کی تعلیم بالا فقط اس صورت کے لئے ہے جبکہ والدین یا اعزا مخالفِ مسیحیت ہوں، تو اس کے جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ اگر یہ اس صورت کے لئے ہے

www.KitaboSunnat.com

تو دوسری صورت کے لئے انجیل میں تعلیم کہاں اور کیا ہے اور اگرچہ احکام کی عمومیت ان کے دعویٰ کی تاویل تخصیص کی صاف تردید کررہی ہے اور خود حضرت مسیحؑ کا عمل اسی تاویل کے خلاف ہے کیونکہ ''جب اس کی ماں اور بھائی اس سے ملنے کے لئے آئے تو اس نے نہایت نفرت سے ان سے ملنے سے انکار کردیا اور کہا کہ کون ہے میری ماں اور کون ہیں میرے بھائی؟'' (متی: باب۱۲، آیت ۴۸ اور دیکھو متی ۱۲ و ۴۶ ر مرقس ۳:۳۱ تا ۳۵ ولوقا ۸:۱۹ تا ۲۱)

لیکن اگر مان بھی لیا جائے کہ ایسا ہی ہے تو بھی یہ تعلیم بالکل غیر موزوں اور خلافِ انسانیت ہے۔ قرآنِ کریم کی تعلیم ایسی صورت میں ملاحظہ ہو:

﴿وَوَصَّيْنَا الإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَى وَهْنٍ وَّفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْلِيْ وَلِوَالِدَيْكَ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ، وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلَى أَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلاَ تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا﴾ (سورۂ لقمان:۱۴)

''اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی وصیت کی اس کی ماں نے اس کو مصیبت پر مصیبت کے ساتھ اُٹھایا۔ پھر دو سال دودھ بھی دیا پس اس کو حکم دیا کہ میرا شکریہ ادا کرے اور ماں باپ کا بھی لیکن اگر وہ تم کو شرک پر مجبور کریں تو ان کی بات مت مان اور ان سے دنیوی اُمور میں نیک سلوک کرو۔''

ذرا کفر کے حکم پر غور کیجئے کہ اگر وہ تجھے شرک پر مجبور کریں تو ان کی اطاعت نہ کر لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ تو ان کے حقوقِ ربوبیت کو بھی بھول جائے اور احسان فراموش ہوجائے اور ان سے کامل طور پر انقطاعِ تعلق ہی کرلے۔ نہیں، دنیا میں ان کی پوری خدمت گزاری کر اور ان کو ہر طرح کا دنیاوی آرام پہنچانے کی کوشش کر۔ البتہ جب کبھی موقع ہو تو انہیں نیک نصیحت کرتے رہو؛ شاید کہ وہ راہِ راست پر آجائیں۔

یہ تو موازنہ ہے حقوقِ والدین و اعزا کا۔ اب دوسری طرف تعلقات کے لئے رہنمائی ورہبری چاہئے تو اس کے لئے اناجیل کے صفحات کو پلٹنا بیکارِ محض ہے۔ کیونکہ ان میں اس کا ذکر تک نہیں۔ اگر باپ کو اپنے بیٹوں سے سلوک کرنے کے لئے ہدایت چاہئے تو اس کے لئے اناجیل کی صفحہ گردانی فضول ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ تو متاہل (متزوّج) ہوئے اور نہ

ہی انکے کوئی بچہ ہوا۔اس لئے اناجیل کے صفحات ان دونوں نہایت اہم جزئیاتِ حیاتِ انسانی پر خاموش ہیں۔ اگر ان کے لئے کسی کو ہدایت چاہئے تو وہ آئے اور کتاب حکیم کلام اللہ العظیم قرآنِ کریم کا مطالعہ کرے جس میں اسے ہر شعبہ زندگی کے متعلق اصولی قوانین ملیں گے :

﴿وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ إِلَّا فِيْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ﴾ (الانعام:۵۹)

''کوئی تر و خشک چیز نہیں ہے مگر روشن کتاب میں دے دی گئی ہے۔''

تو گویا حقوق العباد میں ہدایت کے لئے بھی اناجیل کی صفحہ گردانی فضول ہے۔قرآنِ حکیم ہی کا ہر عاقل کو دست نگر ہونا پڑے گا۔اس لئے اس معاملہ میں قرآنِ حکیم کی تعلیم کے سامنے اناجیل کی تعلیم کا ذکر لا حاصل ہے۔

قومی وملی حقوق

حقوق العباد کے بعد حقوقِ ملی کا درجہ ہے یعنی انفرادی تعلقات کے بعد قومی و ملی تعلقات کا مقام ہے۔اس میں تین منازل ہیں :

① صحیح مساواتِ انسانی، یعنی بنی نوع انسان میں مابہ الامتیاز فقط عمل صحیح ہو اور عمل صالح ہی مدارِ فضیلت اور ذریعہ نجات قرار دیا جائے۔ دنیاوی سامان کی قلت و کثرت، ذاتی وجاہت و شرافت حسب ونسب پر اسے منحصر نہ کیا جائے۔

② ایک عام خواہش بنی نوع میں پیدا کر دی جائے خیر الناس من ینفع الناس الحدیث ''بہترین آدمی وہ ہے جو لوگوں کو فائدہ پہنچائے۔'' (کنز العمال:۴۴۱۵۴)

③ قانونِ اخلاق و اُصولِ مجازات اس قدر منصفانہ ہوں کہ ہر شخص بلا امتیاز ان پر عامل ہو سکے اور ہر سوسائٹی اپنے ہر منزلِ تمدن میں اس کو جاری کر سکے۔

منزلِ اوّل: عیسائیوں نے محض کفارہ کو نجات کا ذریعہ اور عمل کو غیر ضروری قرار دے کر انسانی مساوات پر اس قدر سخت کاری ضرب لگائی ہے کہ سرے سے امتیازِ نیک و بد اٹھ گیا۔ اس عقیدے سے انسانی اعمال کی ذمہ داری کا احساس یک قلم فوت ہو جاتا ہے۔ بلکہ اعمالِ صالحہ کی رغبت و تحریص کا واحد ذریعہ فوت ہو جاتا ہے۔علاوہ ازیں تمام انجیل میں امیر و غریب

www.KitaboSunnat.com

شریف صاحبِ فراست و بے عقلوں میں اس قدر بیجا وخلافِ عقل تفریق قائم کی ہے کہ اس کے مطالعہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ فقط غربا اور جہلاء و حمقا کے لئے مبعوث ہوئے۔ چنانچہ امیر آدمی کے لئے خدا کی بادشاہت میں داخل ہونا اونٹ کے سوئی کے ناکے سے گزرنے سے بھی زیادہ غیر ممکن ہے۔ برعکس اس کے قرآنِ حکیم نے ہر شخص کے لئے خدا کی بادشاہت کا دروازہ کھول دیا ہے، بشرطیکہ اس کے اعمال صحیح ہوں اور ہر شخص اپنے اپنے اعمال کا علیحدہ علیحدہ جوابدہ ہوگا۔ اللہ جل شانہ فرماتے ہیں:

﴿كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ﴾ (المدثر:۳۸)

''ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے میں گروی ہے۔''

﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاكُمْ﴾ (الحجرات:۱۳)

تم میں سے اللہ کے نزدیک زیادہ معزز وہی ہے جو تم میں خدا سے زیادہ ڈرنے والا ہو۔''

یہ نہیں جو دولت مند ہے، وہ ملعون ہے چاہے اس کے اعمال اچھے ہی ہوں:

﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ، وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ﴾

''جو شخص رائی برابر نیکی کرے گا وہ اسے پائے گا اور جو شخص رائی برابر برائی کرے گا تو وہ اسے بھی پالے گا۔'' (الزلزال:۷،۸)

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَالصَّابِئِيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾

''بلاشبہ مؤمن اور یہودی، عیسائی اور صابی (ابراہیمی) لوگوں میں سے جو شخص بھی اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان لائے اور عمل صالح کرے تو ایسے لوگوں کا اجر اللہ کے ہاں ہے اور نہ ان پر خوف ہوگا اور نہ وہ غم کھائیں گے۔'' (البقرۃ:۶۲)

﴿بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْئَتُهٗ فَاُولٰئِكَ أَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ، وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ﴾

''ہاں جو شخص برائی کرے اور اس کی خطا کاریاں اس کا احاطہ کرلیں تو ایسے لوگ آگ والے ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور وہ لوگ جو ایماندار ہیں اور انہوں نے نیک عمل بھی کئے وہ بہشت والے ہیں اور وہیں ہمیشہ رہیں گے۔'' (البقرہ:۸۱،۸۲)

www.KitaboSunnat.com

ان آیات کو غور سے پڑھئے اور ایمان کے ساتھ عمل صالح کو شرطِ نجات قرار دینا پچھلے جملہ مذاہب پر اس قدر سبقت ہے کہ اس کا اندازہ اربابِ ذوقِ سلیم ہی کر سکتے ہیں۔ اسلام سے پہلے جملہ مذاہب نے اعتقاد کو اصلِ نجات قرار دیا تھا۔ ان کا یہ خیال تھا کہ انسانی فطرت گناہ میں پیدا ہوتی ہے اور فقط اعتقاد ہی اسے آتشِ جہنم سے بچا سکتا ہے۔ بالخصوص مسیحی حضرات کا کفارہ کا عقیدہ اسی فاسد اعتقاد سے پیدا ہوا۔ **بناء الفاسد علی الفاسد**

یہی وجہ ہے کہ اسلامی تعلیم جہاں انسان میں اپنے اعمال کی ذمہ داری کے احساس کو ترقی دیتے دیتے اسے انسانِ کامل بنا دیتی ہے۔ مسیحی تعلیم اس احساس و جذبہ کو کمزور کرتے کرتے بالکل فنا کر کے انسان کو حیوان اور بالکل بیکار ہستی بنا دیتی ہے۔ اور فی الحقیقت مسیحی دنیا کے موجود قوانینِ فوجداری و دیوانی خود مذہبِ مسیحیت کی سب سے زیادہ پر زور تردید کر رہے ہیں۔ **فتِی فھم عَلَی تدبر**

اب رہی منزل اِصلاح بین الناس کی۔ سو اس بارے میں مسیحی تعلیم سوائے چند اچھے اور خوبصورت جملوں کے کچھ نہیں پیش کر سکتی۔ برخلاف اس کے آنحضرت سرورِ عالم ﷺ نے اصلاح بین الناس کو ایک باقاعدہ حکمت بنا دیا ہے اور اس کے تمام مدارج اس قدر صاف صاف اور واضح کر کے بتلا دیئے ہیں کہ ایک نہایت قابل جرنیل اپنی فوج کی نقل و حرکت کے لئے بھی ایک مکمل نقشہ بنا کر تیار کر لے۔ اس لئے آپ نے بڑے دعویٰ سے فرمایا کہ اگر تم میرے بتلائے ہوئے پر عمل کرو گے تو "لن تضلوا بعدي" میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ چنانچہ جہاں پہلے حکم دیا وہاں ساتھ ہی اس کے مدارج بیان فرمائے۔

① ﴿كُنْتُم خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَامُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾ (آلِ عمران:۱۱۰)

''تم بہترین اُمت ہو جو لوگوں کے لئے بھیجے گئے ہو۔ تم نیکی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے روکتے اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔''

② ﴿وَلْتَكُنْ مِنكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيرِ وَ يَأمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (آل عمران:۱۰۴)

www.KitaboSunnat.com

''اور چاہیئے کہ تم میں سے ایک جماعت ہمیشہ نیکی کی طرف بلائے اور وہ نیکی کا حکم کرے اور برائی سے روکے اور وہی لوگ مراد کو پہنچنے والے ہیں۔''

③ ﴿ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ...... الاية﴾ (التوبہ:۱۲۲)

''ہر ایک فریق میں سے کیوں ایک جماعت نہ ہو جو تفقہ فی الدین حاصل کرے۔''

(۴) پھر فرمایا: ﴿ إِلاَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ وَتَوَا صَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَا صَوْا بِالصَّبْرِ﴾ (سورۃ العصر)

''(گھاٹے سے بچنے والے) صرف وہی لوگ ہیں جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اور ایک دوسرے کو سچائی اور صبر کی تلقین کی۔''

پھر احادیث میں اس کثرت سے اسکے فضائل بیان فرمائے کہ ان کا شمار بھی ممکن نہیں۔

خير الناس من ينفع الناس (کنز العمال:۴۴۱۵۴)

''بہترین آدمی وہ ہے جس سے لوگوں کو فائدہ پہنچے۔''

خيركم خيركم لأهله (ابن ماجہ:۱۹۷۷)

''اچھا تم میں سے وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لئے اچھا ہو۔''

خيركم من تعلم القرآن و علمه (بخاری:۵۰۲۷)

''بہترین وہ ہے جس نے قرآن پڑھا پھر اس کو پڑھایا۔''

ان سب آیات واحادیث کو بار بار پڑھو اور ان پر غور کرو تو اس میں حکمت کی ایک کان (ذخیرہ) مضمر پاؤ گے۔ اور یہ ابھی ان تمام آیات واحادیث کا عشرعشیر بھی نہیں ہیں جو اس مضمون پر آئی ہیں۔

الغرض کہاں تک مقابلہ کریں۔ اگر مسیحیت میں کچھ ہو تو مقابلہ کرنے کا بھی لطف آئے اب تو ہر میدان میں اس کا دامن بالکل خالی ہے اور اس کی مثال خالی دکان والے بقال (سبزی فروش) کی ہے جس سے جو چیز پوچھی جاتی تھی کہ یہ تمہارے پاس ہے تو وہ ہر ایک کے جواب میں یہی کہتا ہے کہ یہی نہیں اور سب کچھ موجود ہے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

[ہفت روزہ 'توحید' امرتسر: جلد ۲ عدد ۱، ۲، ۷ تا ۱۱ (۷ راقساط) ......۹ رنومبر ۱۹۲۷ء تا ۱۸ رجنوری ۱۹۲۸ء]

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر عصمت اللہ☆

غزوۂ ہند کا تعین اور اس کی فضیلت

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام ۲۶/جنوری ۲۰۰۳ء کے علمی مذاکرے میں رسول اکرم ﷺ کی پیش گوئیوں کے حوالے سے تعبیر و توجیہ کے جو اُصول طے پائے تھے (محدث: مئی ۲۰۰۳ء) ان کے مطابق پیش گوئیوں کی تعبیر وتوجیہ زبان رسالتؐ سے وارد مابعد الطّبعیاتی (غیبی) اُمور کی تشریح وتفصیل کے اُصولوں سے یکسر مختلف ہے کیونکہ پیش گوئیاں عموماً ان زمینی حقائق کے بارے میں ہوتی ہیں جن کی تعبیر میں تاویلاتِ فاسدہ سے احتراز کی صورت اختیار کرتے ہوئے اِستعاراتی اُسلوب نہ صرف جائز ہے بلکہ قیاساتِ بعیدہ سے اِحتیاط ملحوظ رکھتے ہوئے ان میں اجتہاد کا وسیع عمل دخل بھی ہے۔ البتہ پیش گوئیوں کے بارے میں زبانِ رسالتؐ سے ذکر کردہ علامات کے تحت جو اُلجھن عموماً علما کو پیش آتی ہے وہ ان کے زمانہ کے احوال وظروف کے دائرے میں ایسے اُمور سے قریبی مشابہت ہوتی ہے جس سے یہ انہیں گمان ہوتا ہے کہ یہی حالات کسی متعین پیش گوئی کے وقوع پذیر ہونے کے ہیں جبکہ گزرا ہوا وقت ہلکا نظر آتا ہے یا مستقبل کا اُفق زیادہ وسیع ہوتا ہے، اسی لئے اگر الفاظ وقرائن زیادہ واضح نہ ہوں تو پیش گوئی کے بارے میں امکانی توجیہ ہی مناسب ہوتی ہے۔

پیش گوئی کا مقصد چونکہ انسانی رویوں کی اصلاح بھی ہوتا ہے، اس لئے بھرپور کوشش ہونی چاہئے کہ پیش آمدہ حالات کا جائزہ لیتے ہوئے اصل حقائق کا تعین کیا جائے۔ پیش گوئیاں عموماً یا تو ایسے حالات یا علامتوں پر مشتمل ہوتی ہیں جو عموما پیش آتے رہتے ہیں یا ایسے حقائق پر مشتمل ہوتی ہیں جو صرف ایک ہی دفعہ معرضِ وجود میں آئے ہیں یا آئیں گے۔

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

www.KitaboSunnat.com

ان کی فضیلت اور مذمت بھی اس خاص موقعے کے اعتبار سے ہوتی ہے۔غزوۂ ہند جس کی اتنی بڑی فضیلت زبانِ رسالت سے بیان ہوئی کہ بعض جلیل القدر صحابہ خلافتِ راشدہ کے دیگر عظیم غزوات کے بالمقابل اس میں شرکت کی خواہش کرتے رہے، وہ ایک لازماً متعین غزوہ ہے جس کے لئے احادیث میں وارد الفاظ بعث ، جيش ، عصابة وغیرہ واضح دلیل ہیں۔ان کو نظر انداز کرکے عہدِ نبوت سے لے کر تا قیامت برصغیر (ہندوستان) میں پیش آنے والی مسلمانوں اور کافروں کی تمام لڑائیوں کو 'غزوۂ ہند' قرار دے دینا درست نہیں ہے جیسا کہ مقالہ نگار نے کیا ہے۔ بالخصوص برصغیر کے اندر کی مسلمانوں اور کافروں کی باہمی لڑائیاں تو بالکل غزوۂ ہند نہیں ہیں۔غزوہ ہند کے بارے میں احادیث کا اُسلوب بالکل واضح ہے کہ یہ ایک لشکر بیرونِ ہند سے برصغیر موجودہ پاک و ہند پر حملہ آور ہوگا۔قرین قیاس یہی ہے کہ یہ برصغیر ہند پر مسلمانوں کا وہ پہلا تاریخی حملہ تھا جب سندھ بھی پاکستان کی بجائے ہندوستان کا حصہ تھا۔اسی لئے ہمارے خیال میں یہ غزوہ بنواُمیہ (ولید بن عبدالملک) جن کا دارالخلافہ شام (بیت المقدس) تھا، کے زمانے میں محمد بن قاسم کا وہ حملہ ہی ہے جو ہند کے باسیوں پر اس وقت ہوا جب وہ کافر تھے۔ یہ حملہ برصغیر میں وسیع طور پر اسلام کے پھیلاؤ کا باعث بھی ہوا اور اس حملہ میں کافروں کا راجا داہر تو مارا گیا لیکن بہت سے ماتحت حکام مسلمانوں کے قیدی بھی بنے۔اس لحاظ سے یہ غزوہ امام مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزولِ ثانی کے وقت دجال سے لڑی جانے والی اس جنگ سے بہت قبل پیش آنے والی وہ لڑائی ہے جو حتمی طور پر ابھی مسلمانوں کو پیش نہیں آئی۔

ہم نے زیرنظر مقالہ کے آخر میں جو سوالات ادارۂ محدث کی طرف سے اُٹھائے ہیں، وہ بحث کی اسی تنقیح کی غرض سے ہیں کیونکہ مقالہ نگار کی جمع کردہ احادیث سے فقہ الحدیث کی صورت میں مقالہ نگار نے جو نتائج اخذ کئے ہیں، ان کا رخ ان دنوں برصغیر کی اندرونی چپقلش کی طرف جارہا ہے یعنی برصغیر کے دونوں حصے پاکستان اور ہندوستان کے مابین مسئلہ کشمیر پرکوئی جنگ مراد لی جارہی ہے۔قضیہ کشمیر اس وقت پاک و ہند کی کشمکش میں اہم عنصر ہونے

کے باوجود اسے مجوزہ غزوۂ ہند قرار دینا 'تحکم' دکھائی دیتا ہے۔ گویا مقالہ نگار نے عہدِ نبوت کے بعد تا قیامت پیش آنیوالی برصغیر کی تمام لڑائیوں کو غزواتِ ہند کا جو تسلسل قرار دیا ہے اسکا حاصل یہ ہے کہ غزوۂ ہند کوئی متعین غزوہ نہیں ہے بلکہ وہ متعدد قوموں کے درمیان پیش آنے والے مختلف واقعات ہیں۔ اگر کوئی لڑائی برصغیر پر کسی قوم کے پے در پے حملوں کا ایک تسلسل ہی ہوتی، پھر بھی شائد اسے 'ایک غزوہ' قرار دینے کی گنجائش نکل سکتی تھی لیکن واقعتاً ایسا بھی نہیں ہے۔ ہمارے انہی ملاحظات کے پیشِ نظر زیر اشاعت بحث کا قارئین مطالعہ فرمائیں۔ (محدث)

غزوۂ سندھ و ہند؛ ایک مبارک الہامی پیش گوئی

غزوہائے ہندو سندھ اسلامی تاریخ کا ایک درخشاں باب ہے، اس کا آغاز خلفاءِ راشدین کے عہد سے ہوا، جو مختلف مراحل سے گذرتا ہوا آج ۲۰۰۳ء میں بھی جاری ہے اور مستقبل میں اللہ بہتر جانتا ہے کب تک جاری رہے گا۔ اس کی دینی بنیادوں پر غور کریں تو حقیقت یہ ہے کہ ایک لحاظ سے (یہ سلسلہ) غزوۂ ہند، نبوی غزوات وسرایا میں شامل ہے۔

ہماری نظر میں نبوی غزوات کی ...... بلحاظِ زمانہ وقوع ...... دو بڑی قسمیں ہیں:

❶ غزواتِ ثابتہ یا واقعہ

یعنی وہ جنگیں جو رسول اکرم ﷺ کی زندگی میں وقوع پذیر ہوچکیں۔ سیرت نگاروں اور محدثین کی اصطلاح میں ان غزوات کی دو قسمیں ہیں:

لا: **غزوہ**: وہ معرکہ جس میں آپ ﷺ نے بذاتِ خود شرکت فرمائی اور جنگ میں مجاہدین صحابہ کی کمان اور قیادت کی۔ تعداد کے اعتبار سے یہ تقریباً ۲۷ جنگیں ہیں جن میں نبی ﷺ نے بذاتِ خود شرکت فرمائی۔ [1]

ب: **سریہ**: محدثین اور سیرت نگاروں کی اصطلاح میں وہ جہادی مہمات جن میں آپ نے بذاتِ خود شرکت نہیں فرمائی بلکہ کسی صحابی کو قیادت کے لئے متعین فرمایا 'سریہ'

کہلاتی ہیں اور کتبِ حدیث وسیرت میں ان غزوات وسرایا نبویہ کے تفصیلی حالات کا تذکرہ موجود ہے۔

زمانی تقسیم کے لحاظ سے یہ دونوں قسمیں 'غزواتِ واقعہ' کے ذیل میں آتی ہیں۔

2 غزواتِ موعودہ

اس کی (ایک) مثال نبی اکرم ﷺ کی وہ پیشین گوئی ہے جسے ترکوں سے جنگ کے سلسلہ میں حضرت ابو ہریرہؓ نے روایت کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''قیامت سے قبل تم چھوٹی آنکھوں، سرخ چہروں، اور ہموار ناک والے ترکوں سے جنگ کروگے، ان کے چہرے گویا چپٹی ڈھالیں ہیں۔''[۲]

غزواتِ موعودہ کی ایک اور مثال فتح قسطنطنیہ کی نبوی پیشین گوئی ہے۔ سیدنا ابو ہریرہؓ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''قیامت سے قبل یہ واقعہ ضرور پیش آئے گا کہ اہل روم اَعماق یا دابق[۳] کے قریب اُتریں گے تو ان سے جہاد کے لئے، روئے زمین پر اس وقت کے بہترین لوگوں پر مشتمل ایک لشکر مدینہ منورہ سے نکلے گا۔ جنگ کے لئے صف بندی کے بعد رومی کہیں گے: ہمارے مقابلے کے لئے ان لوگوں کو ذرا آگے آنے دیجئے جو ہماری صفوں سے آپ کے ہاتھوں قیدی بنے (اور مسلمان ہو کر آپ سے جا ملے ہیں)، ہم ان سے خوب نمٹ لیں گے۔ مسلمان جواباً ان سے کہیں گے: بخدا ہم اپنے بھائیوں کو آپ کے ساتھ اس لڑائی میں اکیلے نہیں چھوڑ سکتے۔ اس کے بعد جنگ ہوگی جس میں ایک تہائی مسلمان شکست خوردہ ہو کر پیچھے ہٹ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی توبہ ہرگز قبول نہیں فرمائے گا۔ ایک تہائی لڑ کر شہادت کا درجہ حاصل کریں گے، یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں افضل ترین شہداء کا مقام پائیں گے۔ باقی ایک تہائی مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ فتح سے ہمکنار فرمائیں گے، ان کو آئندہ کسی آزمائش سے دوچار نہیں کیا جائے گا، یہی لوگ قسطنطنیہ کو فتح کریں گے۔''[۴]

کفار کے خلاف نبوی غزوات میں سرکارِ دو عالم ﷺ کی قیادت میں شرکت کے لئے صحابہ کرام بے پناہ شوق اور جذبہ رکھتے تھے۔ ایسا شوق، سچے ایمان کا تقاضا اور حقیقی حب

رسول ﷺ کی علامت تھی۔ لیکن نبی اکرم ﷺ کے مبارک عہد کے بعد، جب آپ کی قیادت میں جہاد کی سعادت حاصل کرنے کا موقع باقی نہ رہا تو سلف صالحین ایسے مواقع کی تلاش میں رہتے تھے کہ کم از کم آپ کی پیش گوئی والے معرکہ میں شرکت کی سعادت ضرور حاصل کرسکیں۔

اس ضمن میں ایک دلچسپ واقعہ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کے عم زاد، برادر نسبتی اور مشہور تابعی کمانڈر حضرت مسلمہ بن عبدالملک بن مروان کے بارے میں کتبِ حدیث وتاریخ میں نقل ہوا ہے۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ حضرت عبداللہ بن بشیر بن سحیم خثعمی غنویؓ اپنے والد حضرت بشیرؓ سے ایک حدیث بیان کرتے تھے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے سنا:

''قسطنطنیہ کا شہر ضرور فتح ہوگا، اس فاتحانہ مہم کا امیرِ لشکر بہترین امین اور لشکرِ مجاہدین بہترین لشکر ہوگا۔'' (مسند احمد: ۲۳۵/۴ بحوالہ السلسلة الضعيفة: ۸۷۸)

یہ حدیث حضرت مسلمہ بن عبدالملک کے علم میں آئی تو انہوں نے اس کے راوی حضرت عبداللہ بن بشیر کو بلوا بھیجا۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ جب میں ان سے ملا تو انہوں نے مجھ سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو میں نے اس کی تصدیق کرتے ہوئے ان کو یہ حدیث سنائی، چنانچہ انہوں نے مجھ سے یہ حدیث سننے کے بعد قسطنطنیہ پر چڑھائی کا فیصلہ کیا۔

احادیثِ غزوۂ ہند میں امام بیہقیؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ کی جو روایت نقل کی ہے (دیکھئے السنن الکبریٰ: ۱۷۶/۹)، اس میں حضرت امام ابواسحٰق فزاری کا قول ذکر کیا ہے کہ جب انہوں نے یہ حدیث سنی تو ابن داود سے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا:

''کاش کہ مجھے رومیوں کے ساتھ جنگ و جہاد میں گذری ساری عمر کے بدلہ میں ہندوستان کے خلاف، نبوی پیشین گوئی کے مطابق، جہادی مہم میں حصہ لینے کا موقع مل جاتا۔''

امام ابواسحٰق فزاریؒ کی اس تمنا (کے پیش نظر ان) کی عظمت کا اندازہ ان کے مناقب میں، حضرت فضیل بن عیاضؒ کے اس خواب سے لگایا جاسکتا ہے جو امام ذہبی نے سیر أعلام النبلاء میں نقل کیا ہے۔ انہوں نے خواب میں دیکھا:

www.KitaboSunnat.com

''نبی ﷺ کی مجلس لگی ہوئی ہے اور آپ کے پہلو میں ایک نشست خالی ہے تو میں نے ایسے موقع کو نادر اور غنیمت سمجھتے ہوئے اس پر بیٹھنے کی کوشش کی تو نبی ﷺ نے یہ کہتے ہوئے منع فرمایا کہ یہ نشست خالی نہیں بلکہ ابواسحٰق فزاری کے لئے مخصوص ہے۔''(۵)

غزوۂ سندھ و ہند کے متعلق نبوی پیشین گوئی

غزوۂ ہند وسندھ نبی ﷺ کی پیش گوئیوں میں ان غزواتِ موعودہ کی ذیل میں آتا ہے جن کی فضیلت کے متعلق نبی کریم ﷺ سے متعدد احادیث مروی ہیں۔ اہل علم و فضل ان احادیث کا تذکرہ اپنی تقریروں اور تحریروں میں ضرور کرتے رہتے ہیں لیکن عام طور پر کسی حوالہ کے بغیر۔ ہم نے مقدور بھر محنت کر کے بے شمار کتب مصادر حدیث کو کھنگالا، ان احادیث کو جمع کیا، ترتیب دے کر ان کا درجہ بلحاظِ صحت وضعف معلوم کیا پھر ان ارشادات نبوی کے معانی و مفاہیم پر غور وفکر کیا اور ان سے ملنے والے اشارات وحقائق اور پیشین گوئیوں کو قرطاس پر منتقل کیا۔ اب ہم اپنی اس محنت کے نتائج سب مسلمان بھائیوں کی خدمت میں بالعموم اور برصغیر بالخصوص کشمیر کے مسلمانوں کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے یک گونہ خوشی اور مسرت محسوس کرتے ہیں۔

ہماری معلومات کے مطابق ایسی احادیثِ نبوی کی تعداد پانچ ہے جن کے راوی جلیل القدر صحابہ کرام: حضرت ابوہریرہ (جن سے دو حدیثیں مروی ہیں)، حضرت ثوبان، اور حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہم اجمعین اور تبع تابعین میں سے حضرت صفوان بن عمروؒ ہیں۔ ذیل میں ہم ان سب احادیث کو ذکر کریں گے پھر ان کی علمی تخریج (ان کتبِ حدیث اور محدثین کے حوالہ سے کریں گے جنہوں نے ان کا تذکرہ کیا ہے) اس کے بعد ان سے مستنبط شدہ شرعی احکام، فوائد اور دروس کو بیان کریں گے۔ ان شاء اللہ

❶ حدیثِ ابوہریرہؓ

سب سے پہلی حدیث حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

حدثنی خلیلی الصادق رسول اللہ ﷺ أنه قال: "یکون فی هذه الأمة

www.KitaboSunnat.com

بعث إلى السند والهند" فإن أنا أدركته فاستشهدت فذلك وإن أنا رجعت وأنا أبوهريرة المحرر قد أعتقني من النار

''میرے جگری دوست رسول اللہﷺ نے مجھ سے بیان کیا کہ: اس اُمت میں سندھ و ہند کی طرف لشکروں& کی روانگی ہوگی۔ اگر مجھے ایسی کسی مہم میں شرکت کا موقع ملا اور میں (اس میں شریک ہوکر) شہید ہوگیا تو ٹھیک، اگر (غازی بن کر) واپس لوٹ آیا تو میں ایک آزاد ابوہریرہ ہوں گا۔ جسے اللہ تعالیٰ نے جہنم کی آگ سے آزاد کردیا ہوگا۔''

ان الفاظ کے ساتھ اس حدیث کو صرف امام احمد بن حنبلؒ نے مسند میں روایت کیا ہے اور ابن کثیر نے انہی کے حوالہ سے البداية والنهاية میں نقل کیا ہے۔ [۶]

قاضی احمد شاکرؒ نے مسند احمد کی شرح وتحقیق میں اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ [۷]

امام نسائیؒ نے اسی حدیث کو اپنی کتاب السنن المجتبیٰ اور السنن الکبریٰ دونوں میں مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے:

وعدنا رسول اللهﷺ غزوة الهند فإن أدركتها أنفق فيها نفسي ومالي فإن أقتل كنت من أفضل الشهداء وإن أرجع فأنا ابوهريرة المحرر [۸]

''نبی کریمﷺ نے ہم سے غزوۂ ہند کا وعدہ فرمایا۔ (آگے ابوہریرہؓ فرماتے ہیں:) اگر مجھے اس میں شرکت کا موقع مل گیا تو میں اپنی جان و مال اس میں خرچ کردوں گا، اگر قتل ہوگیا تو میں افضل ترین شہدا میں شمار ہوں گا اور اگر واپس لوٹ آیا تو ایک آزاد ابوہریرہ ہوں گا۔''

امام بیہقیؒ نے بھی 'السنن الکبریٰ' میں یہی الفاظ نقل کئے ہیں۔ انہی کی ایک دوسری روایت میں یہ اضافہ بھی ہے۔ مسدد نے ابن داود کے حوالہ سے ابواسحق فزاری (ابراہیم بن محمد، محدثِ شام اور مجاہد عالم، وفات ۱۸۶ ہجری) کے متعلق بتایا کہ وہ کہا کرتے تھے: وددت أني شهدت ماربد بكل غزوة غزوتها في بلاد الروم (میری خواہش ہے کہ کاش ہر اس

& بَعث کا لفظ نکرہ ہے جس کا ترجمہ 'ایک لشکر' ہے لیکن مقالہ نگار اس کا ترجمہ غلط طور پر لشکروں (جمع لشکر) کررہے ہیں۔ یہی مغالطہ ہے جو 'غزوۂ ہند' کو ایک لڑائی کی بجائے تا قیامت جنوبی ایشیا کے خطہ برصغیر ہند میں ہونے والی تمام لڑائیوں پر غزوۂ ہند کے اطلاق کا باعث ہوا۔ (محدث)

www.KitaboSunnat.com

غزوہ کے بدلے میں جو میں نے بلادِ روم میں کیا ہے، ماربد (عرب سے ہندوستان کی سمت مشرق میں کوئی علاقہ) میں ہونے والے غزوات میں شریک ہوتا''(۹)

امام بیہقیؒ نے یہی روایت دلائل النبوۃ میں بھی ذکر کی ہے۔(۱۰) اور انہی کے حوالہ سے اس روایت کو امام سیوطی نے الخصائص الکبریٰ میں نقل کیا ہے۔(۱۱)

مزید برآں اس حدیث کو مندرجہ ذیل محدثین نے تھوڑے سے لفظی فرق کے ساتھ روایت کیا ہے۔ امام احمدؒ نے، مسند میں بایں الفاظ فإن استشهدت کنت من خير الشهداء ، شیخ احمد شاکرؒ نے اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔(۱۲) امام احمد کی سند سے ابن کثیرؒ نے اسے البداية والنهاية میں نقل کیا ہے۔(۱۳)

ابو نعیم اصفہانیؒ نے حلية الأولياء میں(۱۴) امام حاکمؒ نے المستدرك على الصحيحين میں روایت کر کے درجہ حدیث کے متعلق سکوت اختیار کیا جب کہ امام ذہبی نے اس کو اپنی تلخیص مستدرک سے حذف کر دیا۔(۱۵)

سعید بن منصورؒ نے اپنی کتاب السنن میں(۱۶) خطیب بغدادیؒ نے تاریخ بغداد میں، بایں الفاظ: ''أتعبت فيها نفسى'' میں اس میں اپنے آپ کو تھکا دوں گا۔(۱۷) امام بخاریؒ کے استاذ نعیم بن حمادؒ نے الفتن میں۔(۱۸) ابن ابی عاصمؒ نے اپنی کتاب الجہاد میں، بایں الفاظ (وعدنا الله ورسوله ...... وكنت كأفضل الشهداء) اور اس کی سند حسن ہے۔(۱۹)

ابن ابی حاتمؒ نے اپنی کتاب العلل میں بایں الفاظ (فإن أقتل أكون حيا مرزوقا وإن أرجع فأنا المحرر) ''اگر میں قتل ہو گیا تو رزق پانے والا (شہید کی حیثیت سے) زندہ رہوں گا اور واپس لوٹ آیا تو آزاد''(۲۰)

ان کے علاوہ ائمہ جرح وتعدیل میں سے امام بخاریؒ نے التاریخ الکبیر(۲۱) میں امام مزی نے تہذیب الکمال میں(۲۲) اور ابن حجر عسقلانیؒ نے تہذیب التہذیب میں اس حدیث کو روایت کیا ہے۔(۲۳) درجہ کے لحاظ سے یہ حدیث مقبول (یعنی صحیح یا حسن) ہے جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

2 حضور ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبانؓ کی حدیث

حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میری اُمت میں دو گروہ☆ ایسے ہوں گے جنہیں اللہ تعالیٰ نے آگ سے محفوظ کر دیا ہے ایک گروہ ہندوستان پر چڑھائی کرے گا اور دوسرا گروہ جو عیسیٰ ابن مریم کے ساتھ ہوگا۔''

انہی الفاظ کے ساتھ یہ حدیث درج ذیل محدثین نے روایت کی ہے:

امام احمدؒ نے مسند میں،[۲۴] امام نسائیؒ نے السنن المجتبیٰ میں، شیخ ناصر الدین البانیؒ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔[۲۵] اسی طرح السنن الکبریٰ میں بھی۔[۲۶] ابن ابی عاصمؒ نے کتاب الجہاد میں سندِ حسن کے ساتھ،[۲۷] ابن عدیؒ نے الکامل فی ضعفاء الرجال میں،[۲۸] طبرانیؒ نے المعجم الاوسط میں[۲۹] بیہقیؒ نے السنن الکبریٰ میں،[۳۰] ابن کثیرؒ نے البدایہ والنھایہ میں،[۳۱] امام دیلمیؒ نے مسند الفردوس میں،[۳۲] امام سیوطیؒ نے الجامع الکبیر میں اور امام مناویؒ نے الجامع الکبیر کی شرح فیض القدیر میں،[۳۳] امام بخاریؒ نے التاریخ الکبیر میں،[۳۴] امام مزیؒ نے تہذیب الکمال میں،[۳۵] اور ابن عساکرؒ نے تاریخ دمشق میں[۳۶]

3 حضرت ابو ہریرہؓ کی دوسری حدیث

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ہندوستان کا تذکرہ کیا اور ارشاد فرمایا:

''ضرور تمہارا ایک لشکر ہندوستان سے جنگ کرے گا، اللہ ان مجاہدین کو فتح عطا فرمائے گا حتیٰ کہ وہ (مجاہدین) ان (ہندوؤں) کے بادشاہوں (حاکموں) کو بیڑیوں میں جکڑ کر لائیں گے اور اللہ (اس جہادِ عظیم کی برکت سے) ان (مجاہدین) کی مغفرت فرما دے گا۔ پھر جب وہ مسلمان واپس پلٹیں گے تو عیسیٰ ابن مریم کو شام میں پائیں گے۔'' حضرت ابو ہریرۃ نے فرمایا:

''اگر میں نے وہ غزوہ پایا تو اپنا نیا اور پرانا سب مال بیچ دوں گا اور اس میں شرکت کروں گا جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح عطا کر دی اور ہم واپس پلٹ آئے تو میں ایک آزاد ابو ہریرہ ہوں گا جو ملک شام میں (اس شان سے) آئے گا کہ وہاں عیسیٰ ابن مریم کو پائے گا۔ یارسول اللہ! اس وقت میری شدید خواہش ہوگی کہ میں ان کے پاس پہنچ کر انہیں بتاؤں کہ میں

☆ حضرت ثوبانؓ کی حدیث میں 'دو گروہ' کا ذکر ہے جو اس بارے میں نص ہے کہ غزوہ ہند اور غزوہ عیسیٰ بن مریم دو الگ الگ گروہ انجام دیں گے، وہ ایک لشکر نہیں ہوگا جس طرح کہ حضرت ابو ہریرہ کو مغالطہ ہوا اور رسول ﷺ نے اس بہت مشکل بتایا اور تعجب کا بھی اظہار فرمایا جیسا کہ آئندہ احادیث میں ذکر ہے۔ مقالہ نگار کو بھی احادیث سے اخذ کردہ نکات میں ان دونوں لشکروں کو ایک شمار کرنے کی غلط فہمی ہوگئی ہے۔ (محدث)

ق ء کی ہموار ۸ ہیں؟ www.KitaboSunnat.com کی
لشکروں کی

آپ ﷺ کا صحابی ہوں۔ (راوی کا بیان ہے) کہ حضور ﷺ مسکرا پڑے اور ہنس کر فرمایا: بہت مشکل، بہت مشکل۔'' &

اس حدیث کو نعیم بن حمادؒ نے اپنی کتاب الفتن میں روایت کیا ہے۔(۳۷)

اسحٰق بن راہویہؒ نے بھی اس حدیث کو اپنی مسند میں ذکر کیا ہے، اس میں کچھ اہم اضافے ہیں، اس لئے ہم اس روایت کو بھی ذیل میں پیش کررہے ہیں:

''حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ہندوستان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: 'یقیناً' تمہارا ایک لشکر ہندوستان سے جنگ کرے گا اور اللہ ان مجاہدین کو فتح دے گا حتیٰ کہ وہ سندھ کے حکمرانوں کو بیڑیوں میں جکڑ کر لائیں گے، اللہ ان کی مغفرت فرما دے گا۔ پھر جب وہ واپس پلٹیں گے تو عیسیٰ ابن مریم کو شام میں پائیں گے۔ ابوہریرہؓ بولے: اگر میں نے وہ غزوہ پایا تو اپنا نیا اور پرانا سب مال بیچ کر اس میں شرکت کروں گا، جب ہمیں اللہ تعالیٰ فتح دے دے گا تو ہم واپس آئیں گے اور میں ایک آزاد ابوہریرہ ہوں گا جو شام میں آئے گا تو وہاں عیسیٰ ابن مریم سے ملاقات کرے گا۔ یارسول اللہ ﷺ! اس وقت میری شدید خواہش ہوگی کہ میں ان کے قریب پہنچ کو انہیں بتاؤں کہ مجھے آپ کی صحبت کا شرف حاصل ہے۔ (راوی کہتا ہے کہ) رسول اللہ ﷺ یہ سن کر مسکرائے۔''☆(۳۸)

4 حدیث حضرت کعبؓ

یہ حضرت کعبؓ کی ایک حدیث ہے، وہ فرماتے ہیں کہ

''بیت المقدس ❁ کا ایک بادشاہ ہندوستان کی جانب ایک لشکر روانہ کرے گا۔ مجاہدین سرزمین ہند کو پامال کرڈالیں گے، اس کے خزانوں پر قبضہ کرلیں گے، پھر وہ بادشاہ ان خزانوں

& 'بہت مشکل' کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ دونوں لشکروں کا ایک ہونا حضرت ابوہریرہ کا اپنا فہم تھا جو اس طرح واقع ہونا مشکل تھا۔ لہٰذا ابوہریرہؓ کی 'توقع' کو رسولؐ کی پیش گوئی نہ سمجھنا چاہئے۔ (محدث)

☆ یہ مسکراہٹ بھی اشارہ ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کی خواہش مبارک ہونے کے باوجود باعث تعجب ہے کہ ایسا نہ ہوسکے گا۔ (محدث)

❁ بنوامیہ کے خلیفہ (ولید بن عبدالملک) یا ان کے ماتحت حاکم کی طرف اشارہ ہے جس نے غزوۂ ہند کے لیے محمد بن قاسم ثقفی کا لشکر 'غزوۂ ہند' کے لیے بھیجا تھا۔ (محدث)

www.KitaboSunnat.com

کو بیت المقدس کی تزئین و آرائش کے لئے استعمال کرے گا۔ وہ لشکر ہندوستان کے بادشاہوں (حاکموں) کو بیڑیوں میں جکڑ کر اس بادشاہ کے روبرو پیش کرے گا۔ اس کے مجاہدین، بادشاہ کے حکم سے مشرق ومغرب کے درمیان کا سارا علاقہ فتح کرلیں گے اور دجال کے خروج تک ہندوستان میں قیام کریں گے۔''

اس روایت کو نعیم بن حمادؒ، استاذ امام بخاریؒ نے اپنی کتاب الفتن میں نقل کیا ہے۔ اس میں حضرت کعبؓ سے روایت کرنے والے راوی کا نام نہیں ہے بلکہ المحکم بن نافع عمن حدثه عن کعب'' کے الفاظ آئے ہیں، اس لئے یہ حدیث منقطع شمار ہوگی۔ (۳۹)

5 حضرت صفوان بن عمروؒ کی حدیث

پانچویں حدیث حضرت صفوان بن عمروؒ سے مروی ہے اور حکم کے لحاظ سے مرفوع کے درجہ میں ہے☆۔ کہتے ہیں کہ انہیں کچھ لوگوں نے بتایا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''میری اُمت کے کچھ لوگ ہندوستان سے جنگ کریں گے، اللہ تعالیٰ انکو فتح عطا فرمائے گا حتیٰ کہ وہ ہندوستان کے بادشاہوں (حاکموں) کو بیڑیوں میں جکڑے ہوئے پائیں گے، اللہ ان مجاہدین کی مغفرت فرمائے گا جب وہ شام کی طرف پلٹیں گے تو عیسیٰ ابن مریمؑ کو وہاں موجود پائیں گے۔''

اس حدیث کو امام نعیم بن حمادؒ نے 'الفتن' میں روایت کیا ہے۔ (۴۰)

الحمدللہ ہم نے اللہ کریم کی توفیق وعنایت سے غزوۂ سندھ و ہند سے متعلق جملہ احادیث کو آپ کے سامنے پیش کردیا ہے، اب ہم ان احادیثِ مبارکہ کے معنی ومفہوم، اشارات ودروس پر نظر ڈالیں گے۔

☆ صفوان بن عمرو کو مضمون نگار نے شروع میں خود ہی تبع تابعی قرار دیا ہے تو پھر یہ روایت حکماً مرفوع کیسے ہوسکتی ہے؟ علاوہ ازیں یہ الفتن (ازنعیم بن حماد) کی روایت ہے جس کی اکثر وبیشتر روایات ضعیف ہیں۔ جیسا کہ اسی الفتن کی مذکورہ بالا روایت نمبر۴ کو خود مضمون نگار نے منقطع تسلیم کیا ہے۔ گویا آخری دونوں روایتیں محل نظر ہیں اور انہی روایتوں کی بنیاد پر آگے چل کر مضمون نگار نے بعض ایسے نکات مستنبط کرنے کی کوشش کی ہے جو ان روایتوں کے صحیح تسلیم کرلینے کے باوجود مترشح نہیں ہوتے۔ (محدث)

www.KitaboSunnat.com

احادیثِ غزوۂ سندھ و ہند سے مستنبط ہدایات واشارات

یہ پانچوں احادیث جن کے مآخذ سمیت ہم صحت وضعف کے اعتبار سے علم حدیث میں ان کا مرتبہ ومقام پہلے بیان کر چکے ہیں، ان میں سچی پیش گوئیاں، بلند علمی نکات اور بہت سے اہم، ماضی ومستقبل کے حوالے سے واضح اشارات موجود ہیں جن میں عام مسلمانوں کے لئے بالعموم اور برصغیر کے مسلمانوں کے لئے بالخصوص خوشخبریاں اور بشارتیں پائی جاتی ہیں۔ لیکن ان بشارتوں اور خوشخبریوں کی حلاوت ولذت کو وہی لوگ پوری طرح محسوس کر سکتے ہیں جنہیں اللہ نے کسی نہ کسی انداز سے اس مبارک غزوہ میں شریک ہونے کی سعادت بخشی ہے۔ ذیل میں ہم ان تمام اشارات ونکات کا بالترتیب ذکر کریں گے جو ان احادیث سے مستنبط کئے گئے ہیں:

(۱) نبی کریم ﷺ کی محبت: ایمان کی شرطِ اوّل: ان احادیث میں نبی کریم ﷺ کی محبت کا بیان ہے جو حضرت ابوہریرۃ کے الفاظ حدثني خليلي سے مترشح ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی محبت ایمان کا اوّلین تقاضا، اس کی دلیل، اس کی علامت اور اس کا ثمرہ ہے، محض محبت بھی کافی نہیں بلکہ ایسی والہانہ محبت چاہئے کہ ایک مؤمن کی نظر میں نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی کائنات کی ہر چیز سے بلکہ اس کی اپنی جان سے بھی زیادہ اسے محبوب ہو جائے۔

یہی مضمون حضرت انس کی حدیث میں وارد ہوا ہے جس میں آپ نے فرمایا:

''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا، جب تک کہ میں اسے، اس کے ماں باپ اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب اور پیارا نہ ہو جاؤں۔'' (بخاری ومسلم)

عبداللہ بن ہشامؓ سے روایت ہے کہ

''ہم ایک موقع پر حضور ﷺ کے ساتھ تھے، آپؐ نے حضرت عمرؓ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا کہ حضرت عمرؓ بولے: یارسول اللہ ﷺ! آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں سوائے اپنی جان کے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: نہیں عمرؓ، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جب تک میں تمہیں تمہاری اپنی جان سے بھی بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں (تمہارا ایمان مکمل

www.KitaboSunnat.com

نہ ہوگا) اس پر حضرت عمرؓ نے کہا: اب آپ، خدا کی قسم مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ یہ سن کر حضورﷺ نے فرمایا: اب بات بنی ہے عمرؓ......!!'' (فتح الباری:۱/۵۹)

(۲)نبی اکرمﷺ کے ساتھ صحابہ کرامؓ کی والہانہ محبت: ان احادیث میں آنحضرتﷺ کے ساتھ صحابہ کرامؓ کی اُلفت و محبت کا حال بھی بیان ہوا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کو آپؐ کے ساتھ والہانہ عقیدت اور بے پناہ محبت تھی اور وہ اس محبت اور تعلق پر فخر کیا کرتے تھے اور اپنی گفتگو میں اور خصوصاً احادیث روایت کرتے وقت اس قلبی تعلق کا مختلف انداز سے اظہار کرکے خوشی محسوس کرتے تھے اور یہ محض ایک زبانی دعویٰ ہی نہیں تھا بلکہ ان کی ساری زندگی میں عملاً اس محبت اور چاہت کے واضح اور نمایاں اثرات نظر آتے تھے۔ حتیٰ کہ عروۃ بن مسعود ثقفی نے صلح حدیبیہ کے موقع پر جب اس والہانہ محبت کا مظاہرہ دیکھا تو وہ بھی اس حقیقت کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکا کہ

''محمدؐ کے ساتھی ان سے جس طرح محبت کرتے ہیں، وہ ہمیں دنیا کے کسی شاہی دربار میں نظر نہیں آتی۔'' (الرحیق المختوم)

(۳)صحابہ کرام کو نبی کریمﷺ کی سچائی پر پختہ یقین تھا: ان احادیثِ مبارکہ میں یہ چیز بھی نظر آتی ہے کہ صحابہ کرامؓ کو آنحضرتﷺ کی ہر بات اور ہر خبر کے سچا ہونے کا اٹل یقین تھا خواہ وہ ماضی کے متعلق ہو یا مستقبل کے حوالے سے، خواہ اس کا ذریعہ وحی الٰہی ہو یا کچھ اور، یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام نے اس قسم کی خبریں اور پیشین گوئیاں صرف نقل کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ انہیں ایک ہونی شدنی حقیقت جان کر اپنے دلوں میں ایسی آرزوئیں پالتے رہے، اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے رہے کہ وہ اُنہیں غزوۂ ہند/غزوۂ سندھ میں شریک ہونے کی سعادت عطا فرمائے۔

(۴)سندھ کا وجود: حدیثِ ابوہریرہؓ اس بات کی دلیل ہے کہ حضورﷺ کے زمانے میں ایک ایسا خطہ ارضی دنیا میں موجود تھا جسے سندھ (تقریباً موجودہ پاکستان) کے نام سے جانا جاتا تھا۔

(۵) ہندوستان کا وجود: اسی طرح اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ عہدِ رسالت میں روئے زمین پر ایک ایسا ملک بھی موجود تھا جسے 'ہند' کہا جاتا تھا۔

(۶) سندھ عرب کے پڑوس میں اور اس پر چڑھائی غزوۂ ہند سے پہلے: یہ حدیث جس میں غزوۂ سندھ و ہند کا ذکر آیا ہے، اس میں یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ سندھ کا علاقہ عرب کے پڑوس میں واقع ہے نیز یہ کہ غزوہ سندھ& غزوہ ہند سے پہلے ہوگا۔

(۷) سندھ اور ہند پر کفار کا قبضہ: مزید یہ کہ عہدِ رسالت مآب میں سندھ اور ہند دو ایسے خطوں کے طور پر معروف تھے جن پر کفار کا قبضہ اور تسلط تھا اور زمانۂ نبوت کے بعد بھی ایک عرصہ تک باقی رہا، جبکہ ہندوستان پر مزید، غیر معلوم مدت تک ان کا قبضہ برقرار رہنے کا امکان ہے۔

(۸) نبی کریم ﷺ ان حقائق سے آگاہ تھے: ان احادیث سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ حضورﷺ ان تمام حقائق سے آگاہ اور واقف تھے خواہ اس کا ذریعہ وحی الٰہی ہو یا تجارتی تعلقات یا دونوں ہوں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اپنے جاسوسوں اور خفیہ انٹیلی جنس کے ذریعے آپ نے یہ معلومات حاصل کی ہوں کیونکہ غزوات میں آپ یہ طریقہ کار اختیار کیا کرتے تھے۔اگرچہ پہلے دو احتمال زیادہ قرین قیاس ہیں لیکن تیسرا احتمال بھی محال نہیں ہے لیکن اس کے لئے ہمارے پاس کوئی نقلی دلیل نہیں ہے۔

(۹) دونوں ملکوں کی تاریخ: ان احادیث میں ان دونوں ممالک (سندھ اور ہند) میں مستقبل میں پیش آنے والے بعض تاریخی واقعات کا حوالہ ہے، اسکے ساتھ یہ اشارہ بھی موجود ہے کہ نبیؐ کے بعد کے زمانے میں مسلمان ان ممالک (سندھ و ہند) سے جنگ کریں گے۔

(۱۰) غیب کی خبر، پیشین گوئیاں: سندھ اور ہند کی طرف ایک اسلامی لشکر کی روانگی اور جہاد اور پھر کامل فتح کی بشارت کی شکل میں ان احادیث میں مستقبل بعید کی خبر اور پیش گوئی بھی

& یہاں مقالہ نگار 'سندھ' کو 'ہند' سے علیحدہ کر رہے ہیں حالانکہ پیش گوئی کے وقت سندھ برصغیر ہند کا ہی حصہ تھا اور دونوں ہی عرب کے پڑوس میں تھے، لہٰذا سندھ اور ہند کو دو غزوات قرار دینا درست نہیں اور نہ ہی کسی صحیح روایت سے سندھ اور ہند کے دو علیحدہ غزوات کا ذکر ملتا ہے۔ (محدث)

www.KitaboSunnat.com

موجود ہے۔

(۱۱) **رسالتِ محمدیؐ کی حقانیت کا ثبوت:** مخبر صادقؐ کی پیش گوئی آج ایک حقیقت بن چکی ہے۔ خلافتِ راشدہ اور پھر خلافت اُمویہ اور عباسیہ کے ادوار میں غزوۂ ہند کی شروعات ہوئیں اور پھر ہندوستان پر انگریزی راج کے دوران بھی یہ جہاد جاری رہا اور آج تقسیم ہند کے بعد بھی جاری ہے اور ان شاء اللہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ مجاہدین سرزمین ہند سے کفار کا قبضہ و تسلط ختم کر کے، ان کے بادشاہوں (حاکموں) کو بیڑیوں میں جکڑ کر خلیفۃ المسلمین کے سامنے نہ لے آئیں۔ان میں سے بعض واقعات کا حدیثِ نبوی کے مطابق پیش آ جانا حضرت محمد ﷺ کی نبوت کی صداقت کی دلیل ہے۔

(۱۲) **بیت المقدس کی بازیابی اور مسجد اقصیٰ کی آزادی کی بشارت:** ان احادیث میں غزوۂ ہند اور فتح بیت المقدس دونوں واقعات کا مربوط انداز میں ذکر کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ بیت المقدس کا مسلمان حاکم ایک لشکر روانہ کرے گا جسے اللہ تعالیٰ ہندوستان پر فتح عطا فرمائے گا۔اس میں پوری اُمتِ مسلمہ کیلئے بیت المقدس کی آزادی اور مسجد اقصیٰ کی بازیابی کی بشارتِ عظمیٰ ہے اور یہ پیش گوئی بھی موجود ہے کہ اس غزوہ کے دوران مجاہدینِ ہند اور مجاہدین فلسطین کے مابین زبردست رابطہ اور باہمی تعاون موجود ہوگا۔٭ اس سے یہ حقیقت از خود واضح ہو جاتی ہے کہ ہندوستان کے بت پرست اور سرزمینِ معراج پر قابض یہودی عالمِ اسلام کے مشترک، بدترین دشمن ہیں، انہیں ہندوستان اور فلسطین کے مسلم علاقوں سے بے دخل کرنا واجب ہے۔

٭ موجودہ قضیہ کشمیر اور قضیہ فلسطین کو سیاسی طور پر مربوط کرنے میں تو کوئی مانع نہیں ہے لیکن حدیث میں وارد بشارتوں کو جنگِ کشمیر یا جنگِ فلسطین قرار دینا تحکم ہے کیونکہ جو ۵ روایات مضمون نگار نے ذکر کی ہیں ان میں بیت المقدس کی فتح کے بارے میں کوئی اشارہ تک نہیں، البتہ بیت المقدس کے فتح کے بارے میں نبوی پیشین گوئی کتبِ احادیث میں ضرور ملتی ہے اور وہ عمر فاروقؓ کے دور میں پوری ہو چکی ہے۔ تاہم جن روایات سے مضمون نگار کو مغالطہ ہو رہا ہے، ان کا تعلق حضرت عیسیٰ کے نزول کے بعد اس جنگ سے ہے جو اس خطہ میں دجال اور یہودیوں کے مقابلہ میں لڑی جائے گی اور مسلمانوں کو فتح حاصل ہوگی۔لہٰذا کم از کم موجودہ قضیہ کشمیر و فلسطین کو ان احادیث کا مصداق بنانا محلِ نظر ہے۔اور ویسے بھی فقہ الحدیث میں احتیاط بہت ضروری ہے۔ (محدث)

www.KitaboSunnat.com

(۱۳) **جہاد تا قیامت جاری رہے گا:** ان احادیث میں غزوہ اور جہاد کو کسی خاص زمانے اور خاص وقت کے ساتھ مقید نہیں کیا گیا جو اس بات دلیل ہے کہ جہاد آخر زمانے تک جاری رہے گا۔ حتیٰ کہ سیدنا عیسیٰ ابن مریمؑ آسمانوں سے اُتر کو دجال کو قتل کر دیں اور یہ بات صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ دجالِ اعظم کے اکثر پیروکار یہودی ہوں گے۔

(۱۴) **جہاد دفاعی بھی ہے اور اقدامی بھی:** یہ پانچوں احادیث اس بات پر واضح طور پر دلالت کر رہی ہیں کہ غزوۂ ہندوستان میں جہاد صرف دفاع تک محدود نہیں ہوگا بلکہ اس میں حملہ آوری اور پیش قدمی ہوگی اور دار الکفر کے اندر گھس کر کفار سے جنگ کی جائے گی۔ غزوہ اور بعث کے دنوں الفاظ اس باب میں صریح ہیں۔ غزوہ کا لغوی مفہوم 'اقدامی جنگ' ہے۔ جنگ دو طرح کی ہوتی ہے: اوّل دعوتی وتہذیبی جنگ (غزوِ فکری)؛ دوم: عسکری وفوجی جنگ اور اسلام کی نظر میں دونوں طرح کی جنگ مطلوب ہے۔ یہ دونوں قسم کا جہاد پہلے بھی ہوا ہے اور اب بھی ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا، البتہ مذکورہ احادیث میں جس غزوہ اور جنگ کی پیش گوئی کی گئی ہے اس سے مراد عسکری اور فوجی جہاد ہے۔ واللہ اعلم!

(۱۵) **دشمنوں کی پہچان:** ان احادیث میں اسلام اور مسلمانوں کے دو بدترین دشمنوں کی پہچان کرائی گئی ہے: ایک بت پرست ہندو اور دوسرے کینہ پرور یہودی۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ حضورﷺ نے غزوۂ ہند اور سندھ کا ذکر فرمایا اور ظاہر ہے کہ ایسا غزوہ صرف کفار کے خلاف ہی ہوسکتا ہے اور آج ہندوستان میں آباد کفار، بت پرست ہندو ہیں اور حدیث ثوبانؓ میں یہ بیان ہوا ہے کہ سیدنا عیسیٰ ابن مریم اور ان کے ساتھی دجال اور اس کے یہودی رفقا کے خلاف لڑیں گے۔ اس طرح گویا ایک طرف حدیث میں کفر اور اسلام دشمنی کی قدر مشترک کی بنا پر یہود و ہنود کو ایک قرار دے دیا گیا اور دوسری طرف مسلم اور مجاہد فی سبیل اللہ کی قدرِ مشترک کی وجہ سے مجاہدینِ ہند اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے اصحاب کو ایک ثابت کر دیا گیا۔

(۱۶) **نبوی اور صحابہ کرامؓ کی مجالس میں ہندوستان کا تذکرہ:** ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریمﷺ اور صحابہ کرامؓ اپنی مجلسوں میں ہندوستان کا تذکرہ فرمایا کرتے تھے اور یہ

www.KitaboSunnat.com

تذکرہ اکثر ہوا کرتا تھا اور ظاہر ہے کہ یہ تذکرہ صرف قتال اور غزوہ کے ضمن میں ہی ہوتا ہوگا، نہ کہ سفر تجارت یا سیر و سیاحت کی غرض سے۔

(۱۷) **غزوہ ہندوستان کے بارے میں حضورﷺ کی نیت و آرزو:** نبی کریمﷺ اور ان کے صحابہ کرامؓ چونکہ اکثر اوقات غزوۂ ہند کا تذکرہ کیا کرتے تھے لہٰذا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آنحضرتﷺ& اور آپ کے صحابہ اس غزوہ میں شرکت کے آرزو مند تھے اور یہ بھی ممکن ہے کہ انہوں نے اس سلسلے میں غور و فکر کر کے اس کے لئے کوئی ابتدائی منصوبہ بندی بھی کی ہو اور اپنے صحابہ کو اس کی رغبت بھی دلائی ہو۔

(۱۸) **غزوۂ ہندوستان، نبیﷺ کا وعدہ ہے:** حدیث میں دو الفاظ آئے ہیں: (۱) وعدني ''مجھ سے وعدہ کیا۔'' (۲) وعدنا ''ہم سے وعدہ کیا۔'' اور وعدہ سے مراد کسی عمل خیر کا وعدہ ہے اور وعدے میں نیت اور ارادہ لازماً پائے جاتے ہیں۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرتﷺ کے دل میں غزوۂ ہند کی نیت اور قصد موجود تھا اور آپ ہندوستان پر چڑھائی کا ارادہ رکھتے تھے۔ آپؐ نے اپنا یہ ارادہ کبھی فردِ واحد کے سامنے اور کبھی پوری مجلس کے سامنے ظاہر فرمایا تاکہ تمام صحابہ کرامؓ بلکہ قیامت تک آنے والے تمام مسلمانوں کے علم میں آجائے۔

(۱۹) **یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ بھی ہے:** ابو عاصم کی روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں، وعدنا الله ورسوله...... الخ یہ الفاظ دلیل ہیں کہ یہ صرف حضورؐ کا وعدہ ہی نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ بھی ہے اور اللہ اپنے وعدے کی کبھی خلاف ورزی نہیں کرتا۔ ﴿وَعْدَ اللهِ لَا يُخْلِفُ اللهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾

(۲۰) **جنگ و جہاد کی ترغیب:** ان احادیثِ مبارکہ میں نبی اکرمﷺ نے مسلمانوں کو

& کسی حدیث میں رسولؐ کی طرف سے غزوۂ ہند میں شمولیت کی خواہش کا ذکر نہیں ہے کیونکہ آپ کو علم تھا کہ یہ غزوہ ان کے بعد ایک لشکر کے ہاتھوں ہوگا۔ البتہ صحابہ کرامؓ کی خواہش فطری امر ہے لہٰذا واقعات کو گڈ مڈ کرنا مناسب نہیں ہے۔ (محدث)

www.KitaboSunnat.com

جنگ اور جہاد کی رغبت دلائی ہے جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے: ﴿يٰأَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ، إِنْ يَّكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ وَإِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِائَةٌ يَّغْلِبُوْا أَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لاَّيَفْقَهُوْنَ﴾ ''اے نبی! ایمان والوں کو لڑائی کی ترغیب دو، اگر تم میں سے بیس آدمی ثابت قدم ہوں گے تو وہ دوسو پر غالب آئیں گے اور اگر تم میں سے سو آدمی ہوں گے تو وہ ایک ہزار کافروں پر غالب آئیں گے کیونکہ وہ کفار سمجھ نہیں رکھتے۔'' جنگ و جہاد کی یہ ترغیب صحابہ کرام، تابعین اور قیامت تک آنے والے تمام مسلمانوں کے لئے عام ہے۔

(۲۱) **سامراجی قوتوں کا علاج:** اس میں اُمت کے لئے یہ رہنمائی بھی ہے کہ دنیا میں کفار و مشرکین کے غلبہ و سامراجی، استعماری طاقتوں اور استبدادی کارروائیوں کا علاج بھی جنگ و جہاد میں مضمر ہے۔ اس کے سوا اس مسئلے کا کوئی حل نہیں ہے، مذاکرات، عالمی اداروں میں مقدمہ بازی اور کسی دوست یا غیر جانبدار ثالث کی کوئی کوشش یا مداخلت ضیاعِ وقت کے سوا کچھ نہیں۔

(۲۲) **غزوۂ ہند میں مال خرچ کرنے کی فضیلت:** ان احادیث میں غزوۂ ہند میں مال خرچ کرنے کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ اگرچہ راہِ جہاد میں مال خرچ کرنا اعلیٰ درجے کا اِنفاق ہے لیکن غزوۂ ہند میں خرچ کرنے کی فضیلت عمومی انفاق فی سبیل اللہ سے کہیں زیادہ ہے۔ اسی فضیلت کی بنا پر سیدنا ابوہریرہؓ بار بار یہ خواہش کرتے تھے کہ اگر میں نے وہ غزوہ پایا اپنی جان اور اپنا نیا یا پرانا سب مال اس میں خرچ کردوں گا۔

ؔ کیا یہ کام مسلمانوں کے اتحاد کے ذریعے ہونا چاہیے یا ایجنسیوں کے آلہ کاروں کی چھاپہ مار کاروائیوں کے ذریعہ۔ نام نہاد مختلف جہادی تنظیموں کو حضرت ابن عباسؓ کی مدینہ منورہ پر مشہور یزیدی حملہ کے دفاع کے وقت مسلمانوں کی دوٹولیوں پر وہ تاریخی تنقید پیش نظر رکھنی چاہیے جس کے الفاظ یہ ہیں: أمیران ، هلك القوم یعنی مدینہ منورہ کے دفاع کے وقت جب دو امیروں کی قیادت میں انصار ومہاجرین نکلے تو ابن عباسؓ نے بہت ناگوار محسوس کیا۔ نتیجہ وہی نکلا کی قیادت کی تقسیم کی وجہ سے مہاجرین وانصار یزیدی حملہ کا دفاع نہ کرسکے۔ (محدث)

www.KitaboSunnat.com

(۲۳) **غزوۂ ہند کے شہدا کی فضیلت:** مذکورہ احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس غزوہ میں شریک ہونے والے شہدا کی بھی بہت بڑی فضیلت ہے کیونکہ ان کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے 'أفضل الشهداء' اور 'خير الشهداء' کے الفاظ بیان فرمائے ہیں۔

(۲۴) **مجاہدینِ ہند کے لئے جہنم سے نجات کی بشارت:** ان احادیث میں ان مجاہدین کی جہنم سے آزادی کی بشارت آئی ہے جو اس غزوہ میں شریک ہوں گے اور غازی بن کر لوٹیں گے۔ آپ نے دو جماعتوں کا ذکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں آگ سے محفوظ کر دیا ہے اور پہلی جماعت کے متعلق یہ صراحت فرمائی کہ ''وہ ہندوستان سے جنگ کرے گی'' اور حضرت ابوہریرہؓ کے الفاظ بھی اس پر دلالت کرتے ہیں کہ ''اگر میں اس غزوہ میں غازی بن کر لوٹا تو میں ایک آزاد ابوہریرہ ہوں گا جسے اللہ نے جہنم سے آزاد کر دیا ہوگا۔''

(۲۵) **آخری جنگ میں فتح کی بشارت:** ان میں یہ بشارت بھی موجود ہے کہ آخر زمانے میں حضرت مہدی اور سیدنا عیسیٰ ابن مریمؑ بھی دنیا میں موجود ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ مجاہدین ہند کو عظیم الشان فتح عطا فرمائے گا اور وہ کفار کے سرداروں اور بادشاہوں کو گرفتار کر کے قیدی بنائیں گے۔

(۲۶) **مالِ غنیمت کی خوشخبری:** اللہ تعالیٰ ان مجاہدین کو بیش بہا مال غنیمت سے بھی نوازے گا۔

(۲۷) **سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی بشارت:** ایک بشارت ان احادیث میں یہ ملتی ہے کہ جو مجاہدین اس مبارک غزوہ کے آخری مرحلے میں برسرِ پیکار ہوں گے وہ سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی زیارتِ باسعادت اور ملاقاتِ بابرکات سے مشرف ہوں گے۔

(۲۸) **ہندوستان کے ٹکڑے ہوں گے:** آخری اور سب سے بڑی بشارت ان احادیث میں یہ ہے کہ اس غزوہ کے نتیجے میں ہندوستان ٹکڑے ٹکڑے ہو کر متعدد چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم ہو جائے گا۔ جن پر ایک متفقہ بادشاہ کی بجائے کئی بادشاہ بیک وقت حکمرانی کر رہے ہوں گے۔

www.KitaboSunnat.com

اس کے علاوہ اہل علم نے اور بھی کئی بشارتیں ان احادیث سے مستنبط کی ہیں، البتہ ہم نے ان احادیث کی تخریج اور ان کے دروس و اشارات اور نبوی ہدایات اجمالاً اہل علم کی خدمت میں پیش کردی ہیں۔ واللہ اعلم

موعودہ غزوہ ہند اور پاک و ہند کی حالیہ محاذ آرائی

ڈاکٹر عصمت اللہ (مقالہ نگار) کی کاوش ہماری فکری تحریک (قربِ قیامت کی پیش گوئیاں) کا ہراول حصہ ہے۔اسی لیے ہم نے اسے محدث کے تبصروں کے ساتھ شائع کیا ہے۔درج ذیل سوالات پر بھی غور کرلیا جائے تا کہ غزوۂ ہند سے قضیہ کشمیر پر پاکستان اور بھارت کی مجوزہ جنگ مراد لینے کا اشتباہ دور ہو سکے۔اس وقت بحث پاک وہند کے موقف کی تائید یا تردید کی غرض سے نہیں ہو رہی بلکہ رسولؐ کی پیش گوئی کے حوالہ سے مرادِ رسولؐ کے تعین کے بارے میں ہے کہ کیا اس سے واقعتاً 'جنگ کشمیر' ہی مراد ہے یا محمد بن قاسم ثقفی کا برصغیر پر بیرونِ ہند سے حملہ؟ (محدث)

- ☆ غزوۂ ہند وسندھ میں شرکت کی فضیلت کا انحصار دراصل کسی ایک لڑائی کے تعین پر ہے۔ (جیسا کہ سیمینار کی اُصولی بحث میں یہی رائے راجح قرار دی گئی تھی۔)
- ☆ کیا غزوہ ہند کوئی ایک غزوہ ہے یا کئی غزوات کا تسلسل کیونکہ فعل میں اصل تعدد نہیں ہوتا جب تک کوئی کلمہ استمرار پر دلالت نہ کرے (اصول فقہ)
- ☆ تعبیر خبر میں 'راوی حدیث' کا دجال اور غزوہ سندھ/ہند کو مربوط کردینا (کیا ارشاد رسولؐ ہے یا فہم راوی۔ابو ہریرہؓ کے اس فہم پر تبصرہ حواشی میں گزر چکا ہے)
- ☆ کیا موعودہ غزواتِ ہند/سندھ غزوہ محمد بن قاسم (عہد بنی اُمیہ......شام وحجاز) سے لے کر محمود غزنویؒ، محمد غوریؒ، احمد شاہ ابدالیؒ کو شامل ہیں؟ اگر افغانی حملوں کو ہند سے باہر کے حملے شمار کیا جائے تو وہ ضرور غزواتِ ہند کا تسلسل بن سکتے تھے۔لیکن رسول ﷺ کی پیش گوئی کے وقت افغانستان کو حتمی طور الگ قرار دینا بھی محل نظر ہے۔کجا یہ کہ پاکستان کو سندھ قرار دے کر ہند (موجودہ بھارت) پر حملہ کرنے والا بنایا جائے، یہ بظاہر تحکم معلوم ہوتا ہے۔تاویل بعید کی مخالفت کرنے والوں کو خود تاویلاتِ بعیدہ سے احتراز کرنا

چاہئے۔

☆ اگر غزوہ ہند کا تسلسل اتنا عام کر دیا جائے کہ ماضی قریب وبعید کے تمام افغانی حملے بھی اسی میں شامل ہوجائیں تو غزوہ ہند کا وہ تقدس اور فضیلت کہاں باقی رہے گی جس کی بنا پر صحابہ کرام عہد خلفاء راشدین کی غزوات پر اسے ترجیح دیتے رہے؟ گویا محمود غزنوی وغیرہ کے حملے عہد خلفاء راشدین کی غزوات سے بہتر تھے۔ (اللہ ہمیں ہدایت دے)

☆ احادیث کے اسالیب میں حقیقت سے قریب تر صورت محمد بن قاسم ثقفیؒ کا حملہ سندھ / ہند ہے جو پیش گوئی کے وقت ضرور مستقبل تھا لیکن اب ماضی کا واقعہ ہے۔ واللہ اعلم!

☆ فقہ الحدیث میں فہم راوی کا جائزہ لیتے ہوئے عقل وبصیرت کا استعمال تو مستحسن امر ہے جیسا کہ ابن عباسؓ اور حضرت عائشہؓ سے عموما وارد ہوا ہے لیکن اسے استخفافِ حدیث سے الگ کرنا ضروری ہے، کیونکہ انکار واستخفاف حدیث میں افراط وتفریط کے بالمقابل اعتدال کا رویہ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ کہیں نام نہاد ایسی بصیرت ایمان بالوحی (احادیث) کا حصہ ہونے کی بجائے ایمان بالوحی کے معارض ومخالف نہ بنا دے

☆ فقہاءِ محدثین اہل ظاہر کے تقشّف اور اہل اعتزال کے تفلسف کے درمیان 'وسطی راہِ اعتدال' اختیار کرتے ہیں۔

حواشی وحوالہ جات

(۱) غزواتِ نبوی کی تعداد مختلف کتب حدیث وسیر میں بیان ہوئی ہے ہم نے یہ تعداد مشہور مالکی فقیہ امام ابن الجزی الغرناطی سے لی ہے، ملاحظہ ہو ان کی کتاب: القوانین الفقهية ۲/۲۷۲،۲۷۳

(۲) ملاحظہ ہو: صحیح بخاری، کتاب الجهاد والسير ، باب قتال الترك: ۲۷۱۱، اور صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب لاتقوم الساعة حتى يمر الرجل بقبر الرجل فَيَتَمَنّٰى: ۵۱۸۷

(۳) یہ حدیث محدثین کے ہاں (حدیث الاعماق) کے نام سے معروف ہے، کیونکہ اس میں اعماق اور دابق۔ موجودہ ملک شام کے شہر حلب کے قریب واقع (دو ایسی جگہوں کا تذکرہ آیا ہے جہاں (ملحمة الأعماق) قرب قیامت سے پہلے وقوع پذیر ہوگا جس میں صلیبی عیسائیوں اور مجاہدین اسلام کے درمیان خونریز معرکہ ہوگا، حضرت حذیفہؓ کی ایک حدیث کے مطابق اس معرکہ میں کام

آنیوالے (افضل ترین شہداءِ) امتِ محمدیہ ہوں گے، ملاحظہ ہو: السنن الواردۃ فی الفتن وغوائلھا والساعۃ و أشراطھا ۱۰۹۶/۸، لأبی عمرو عثمان بن سعید المقری الدانی (۳۷۱۔۴۴۴) تحقیق: رضاء اللہ مبارکپوریؒ، معجم البلدان للحموی ۲۲۲/۲، وسیر اعلام النبلاء ۳۵۷/۶

(۴) ملاحظہ ہو: صحیح مسلم، کتاب الفتن ، باب فتح القسطنطنیۃ: ۵۶۵۷

(۵) ملاحظہ ہو: مسند احمد/مسند بشیر بن سحیم خثعمیؓ :۱۸۱۸۹، المستدرك علی الصحیحین ۴۶۸/۴ حدیث: ۱۴۸۲ حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، فضیل بن عیاض کا خواب ذہبی نے سیر أعلام النبلاء ۵۴۲/۸۔۵۴۳ میں نقل کیا ہے۔

(۶) ملاحظہ ہو: مسند احمد ۳۶۹/۲ مسند ابوہریرۃؓ: ۸۴۶۷، البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر ، الأخبار عن غزوۃ الھند ۲۲۳/۶ بقول ابن کثیر یہ الفاظ صرف امام احمد نے نقل کئے ہیں۔

(۷) ملاحظہ ہو: مسند احمد، تحقیق وشرح: احمد شاکر ۱۷/۱۷ حدیث: ۸۸۰۹

(۸) ملاحظہ ہو: السنن المجتبیٰ ۴۲/۶، کتاب الجہاد باب غزوۃ الہند: ۳۱۷۳، ۳۱۷۴، السنن الکبریٰ للنسائی ۲۸/۳ باب غزوۃ الہند: ۴۳۸۲۔۴۳۸۳

(۹) ملاحظہ ہو: السنن الکبریٰ للبیہقی ۱۷۶/۹، کتاب السیر ، باب ماجاء فی قتال الھند: ۱۸۵۹۹

(۱۰) ملاحظہ ہو: دلائل النبوۃ و معرفۃ أحوال صاحب الشریعۃ ، باب قول اللہ: وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم: ۳۳۶/۶

(۱۱) ملاحظہ ہو: الخصائص الکبریٰ للسیوطی: ۱۹۰/۲

(۱۲) ملاحظہ ہو: مسند احمد تحقیق وشرح احمد شاکر ۹۷/۱۲، حدیث نمبر: ۷۱۲۸

(۱۳) مسند احمد ۲۲۹/۲، مسند ابوہریرۃؓ حدیث: ۶۸۳۱، البدایۃ والنھایۃ، الأخبار عن غزوۃ الھند ۲۲۳/۶

(۱۴) ملاحظہ ہو: حلیۃ الاولیاء ۳۱۶/۸۔۳۱۷

(۱۵) ملاحظہ ہو: المستدرك علی الصحیحین ، کتاب معرفۃ الصحابۃ ، ذکر ابی ھریرۃ الدوسی ۵۱۴/۳ حدیث: ۶۱۷۷

(۱۶) ملاحظہ ہو: السنن لسعید بن منصور ۱۷۸/۲، حدیث نمبر: ۲۳۷۴

(۱۷) ملاحظہ ہو: تاریخ بغداد ۱۴۵/۱۰ تذکرہ ابوبکر بن رزقویہ نمبر: ۵۲۹۱

(۱۸) ملاحظہ ہو: الفتن: غزوۃ الہند ۴۰۹/۱ حدیث: ۱۲۳۷

(۱۹) ملاحظہ ہو: الجہاد، فضل غزوۃ البحر ۶۶۸/۲ حدیث: ۲۹۱

(۲۰) ملاحظہ ہو: العلل ۱/۳۳۴ ترجمہ: ۹۹۳

(۲۱) ملاحظہ ہو: التاریخ الکبیر ۲/۲۴۳ تذکرہ جبر بن عبیدۃ نمبر: ۲۳۳۳

(۲۲) ملاحظہ ہو: تہذیب الکمال ۴/۴۹۴ تذکرہ جبر بن عبیدۃ: ۸۹۳

(۲۳) ملاحظہ ہو: تہذیب التہذیب ۲/۵۲، تذکرہ جبر بن عبیدۃ الشاعر: ۹۰، ابن حجر کہتے ہیں: میں نے امام ذہبی کے ہاتھ کی تحریر دیکھی، لکھا تھا: پتہ نہیں یہ کون ہے؟ اس کی روایت کردہ خبر منکر ہے' ابن حبان نے ان کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔

(۲۴) ملاحظہ ہو: مسند احمد ۵/۲۷۸ حدیث ثوبانؓ: ۲۱۳۶۲

(۲۵) دیکھئے: السنن المجتبیٰ للنسائی ۶/۴۳، کتاب الجہاد، باب غزوہ الہند: ۳۱۷۵ نیز ملاحظہ ہو: صحیح سنن النسائی ۲/۶۶۸، حدیث: ۲۵۷۵

(۲۶) ملاحظہ ہو: السنن الکبریٰ للنسائی ۳/۲۸، باب غزوۃ الہند: ۴۳۸۴

(۲۷) ملاحظہ ہو: الجہاد ۲/۶۶۵ فضل غزوۃ البحر حدیث: ۲۲۸، محقق کتاب نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۲۸) ملاحظہ ہو: الکامل فی ضعفاء الرجال ۲/۱۶۱ تذکرہ جراح بن ملیح البہرانی: ۲۵۱

(۲۹) ملاحظہ ہو: المعجم الاوسط ۷/۲۳-۲۴ حدیث: ۶۷۴۱، امام طبرانی کہتے ہیں: اس حدیث کو حضرت ثوبانؓ سے اسی سند کے ساتھ روایت کیا گیا ہے، اس کے ایک راوی الزبیدی اس کی روایت میں اکیلے ہیں۔

(۳۰) ملاحظہ ہو: السنن الکبریٰ للبیہقی ۹/۶۷، کتاب السیر، باب ماجاء فی قتال الہند: ۱۸۶۰۰

(۳۱) ملاحظہ ہو: البدایۃ والنھایۃ، الاخبار عن غزوۃ الہند: ۶/۲۲۳

(۳۲) ملاحظہ ہو: الفردوس بمأثور الخطاب ۳/۴۸ حدیث: ۴۱۲۴

(۳۳) ملاحظہ ہو: الجامع الکبیر مع شرحہ فیض القدیر ۴/۳۱۷، امام مناوی نے ذہبی کی الضعفاء کے حوالہ سے امام دارقطنی کا یہ قول نقل کیا ہے: الجراح راوی کی حدیث کچھ بھی نہیں ہے۔

(۳۴) ملاحظہ ہو: التاریخ الکبیر ۶/۲۷ تذکرہ عبدالأعلی بن عدی البہرانی الحمصی: ۱۷۴۷

(۳۵) ملاحظہ ہو: تہذیب الکمال ۳۳/۱۵۱ تذکرہ ابوبکر بن الولید بن عامر الزبیدی الشامی: ۷۲۶۱

(۳۶) ملاحظہ ہو: تاریخ دمشق ۵۲/۲۴۸

(۳۷) ملاحظہ ہو: الفتن، غزوۃ الہند: ۱/۴۰۹-۴۱۰ حدیث: ۱۲۳۶-۱۲۳۸

(۳۸) ملاحظہ ہو: مسند اسحاق بن راھویہ، قسم اول۔ سوم ج ۱/۴۶۲ حدیث: ۵۳۷

(۳۹) ملاحظہ ہو: الفتن، غزوۃ الہند: ۱/۴۰۹ حدیث: ۱۲۳۵

(۴۰) ملاحظہ ہو: الفتن ۱/۳۹۹، ۴۱۰ حدیث: ۱۲۰۱، ۱۲۳۹

www.KitaboSunnat.com

دار الافتاء

مولانا حافظ ثناء اللہ مدنی حفظہ اللہ
شیخ الحدیث جامعہ لاہور الاسلامیہ

’الصلوٰۃ خیر من النوم‘ فجر کی کس اذان میں؟

[فجر کی اذان وقت سے پہلے دی جاسکتی ہے؟]

سوال: اذان میں تثویب یعنی ’الصلوٰۃ خیر من النوم‘ کا فجر کی پہلی اذان میں کہا جانا سنت ہے یا دوسری اذان میں؟ ہفت روزہ ’الاعتصام‘ میں آپ نے اظہار فرمایا کہ کلماتِ تثویب اذانِ اوّل میں کہے جانے چاہئیں۔ اس پر میں نے اپنے اطمینان کے لئے آپ سے وضاحت چاہی تو آپ نے ’الاعتصام‘ مؤرخہ ۱۴/ اگست ۱۹۹۸ء میں بحوالہ روایات مزید وضاحت کردی۔ میرا مقصد یہ تھا کہ سنتِ رسولؐ اور پھر تعامل صحابہؓ کا صحیح علم ہوسکے۔ اب ایک پرانا کتابچہ ’اذانِ محمدیؐ‘ مصنفہ مولانا محمد بن ابراہیم جونا گڑھی (ناشر مکتبہ سعودیہ، حدیث منزل، کراچی نمبر۱) نظر سے گذرا جس کے صفحہ ۱۵ پر مولانا موصوف رقم طراز ہیں کہ ’’اذانِ سحری میں ’الصلوٰۃ خیر من النوم‘ نہیں کہا جائے گا (کیونکہ وہ اذانِ فجر کے ساتھ مخصوص ہے۔) اور اذانِ فجر میں یہ مقولہ دوبار دہرایا جائے گا۔ گویا دوسری اذانِ صلوٰۃ الفجر میں ہی تثویب کا عمل قرار پایا۔ جیسا کہ ہندوپاک نیز سعودی عرب میں بھی رائج ہے۔ علما کی اس پر تنقید قبل ازیں ہماری شنید میں نہیں آئی۔

اب تحقیق طلب بات یہ ہے کہ اگر سنتِ رسولؐ اور قرونِ اولیٰ کے مطابق تثویب کا عمل اذانِ اول میں ہی رہا تھا تو پھر متاخرین میں دوسری اذان میں تثویب کا رواج کیسے پاگیا؟ ان کے پاس اس کے دفاع کی کیا دلیل ہے؟ اگر یہ کہا جائے کہ چونکہ کئی جگہوں پر ایک اذان صلوٰۃ الفجر ہی کہی جاتی ہے، اس لئے اس میں ہی تثویب کا رواج پاگیا تو پھر بھی یہ نبوی اذان میں اپنی طرف سے اضافہ ٹھہرے گا جسے بے نقاب کرنا علما کا فرض ہے ورنہ عوام اسی کو صحیح سنت سے تعبیر کریں گے۔ اس مسئلے کا حل فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

(ڈاکٹر عبیدالرحمٰن چوہدری، مصطفیٰ آباد، لاہور)

www.KitaboSunnat.com

(۱) الجواب بعون الوہاب (ازمولانا حافظ عبدالقہار، کراچی منقول از 'صحیفہ اہلحدیث' کراچی)

صورتِ مسئولہ میں واضح ہو کہ شرعاً الصلاة خیر من النوم صبح کی اذان میں حي علی الفلاح کے بعد دو بار مؤذن کو کہنا چاہئے۔ مشروع ومسنون یہی ہے جس کے مفصل دلائل محولہ بالا فتویٰ میں بیان ہوچکے ہیں جو کثیر تعداد میں ہیں اور زیادہ صحیح وقوی ہیں۔ البتہ سنن نسائی میں ابوسلیمان کی سند سے ابومحذورہؓ سے مروی ہے:

قال کنت أؤذن لرسول الله ﷺ کنت أقول فی اذان الفجر الأول حي علی الفلاح "الصلاة خیر من النوم" الله اکبر ، الله اکبر ، لا اله الاالله
"فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے لئے اذان دیتا تھا تو میں فجر اوّل کی اذان میں حي علی الفلاح کہہ کر الصلاة خیر من النوم پھر الله اکبر ، الله اکبر لا إله الا الله کہتا تھا۔" (ج ا رص ۷۵، مطبع رحیمیہ، دہلی)

اس حدیث کو اگرچہ علامہ البانیؒ نے صحیح نسائی میں شمار کیا ہے، جبکہ ابومحذورہؓ کی بیت الحرام کے پاس اذان دینے والی حدیث اور ایک ایک حرف نبی ﷺ کے ابومحذورہؓ والی حدیث جس میں فجر کی اذان میں الصلاة خیر من النوم کہنے کا ذکر ہے، ان دونوں کو صحیح نسائی اور صحیح ابوداود میں شمار کیا ہے اور صحیح قرار دیا ہے، اور نسائی والی روایت فجر اوّل میں الصلاة خیر من النوم کہنے والی سند میں جسے ابوجعفر الفراء سے سفیان ثوری کی روایت سے امام نسائی نے ذکر کیا اور مراد لیا ہے، لیکن حقیقت میں وہ ابوجعفر الفراء نہیں ہے۔ اس طرح یہ مجہول العین کی روایت شمار ہوگی جو کہ ضعیف کہلاتی ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ والی حدیث قال:کان في الأذان الأول بعد الفلاح ، الصلاة خیر من النوم، الصلاة خیر من ا لنوم (اخرجہ الطحاوی فی شرح معانی الآثار: ۱/۹۵، والبیہقی فی السنن الکبریٰ: ۱/۴۲۳، والدارقطنی فی سننہ: ۱/۲۴۳) کہ پہلی اذان میں حي علی الفلاح کے بعد دو بار الصلاة خیر من النوم کہا جاتا تھا۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں فجر اوّل اور اذانِ اوّل کا جو ذکر آیا ہے،

www.KitaboSunnat.com

اس سے مراد فجر کی حقیقی اذان ہے جو نماز کا وقت داخل ہونے کے بعد دی جاتی ہے، وہ اذان مراد نہیں ہے جو حضرت بلالؓ صبح کی اذان سے چندمنٹ پہلے دیا کرتے تھے، اور یہاں اوّل ر اُولیٰ کا لفظ اقامت کے مقابلہ میں بولا گیا ہے، چنانچہ امام نوویؒ تحریر فرماتے ہیں:

هذا نص على أن المراد من النداء الأول هو النداء الذى بعد دخول الوقت والنداء الأول هو بالنسبة إلى الإقامة (النووی:۲۵۵/۱)

''اس اذانِ اوّل سے وہی اذان مراد ہے کہ جو نماز کے وقت کے داخل ہونے کے بعد نماز کی طرف بلانے کے لئے دی جاتی ہے اور اسے اقامت کے مقابلے میں اذانِ اوّل کہہ دیا گیا ہے۔''(۱)

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ رقم طراز ہیں:

بالأولى أى عن الاولىٰ وهى متعلقه بسكت يقال سكت عن كذا إذا تركه، والمراد بالأولى الأذان الذى يؤذن به عند دخول الوقت، وهو أول باعتبار الإقامة، و ثان باعتبار الأذان الذي قبل الفجرو جاء ه' التأنيث إمامن قبل مؤاخاته للإقامة أولأنه أرادالمناداة أو الدعوة التامة، ويحتمل أن يكون صفة لمحذوف والتقدير إذا سكت عن المرة الأولى أو فى المرة الأولى

یعنی ''اولیٰ سے مراد وہ اذان ہے جو نمازِ فجر کا وقت شروع ہونے پر دی جاتی ہے۔ یہ اقامت کے مقابلے میں پہلی اذان اور فجر سے پہلے دی جانے والی اذان کے مقابلے میں دوسری اذان ہے۔ یہاں اولیٰ (صیغہ مؤنث) یا تو اقامت کے مقابلے میں بولا گیا ہے یا مناداۃ یا دعوۃِ تامہ کے مقابلے میں اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہاں محذوف عبارت اس طرح ہو کہ جب مؤذن پہلی مرتبہ خاموش ہوجائے۔'' (فتح الباری:۱۰۹/۲،۱۱۰)

گویا 'الاولیٰ' سے مراد وہ اذان ہے جو صبح کی نماز کے وقت کے داخل ہونے پر دی جاتی

---

(۱) یہ تاویل اسوقت صحیح ہے جب فجر کی صرف ایک اذان اور اقامت ہو تو واقعتاً ندائے اقامت سے پہلے ندائے اذان ہی پہلی پکار ہے لیکن جب فجر کی دو اذانیں دی جائیں تو پھر تین دفعہ کی پکار میں سے دوسری پکار فجر کی دوسری اذان ہو گی اور پہلی پکار فجر کی پہلی اذان جو صبح کاذب کے وقت دی جاتی ہے۔ جمہور علماء روایات کے اختلاف کے وقت پہلے جمع تطبیق کا رویہ اختیار کرتے ہیں۔ ابتدا ہی سے تاویل شروع کر دی جائے تو مناسب نہیں ہوتا۔ تاویل معنوی ترجیح کی قسم شمار ہوتی ہے۔ اُصولی طور پر جمع وتطبیق، ترجیح سے مقدم ہے۔ فتِی فهم عَلَی تدبر (محدث)

www.KitaboSunnat.com

ہے(۲)، اس کی دلیل صریح حدیث میں مذکور ہے جسے حافظ ابن حجر نے حدیثِ عائشہؓ سے ذکر کیا اور جسے امام لیث مصریؒ نے روایت کیا ہے:

عن عائشةؓ قالت: صلى رسول الله ﷺ العشاء ثم صلى ثمان ركعات وركعتين جالسا، وركعتين بين ندائين ولم يكن يدعهما- وفي رواية الليث: ثم يمهل حتى يؤذن بالأولى من صلاة الصبح فيركع ركعتين (فتح الباری:۳/۴۲،۴۳)

''آپ ﷺ رات کی نماز (تہجد وتراویح) کے بعد دونوں اذانوں کے درمیان دو رکعت پڑھتے تھے (صبح سے پہلے کی سنت)...... دوسری روایت میں ہے کہ پھر کچھ دیر ٹھہرتے یہاں تک کہ مؤذن صبح کی پہلی اذان دیتے تو آپؐ دو رکعت (صبح سے پہلے کی سنت) ادا فرماتے تھے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ حدیثِ مذکورہ بالا میں الأول، اولی سے مراد صبح کی وہ اذان ہے جو فجر کا وقت شروع ہونے پر دی جاتی ہے نماز کی دعوت دینے کے لئے۔ اس سے مراد ہرگز وہ اذان نہیں ہے جو وقت فجر کے داخل ہونے سے پندرہ بیس منٹ قبل دی جاتی تھی کیونکہ نبی ﷺ فجر کے داخل ہونے سے پہلے کی اذان کے بعد دو رکعت (فجر کی سنت) نہیں پڑھتے تھے اور نہ دائیں کروٹ اس کے بعد لیٹتے تھے، بلکہ یہ دوگانہ اذانِ فجر کے بعد پڑھتے تھے اور اس کے

(۲) یہاں حافظ ابن حجرؒ کی عبارت کا مفہوم سمجھنے میں مفتی صحیفہ اہل حدیث کراچی غلطی کھا رہے ہیں کیونکہ یہاں حافظ ابن حجر پہلی اذان کے دو مطلب بیان کر رہے ہیں: (۱) اقامت (تکبیر) کے اعتبار سے اذانِ فجر پہلی اذان ہے۔(۲) نمازِ فجر کی دو اذانوں میں سے پہلی اذان (اگر فجر کی دو اذانیں کہی جائیں) لیکن یہاں مفتی صحیفہ صرف ایک مفہوم ہی مخصوص کر رہے ہیں جو فہم کا نقص ہے۔ دراصل مفتی صاحب کو اس بارے میں ہمارے ہاں 'اذانِ سحری' کے عوامی لفظ سے التباس پیدا ہوا ہے کہ شاید سحری کے کھانے پینے کے لیے جگانے کی غرض سے بھی کوئی اذان مسنون ہے، حالانکہ فجر کی اگر دو اذانیں کہیں جائیں تو دونوں اذانیں فجر کے لیے ہی ہوتی ہیں پہلی نمازِ فجر کی تیاری کے لیے وقت فجر سے پہلے فجر (صبح) کاذب کے وقت اور دوسری اذان نمازِ فجر کے اعلان کی غرض سے یعنی سنتِ رسولؐ کے مطابق دونوں اذانیں نمازِ فجر سے متعلق ہی ہیں۔ ورنہ سحری کھانے کے لیے اگر اذان کہی بھی جاتی تو اس میں الا صلّوا في الرحال کی قسم کے کلمات حي على الصلوٰة وغیرہ کی طرح کہے جاتے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو فتویٰ مفتی مولانا ابو البرکات مع توثیق حضرت حافظ محمد گوندلویؒ نشر کردہ ہفت روزہ 'اہل حدیث'، لاہور مجریہ ۴/دسمبر ۱۹۷۰ء (جلد ۱/شمارہ ۴۷) (محدث)

www.KitaboSunnat.com

بعد دائیں کروٹ لیٹا کرتے تھے۔

چنانچہ حدیثِ عائشہؓ میں بالأولی من صلاة الفجر اور بلالؓ کی روایت میں ویؤذن لصلاة الفجر اور انسؓ والی حدیث میں التثويب في صلاة الغداة کے الفاظ بڑی زبردست دلیل ہیں کہ اولیٰ سے مراد وہ اذان ہے جو فجر کے وقت کے داخل ہونے پر دی جاتی ہے۔ لفظ 'من' بیانیہ ہے جو اس بات کا مکمل بیان ہے کہ اذانِ اول، مناداۃِ اولیٰ سے مراد صبح کی اذان اور فجر کی اذان ہے۔ اس طرح علامہ شیخ البانیؒ، علامہ صنعانیؒ اور علامہ ابن رسلانؒ کی دلیل مرجوح قرار پاتی ہے کہ الصلاة خير من النوم نمازِ فجر کے وقت کے داخل ہونے سے پہلے کی اذان میں کہنا چاہیے۔ اس طرح ان حضرات کا یہ قول شاذ سمجھا جائے اور یہ قول کہ اذانِ فجر میں الصلاة خير من النوم کہنا بدعت ہے، اس سے بھی زیادہ شاذ اور عجیب بات ہے۔

یاد رہے کہ اذان کا اطلاق، اقامت وتکبیر کے لئے متعدد احادیث میں ثابت ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مغفلؓ بیان کرتے ہیں:

> قال النبیﷺ: بین کل أذانین صلاة، ثم قال فی الثالثة لمن شاء (متفق علیہ) ''ارشادِ نبویؐ ہے کہ دو اذانوں کے درمیان نماز (نفل) مشروع ومسنون ہے۔ پھر تیسری بار فرمایا کہ یہ مستحب ہے جو چاہے پڑھ لے اور جو نہ پڑھے، کوئی حرج کی بات نہیں۔''

اس طرح حضرت عائشہؓ والی سابقہ حدیث میں ''وركعتين بين النداثين'' اور دونوں اذانوں کے درمیان دو رکعت (صبح کی سنت) ادا فرماتے تھے، سے مراد متفقہ طور پر دو اذانوں سے مراد اذان اور اقامت ہے۔ اس میں کسی کا کوئی قابل ذکر اختلاف موجود نہیں ہے۔

علامہ خطابیؒ تحریر فرماتے ہیں:

> ''أراد بالاذانین: الأذان والإ قامة حمل أحد الاسمين على الأخر كقولهم الأسودان: التمر والماء إنما الأسود أحدهما، وكقولهم سيرة العمرين، يريدون أبابكرؓ وعمر ويحتمل أن يكون الاسم لكل واحد منهما حقيقة، لأن الأذان فی اللغة الاعلام، فالأذان إعلام بحضور الوقت، والإقامة أذان بفعل الصلاة (معالم السنن وشرح السنۃ للبغوی)

www.KitaboSunnat.com

''اذانین سے مراد اذان اور اقامت ہے۔ دونوں کو 'اذانین' اس لئے کہا جاتا ہے کہ ایک کو دوسرے پر محمول کردیا گیا ہے جس طرح کھجور اور پانی دونوں پر 'اسودین' کا لفظ بول دیا جاتا ہے حالانکہ اسود (سیاہ) ان میں سے صرف ایک ہے۔ اسی طرح سیرتِ عمرین سے ابوبکرؓ اور عمرؓ کی سیرت مراد ہوتی ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ اذان اور اقامت دونوں کے لئے حقیقی طور پر یہ لفظ 'اذانین' بولا گیا ہو کیونکہ اذن کا لغوی معنی اطلاع دینا ہے۔ لہٰذا اذان (نماز کا) وقت ہوجانے کی اطلاع ہے اور اقامت نماز (کھڑی ہونے) کے وقت کی اطلاع ہے۔''

امام نوویؒ فرماتے ہیں: "المراد بالأذانين: الأذان والإقامة" (شرح مسلم: ۱/۲۷۸)

''اذانین سے مراد اذان اور اقامت ہے۔''

حافظ ابن حجرؒ تحریر فرماتے ہیں:

أی أذان و إقامة وتوارد الشراح على أن هذا من باب التغليب كقولهم القمرين للشمس والقمرويحتمل أن يكون أطلق على الإقامة أذان لأنها إعلام بحضور فعل الصلاة، كما أن الأذان إعلام بدخول الوقت (فتح الباری: ۲/۱۰۷)

''جس طرح چاند سورج دونوں کے لئے قمرین (دو چاند) غالبًا کہہ دیا جاتا ہے۔ اسی طرح اذان واقامت کے لئے بھی اذانین (دو اذانیں) استعمال ہوگیا ہے اور اقامت پر اذان کا اطلاق اس طرح درست ہے کہ وہ عمل نماز کے شروع ہونے کی اطلاع ہوتی ہے، جس طرح اذان، نماز کے وقت کے داخل ہوجانے کی اطلاع ہوتی ہے۔''

سنن نسائی پر عربی حاشیہ علامہ شیخ عطاء اللہ بھوجیانیؒ نے تحریر فرمایا ہے، جس میں انہوں نے بھی مختلف فیہ حدیث ابی محذورہؓ میں اذانِ اول سے مراد فجر کے داخل ہوجانے پر صبح کی جو اذان دی جاتی ہے، وہی مراد لی ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم

مزید تفصیل کے لئے علامہ شیخ عبدالعزیز نورستانی کی کتاب الإعلان مطالعہ فرمائیں۔

(۲) الجواب بعون الوہاب — از حافظ ثناء اللہ مدنی حفظہ اللہ

اصل بات یہ ہے کہ صبح کی ایک اذان دینے کی صورت میں کلمہ الصلاة خير من النوم اسی اذان میں کہنے کے بارے میں ہی وارد ہوا ہے، مطلق احادیث میں اسی بات کا بیان ہے۔

اختلاف اس صورت میں ہے کہ صبح کی دو اذانوں کی صورت میں یہ کلمہ کون سی اذان میں کہا جائے؟ صحیفہ اہلحدیث کراچی کے مفتیانِ کرام نے اپنے دعویٰ کے اثبات میں جتنے دلائل پیش کئے ہیں، وہ سب عمومی ہیں، ان سے مدعا ثابت نہیں ہوتا۔ محل نزاع میں بطورِ نص روایت مطلوب ہے جو یہاں مفقود ہے۔ پھر ان حضراتِ اہل علم وفضل نے سارا زور اس بات پر صرف کیا ہے کہ پہلی اذان سحری کی اذان ہے۔ حالانکہ کسی روایت میں سحری کی اذان کے سرے سے الفاظ ہی نہیں۔(۳) امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں بلالی اذان پر بایں الفاظ تبویب قائم کی ہے: باب الأذان قبل الفجر یعنی فجر سے پہلے اذان کا کیا حکم ہے، مسنون ہے یا غیر مسنون؟ مشروعیت کی صورت میں یہ دوسری اذان سے کفایت کرسکتی ہے یا نہیں؟ (فتح الباری:۲/۱۰۴)

ائمہ کرام کا بھی اس بارے میں اختلاف ہے کہ (وقتِ فجر سے قبل) پہلی اذان دوسری اذان کی جگہ کافی ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اگر یہ اذان سحری یا تہجد کی ہے جس طرح کہ موصوفین کا زعم ہے تو پھر اس اختلاف کا کیا مطلب؟

دراصل اس اذان کا تعلق بھی من وجہ فجر سے ہے، اس لئے ائمہ میں اختلاف پیدا ہوگیا۔ پھر ان حضرات کا یہ دعویٰ کہ صبح صادق کی اذان زیادہ تر حضرت بلالؓ ہی دیا کرتے تھے۔ بلا دلیل اور نصوصِ صحیحہ کے خلاف ہے۔ مفتی صحیفہ نے حافظ ابن حجر کی متعارض روایات میں بعض احتمالی توجیہات کا سہارا لے کر یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے اور حافظ موصوف کی فیصلہ کن بات جو ان کے مخالف تھی، اس کو چھوڑ دیا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں: ثم فی اٰخر الأمر أخر ابن أمّ مکتوم

(۳) 'سحری کی اذان' کے عوامی الفاظ برصغیر پاک وہند کے عوام میں مشہور ہو گئے ہیں جو غلط فہمی کا باعث بن رہے ہیں ورنہ شرع میں سحری کھانے کے لیے مسنون کلماتِ اذان کا استعمال نہ کہیں احادیث میں آیا ہے اور نہ ہی یہ معقول امر ہے کیونکہ اگر بارش کی وجہ سے نماز باجماعت مشکل ہو رہی ہو تو کلماتِ اذان میں بھی تبدیلی کر دی جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے: اَلَا صَلُّوْا فِيْ الرِّحَالِ یعنی نماز باجماعت کے لیے آنے کی بجائے اپنے ڈیروں پر ہی نماز ادا کر لی جائے۔ مراد یہ ہے کہ شریعت مقاصد کے مطابق ہی بلاتی ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ مقصد تو سحری کھلانا ہو لیکن دہائی حَيَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ (نماز کی طرف آؤ) کی جائے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ماہنامہ محدث، لاہور مجریہ نومبر ۱۹۷۱ء/رمضان ۱۳۹۱ھ، جلد ۱/عدد ۱۲) (محدث)

www.KitaboSunnat.com

لضعفه ووكل به من يراعى الفجر واستقر اذان بلال بليل (فتح الباری ۱۰۳/۲:)

''پھر آخری امر میں رسول اللہ ﷺ نے ابن امّ مکتوم کی اذان کو ان کے ضعف کی وجہ سے مؤخر کردیا اور ان کے ساتھ نگہبان مقرر کردیا جو ان کو طلوعِ فجر سے آگاہ کرے اور بلالؓ کی اذان مستقل طور پر رات کو مقرر ہوگئی۔''

عون المعبود (۲۱۰/۱) میں ہے:

فإن الثابت عن بلال أنه كان فى اٰخر أيام رسول اللهﷺ يؤذن بليل ثم يؤذن بعده ابن أمّ مكتوم مع الفجر

یعنی ''حضرت بلالؓ سے یہ بات ثابت ہے کہ نبیﷺ کی زندگی کے اخیر میں وہ رات کو اذان دے دیتے تھے پھر ان کے بعد ابن امّ مکتوم فجر کی اذان دیا کرتے تھے۔''

نبیﷺ سے ثابت ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

وثبت عنهﷺأنه قال إن بلالا يؤذن بليل فكلوا واشربوا حتى يؤذن ابن أم مكتوم

''بلال رات کو اذان دیتا ہے پس تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ ابن اُمّ مکتوم اذان دے۔''

واضح ہو کہ شرع میں کھانے پینے کے لئے کسی اذان کا کوئی وجود نہیں، بلالی اذان میں کھانے پینے کا لفظ محض اشتباہ دور کرنے کے لئے استعمال ہوا ہے کہ یہ اذان کھانے پینے سے روکنے والی نہیں بلکہ وہ ابن امّ مکتوم کی اذان ہے۔اس پر بیہقی نے یوں باب قائم کیا ہے:

باب اذان الأعمى إذا اذن بصير قبله أو أخبره لوقت

محل بحث میں نصوصِ صریحہ واضحہ کو ترک کرکے عمومات سے استناد لینا ماہرین کے قواعد وضوابط کے خلاف ہے اور بلاوجہ تاویلات کا دروازہ کھولنا ایک غلط انداز ہے۔ہاں البتہ اقتضائی صورت میں اس کا کوئی حرج نہیں کہ اذان کا اطلاق تکبیر پر ہو۔تاہم مقامِ گفتگو میں اس کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ شرع میں فجر کی مستقلاً دو اذانیں ہیں جبکہ دوسری طرف متعدد روایات میں پہلی اذان کی تصریح بھی موجود ہے۔ چنانچہ سبل السلام (۴۶/۲) میں بحوالہ نسائی ہے: الصلاة خير من النوم، الصلاة خير من النوم في الاذان الأولى من الصبح اس سے مطلق روایات مقید ہوجاتی ہیں۔ابن رسلان نے کہا کہ اس روایت کو ابن خزیمہ نے صحیح کہا ہے۔

تثویب(الصلوة خير من النوم) فجر کی پہلی اذان میں ہے کیونکہ یہ سونے والے کو بیدار کرنے کے لئے ہے۔ دوسری اذان نماز کے دخولِ وقت کا اعلان اور نماز کی طرف دعوت کے لئے ہے۔اور نسائی کی سنن کبریٰ (اور صغریٰ) میں ابومحذورہ کا بیان ہے كنت أؤذن رسول اللهﷺ فكنت أقول فى اذان الفجر الاوّل حي على الصلاة حي على الفلاح ، الصلاة خيرمن النوم ، الصلاة خير من النوم۔ ابن حزم نے کہا کہ اس کی سند صحیح ہے۔علامہ البانی نے بھی اس پر صحت کا حکم لگایا ہے اور صحیح ابی داؤد میں جملہ طرق اور شواہد کی بنا پر اس کو صحیح قرار دیا۔ ہے یہ کتاب چند ماہ قبل کویت سے پہلی مرتبہ طبع ہوئی ہے۔ بلا تحقیق حدیثِ ہذا کو ضعیف قرار دینا درست نہیں۔

اس طرح سنن کبریٰ بیہقی میں ابومحذورہ کی حدیث میں ہے: أنه كان يثوب في الاذان الاول من الصبح بامرهﷺ ''ابومحذورہ صبح کی پہلی اذان میں نبیﷺ کے حکم سے الصلاة خير من النوم کہا کرتے تھے۔

مشکوٰۃ میں بحوالہ ابوداؤد الفاظ یوں ہیں: فإن كان صلاة الصبح قلت الصلاة خير من النوم۔اگر صبح کی نماز ہوتو الصلاة خير من النوم کہا کرو۔حواشی مشکوٰۃ میں اس پر علامہ البانی رقم طراز ہیں: وذلك فى الاذان الاول للصبح كما فى رواية أخرى لابي داود

''یہ کلمہ صبح کی پہلی اذان میں کہا جائے گا جس طرح کہ ابوداود کی دوسری روایت میں ہے۔'' (حدیث رقم ٦٤٣)

نیز حدیث ابومحذورہ میں ہے: إن النبىﷺعلمه فى الاذان الاول من الصبح الصلاة خير من النوم أخرجه الطحاوي ''نبیﷺ نے ابومحذورہ کو تعلیم دی کہ صبح کی پہلی اذان میں الصلاة خير من النوم کہا کرے'' ...... اور ابن عمر کی روایت میں ہے كان في الاذان الاوّل بعد الفلاح الصلاة خير من النوم (أخرجه الطحاوی:۱/۱۰۱ والبیہقی ۱/۴۲۲)

''پہلی اذان میں حی علی الفلاح کے بعد الصلاة خير من النوم کہا جاتا تھا۔''

مذکورہ جملہ دلائل میں اس امر کی تصریح ہے کہ الصلاة خيرمن النوم صبح کی پہلی اذان میں کہا جائے۔ باقی رہا یہ مسئلہ کہ جہاں صبح کی پہلی اذان کا اہتمام نہ ہو، وہاں یہ کلمہ دوسری اذان

میں کہا جائے، اس صورت میں عمومی احادیث پر عمل ہوگا اور یہ فعل ’احداث فی الاذان‘ کے زمرہ میں داخل نہیں ہوگا اور کلمہ الصلاۃ خیر من النوم بھی اس بات کا متقاضی ہے۔ دونوں اذانوں میں قدرِ مشترک چونکہ صبح کی نماز کے لئے بیدار کرنا ہے سو وہ حاصل ہے اور اس لئے بھی کہ اصل دوسری اذان ہے پہلی کا اضافہ مخصوص اغراض کے پیش نظر ہوا۔ اسی اصلی ترتیب کی بنا پر امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں باب الاذان بعد الفجر کا عنوان پہلے قائم کیا ہے۔ پھر باب الاذان قبل الفجر کی تبویب ذکر کی ہے۔

یہ اس طرح سمجھیں کہ مسافر پر جمعہ نہیں، اگر وہ مقامی لوگوں کے ساتھ مل کر پڑھنا چاہے تو اس کی اجازت ہے اور جمعہ فوت ہونے کی صورت میں ظہر بہرصورت پڑھنی پڑتی ہے، اس طرح کلمہ الصلاۃ خیر النوم پہلی اذان کے عدم کی صورت میں دوسری اذان کی طرف منتقل ہو جائے گا ...... تاہم جن اصحابِ علم کا نکتہ نظر یہ ہے کہ یہ حکم پہلی اذان کے ساتھ ہی مخصوص ہے خواہ فجر کی ایک اذان ہی کہی جائے۔ مذکورہ علل اور وجوہات کی بنا پر میرے نزدیک یہ مسلک مرجوح ہے۔

آخر میں محترم ڈاکٹر صاحب کو میرا مشورہ ہے جب کسی مسئلہ میں بحث کی صورت میں طوالت نظر آئے تو بذاتِ خود موضوع سے متعلقہ کتابوں کا مطالعہ کریں۔ اور اشکالات کی صورت میں پختہ کار علما سے رہنمائی حاصل کرنی چاہئے۔

مجلس عمل کی قیادت نے صوبہ سرحد میں حکومت بنانے کے بعد مفتی غلام الرحمٰن صاحب کی سربراہی میں ۲۱ رکنی ’نفاذِ شریعت کونسل‘ تشکیل دی جس نے مختصر عرصے میں اپنی سفارشات حکومت سرحد کے حوالہ کردیں، جو کابینہ کی منظوری کے بعد اسمبلی میں پیش ہونے والی ہے۔ انہی سفارشات کو ماہنامہ العصر ’نفاذِ شریعت نمبر‘ کی صورت میں ۲۰۰ صفحات میں شائع کردیا ہے۔ قیمت ۷۵ روپے ماہنامہ العصر: پوسٹ بکس نمبر ۱۲۰۹ جی پی او پشاور صدر

خوشخبری: اسلامک ویلفیئر فاؤنڈیشن پاکستان کے زیر اہتمام ماہنامہ اسلامک فاؤنڈیشن کا باقاعدہ اجرا کردیا گیا ہے جس میں قرآن وسنت پر مضامین، شہدا کی یادیں، خواتین کے لئے معلومات اور دیگر معلومات شامل ہوں گی۔ باقاعدگی سے ہر ماہ کی ۱۰ تاریخ کو اشاعت۔ ۴ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر منگوائیں۔ ’بلا قیمت‘
حافظ ہشام الٰہی ظہیر: سیکرٹری جنرل فاؤنڈیشن، حسن پلازہ اردو بازار لاہور، فون: 7242850

ماہنامہ ’القاسم‘ نوشہرہ مولانا سید سلیمان ندویؒ پر ۵۰۰ صفحات میں عنقریب اشاعتِ خاص پیش کر رہا ہے۔ قیمت ۱۳۰ روپے

حافظ مبشر حسین لاہوری☆

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا عقیدہ ومسلک
اور ان کے عقیدت مندوں کی غلو کاریاں

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے نام سے کون واقف نہیں۔علمی مرتبہ،تقویٰ وللّٰہیت اور تزکیۂ نفس کے حوالہ سے شیخ کی بے مثال خدمات چہار دانگ عالم میں عقیدت واحترام کے ساتھ تسلیم کی جاتی ہیں۔مگر شیخ کے بعض عقیدت مندوں نے فرطِ عقیدت میں شیخ کی خدمات وتعلیمات کو پس پشت ڈال کر ایک ایسا متوازی دین وضع کررکھا ہے جو نہ صرف قرآن وسنت کے صریح منافی ہے بلکہ خود شیخ کی مبنی برحق تعلیمات کے بھی منافی ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ اگر ان عقیدت مندوں کو ان کی غلو کاریاں سے آگاہ کیا جائے تو یہ نہ صرف یہ کہ اصلاح کرنے والوں پر برہم ہوتے ہیں بلکہ انہیں اولیاء ومشائخ کا گستاخ قرار دے کر مطعون کرنے لگتے ہیں۔ بہر حال ایک دینی واصلاحی فریضہ سمجھتے ہوئے راقم یہ مضمون لکھنے کی جسارت کررہا ہے۔اگر اس کے ذریعے ایک فرد کی بھی اصلاح ہوجائے تو اُمید ہے کہ وہ میری نجات کے لیے کافی ہوگا۔ان شاء اللہ

مضمون ہذا کو بنیادی طور پر تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلا حصہ شیخ جیلانیؒ کے سوانح حیات پر مشتمل ہے۔دوسرے حصہ میں شیخ کے عقائد ونظریات اور دینی تعلیمات کے بارے میں بحث کی گئی ہے جب کہ تیسرے حصہ میں ان غلط عقائد کی نشاندہی کی گئی ہے جنہیں شیخ کے بعض عقیدت مندوں نے شعوری یا غیر شعوری طور پر عوام میں پھیلا رکھا ہے۔

❶ شیخ کے سوانح حیات

ابتدائی حالاتِ زندگی

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا پورا نام عبدالقادر بن ابی صالح عبداللہ بن جنگی دوست الجیلی (الجیلانی) ہے جبکہ آپ کی کنیت ابومحمد اور لقب محی الدین اور شیخ الاسلام ہے۔(دیکھئے: سیر اعلام النبلاء:۲۰/۴۳۹)،(البدایہ والنہایہ:۱۲/۲۵۲)،(فوات الوفیات:۲/۳۷۳)،(شذرات

☆ ریسرچ سکالر 'مجلس التحقیق الاسلامی' ماڈل ٹاؤن، لاہور

www.KitaboSunnat.com

الذہب:۱۹۸/۴)، علاوہ ازیں امام سمعانی نے آپ کا لقب 'امامِ حنابلہ' ذکر کیا ہے۔ (الذیل علی طبقات الحنابلہ لابن رجب:۲۹۱/۱)

صاحبِ شذرات نے آپ کا سلسلہ نسب حضرت حسنؓ بن علیؓ تک پہنچایا ہے۔ آپ ۴۷۱ھ (اور بقولِ بعض ۴۷۰ھ) میں جیلان میں پیدا ہوئے۔ (سیر اعلام النبلاء، ایضاً) اور

''جیلان یا گیلان (کیلان) کو ویلم بھی کہا جاتا ہے، یہ ایران کے شمالی مغربی حصے کا ایک صوبہ ہے، اس کے شمال میں روسی سرزمین 'تالیس' واقع ہے، جنوب میں برز کا پہاڑی سلسلہ ہے جو اس کو آذربائیجان اور عراقِ عجم سے علیحدہ کرتا ہے۔ جنوب میں مازندان کا مشرقی حصہ ہے اور شمال میں بحرِ قزوین کا مغربی حصہ، وہ ایران کے بہت خوبصورت علاقوں میں شمار ہوتا ہے۔'' (دائرۃ المعارف:۶۲۱/۱۱ بحوالہ تاریخ دعوت وعزیمت:۱۹۷/۱)

علاقائی نسبت کی وجہ سے آپ کو جیلانی، گیلانی یا کیلانی کہا جاتا ہے۔

تعلیم و تربیت

شیخ صاحب کی ابتدائی تعلیم و تربیت کا تذکرہ کتبِ تواریخ میں نہیں ملتا، البتہ یہ بات مختلف مؤرخین نے بیان کی ہے کہ

''آپ اٹھارہ برس کی عمر میں تحصیل علم کے لئے بغداد روانہ ہوئے۔''

(اردو دائرۃ المعارف:۹۲۹/۱۲)

امام ذہبی کا بھی یہی خیال ہے کہ آپ نوجوانی کی عمر میں بغداد آئے تھے۔ (سیر ایضاً)

علاوہ ازیں اپنے تحصیل علم کا واقعہ خود شیخ صاحب بیان کرتے ہیں کہ

''میں نے اپنی والدہ سے کہا: مجھے خدا کے کام میں لگا دیجئے اور اجازت مرحمت کیجئے کہ بغداد جاکر علم میں مشغول ہوجاؤں اور صالحین کی زیارت کروں۔ والدہ رونے لگیں، تاہم مجھے سفر کی اجازت دے دی اور مجھ سے عہد لیا کہ تمام احوال میں صدق پر قائم رہوں۔ والدہ مجھے الوداع کہنے کے لئے بیرونِ خانہ تک آئیں اور فرمانے لگیں:

''تمہاری جدائی، خدا کے راستے میں قبول کرتی ہوں۔ اب قیامت تک تمہیں نہ دیکھ سکوں گی۔'' (نفحات الانس ص:۵۸۷، از نورالدین جامی بحوالہ دائرۃ المعارف، ایضاً)

www.KitaboSunnat.com

شیوخ وتلامذہ

حافظ ذہبیؒ نے آپ کے شیوخ میں سے درج ذیل شیوخ کا بطورِ خاص تذکرہ کیا ہے:

''قاضی ابوسعد مخرمی، ابوغالب (محمد بن حسن) باقلانی، احمد بن مظفر بن سوس، ابوقاسم بن بیان، جعفر بن احمد سراج، ابوسعد بن خشیش، ابوطالب یوسفی وغیرہ'' (سِیَر: ۲۰/۴۴۰)

جبکہ دیگر اہل علم نے ابوزکریا یحییٰ بن علی بن خطیب تبریزی، ابوالوفا علی بن عقیل بغدادی، شیخ حماد الدباس کو بھی آپ کے اساتذہ کی فہرست میں شمار کیا ہے۔

(دائرۃ المعارف، اُردو: ۱۱/۶۳۰)

علاوہ ازیں آپ کے درج ذیل معروف تلامذہ کو حافظ ذہبیؒ وغیرہ نے ذکر کیا ہے:

''ابوسعد سمعانی، عمر بن علی قرشی، شیخ موفق الدین ابن قدامہ، عبدالرزاق بن عبدالقادر، موسیٰ بن عبدالقادر (یہ دونوں شیخ کے صاحبزادگان سے ہیں)، علی بن ادریس، احمد بن مطیع ابوہریرہ، محمد بن لیث وسطانی، اکمل بن مسعود ہاشمی، ابوطالب عبداللطیف بن محمد بن قبیطی وغیرہ'' (ایضاً)

شیخ کی اولاد

امام ذہبیؒ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے بیٹے عبدالرزاق کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ”ولد لأبی تسعة وأربعون ولدا سبعة وعشرون ذكرا والباقي أناث“ (سیر: ۲۰/۴۴۷ نیز دیکھئے: فوات الوفیات: ۲/۳۷۴)

''میرے والد کی کل اولاد ۴۹ تھی جن میں ۲۷ بیٹے اور باقی سب بیٹیاں تھیں۔''

شیخ کا حلقہ درس

شیخ نے تعلیم سے فراغت کے بعد دعوت وتبلیغ، وعظ ونصیحت اور تعلیم وتربیت کو اپنی زندگی کا نصب العین بنالیا جس اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ آپ نے یہ سلسلہ شروع کیا، اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ اللہ نے آپ کے کام میں بے پناہ برکت ڈالی اور آپ کا حلقہ درس آپ کے دور کا سب سے بڑا تعلیمی وتربیتی حلقہ بن گیا۔ حتیٰ کہ وقت کے حکمران، امراء ووزرا اور بڑے بڑے اہل علم بھی آپ کے حلقۂ وعظ ونصیحت میں شرکت کو سعادت سمجھتے۔ جبکہ وعظ ونصیحت کا یہ

سلسلہ جس میں خلق کثیر شیخ کے ہاتھوں توبہ کرتی، شیخ کی وفات تک جاری رہا۔ (سیر: ۲۰/۴۴۱)

حافظ ابن کثیر شیخ کی ان مصروفیات کا تذکرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ

''آپ نے بغداد آنے کے بعد ابوسعید مخرمی حنبلیؒ سے حدیث و فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ ابوسعید مخرمی کا ایک مدرسہ تھا جو انہوں نے شیخ عبدالقادر جیلانی کے سپرد کردیا۔ اس مدرسہ میں شیخ لوگوں کے ساتھ وعظ و نصیحت اور تعلیم و تربیت کی مجالس منعقد کرتے اور لوگ آپ سے بڑے مستفید ہوتے۔'' (البدایہ والنھایہ: ۱۲/۲۵۲)

شیخ کی وفات: امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ ''شیخ عبدالقادر ۹۰ سال زندہ رہے اور ۱۰/ ربیع الآخر ۵۶۱ھ کو آپ فوت ہوئے۔'' (سیر: ۲۰/۴۵۰)

تالیفات وتصنیفات

شیخ جیلانیؒ بنیادی طور پر ایک مؤثر واعظ و مبلغ تھے تاہم مؤرخین نے آپ کی چند تصنیفات کا تذکرہ کیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ صاحبِ قلم بھی تھے۔ مگر اس سے یہ غلط فہمی پیدا نہیں ہونی چاہئے کہ مؤرخین نے آپ کی جن تصنیفات کا احاطہ کیا ہے، وہ تمام فی الواقع آپ ہی کی تصنیفات تھیں بلکہ آپ کی ذاتی تصنیفات صرف تین ہیں جبکہ باقی کتابیں آپ کے بعض شاگردوں اور عقیدت مندوں نے تالیف کرکے آپ کی طرف منسوب کررکھی ہیں۔ اب ہم ان تمام کتابوں کا بالاختصار جائزہ لیتے ہیں:

1 غنیة الطالبین: اس کتاب کا معروف نام تو یہی ہے مگر اس کا اصل اور بذاتِ خود شیخ کا تجویز کردہ نام یہ ہے: الغنية لطالبي طريق الحق یہ کتاب نہ صرف یہ کہ شیخ کی سب سے معروف کتاب ہے بلکہ شیخ کے افکار و نظریات پر مشتمل ان کی مرکزی تالیف بھی یہی ہے۔ دورِ حاضر میں بعض لوگوں نے اسے شیخ کی کتاب تسلیم کرنے سے انکار یا تردّد کا اظہار بھی کیا ہے لیکن اس سے مجالِ انکار نہیں کہ یہ شیخ ہی کی تصنیف ہے جیسا کہ حاجی خلیفہ اپنی کتاب 'کشف الظنون' میں رقم طراز ہیں کہ "الغنية لطالبى طريق الحق للشيخ عبد القادر الكيلانى الحسني المتوفى سنة ٥٦١ هـ إحدى وستين وخمس مائة" (ص: ۲/۱۲۱۱)

''غنیة الطالبین شیخ عبدالقادر جیلانیؒ جو ۵۶۱ ہجری میں فوت ہوئے، انہی کی کتاب ہے۔''

www.KitaboSunnat.com

حافظ ابن کثیرؒ نے بھی اپنی تاریخ (البدایہ:۱۲/۲۵۲) میں اور شیخ ابن تیمیہؒ نے اپنے فتاویٰ (ج۵/ص۱۵) میں اسے شیخ کی تصنیف تسلیم کیا ہے۔

2 **فتوح الغیب:** یہ کتاب شیخ کے ۷۸ مختلف مواعظ مثلاً توکل، خوف، اُمید، رضا، احوالِ نفس وغیرہ پر مشتمل ہے۔ یہ بھی شیخ کی کتاب ہے جیسا کہ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ

''شیخ عبدالقادرؒ نے غنیة الطالبین اور فتوح الغیب لکھی ہے۔ ان دونوں کتابوں میں بڑی بڑی اچھی باتیں ہیں، تاہم شیخ نے ان کتابوں میں بہت سی ضعیف اور موضوع روایات بھی درج کردی ہیں۔'' (البدایہ ایضاً اور دیکھئے کشف الظنون :۲/۱۲۴۰)

3 **الفتح الرباني والفيض الرحماني:** یہ کتاب شیخ کے ۶۲ مختلف مواعظ پر مشتمل ہے، یہ بھی شیخ کی مستقل تصنیف ہے۔ (دیکھئے: الأعلام از زرکلی: ۴/۴۷)

4 **الفيوضات الربانية فی المآثر والأوراد القادرية:** اس میں مختلف اوراد و وظائف جمع کئے گئے ہیں۔ اگرچہ بعض مؤرخین نے اسے شیخ کی طرف منسوب کیا ہے مثلاً دیکھئے الاعلام (ایضاً) مگر فی الحقیقت یہ آپ کی تصنیف نہیں بلکہ اسے اسمٰعیل بن سید محمد القادری نامی ایک عقیدت مند نے جمع کیا ہے جیسا کہ اس کے مطبوعہ نسخہ سے اس کی تائید ہوتی ہے اور ویسے بھی اس میں ایسے شرکیہ وظائف واَوراد اور بدعات وخرافات پر مبنی اذکار ہیں کہ جن کا صدور شیخ سے ممکن ہی نہیں۔ واللہ اعلم

5 **الأوراد القادرية:** یہ کتاب بھی بعض قصائد و وظائف پر مبنی ہے۔ اسے محمد سالم بواب نے تیار کرکے شیخ کی طرف منسوب کردیا ہے حالانکہ اس میں موجود شرکیہ قصائد ہی اسے شیخ کی تصنیف قرار دینے سے مانع ہیں۔

اس کے علاوہ بھی مندرجہ ذیل کتابوں کو آپ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے:

(۶) بشائر الخيرات
(۷) تحفة المتقين وسبيل العارفين
(۸) الرسالة القادرية
(۹) حزب الرجا والا نتهاء
(۱۰) الرسالة الغوثية
(۱۱) الكبريت الأحمر فی الصلاة على النبیﷺ
(۱۲) مراتب الوجود
(۱۳) يواقيت الحكم

(۱۴)معراج لطيف المعاني

(۱۵)سر الأسرار ومظهر الأنوار فيما يحتاج إليه الأبرار

(۱۶)جلاء الخاطر فى الباطن والظاهر

(۱۷)آداب السلوك والتوصل إلى منازل الملوك

شیخ کی مندرجہ تصنیفات وتالیفات کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: معجم المؤلفین: ۵/۳۰۷، دائرۃ المعارف اردو:۱۱/۹۳۲، ہدیۃ العارفین:۱/۵۹۶، کشف الظنون بترتیب اسماء الکتب وغیرہ

❷ شیخ کے عقائد ونظریات اور تعلیمات

شیخ کی ذاتی تصنیفات کے حوالہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ کا عقیدہ وہی تھا جو اہل السنۃ کا متفقہ عقیدہ ہے بلکہ آپ خود اپنے عقیدہ کے حوالہ سے رقم طراز ہیں کہ "اعتقادنا اعتقاد السلف الصالح والصحابة" (سیر اعلام النبلاء:۲۰/۴۴۲) ''ہمارا عقیدہ وہی ہے جو صحابہ کرامؓ اور سلف صالحین کا ہے۔'' بلکہ شیخ دوسروں کو بھی سلف صالحین کا عقیدہ ومذہب اختیار کرنے کی اس طرح تلقین کرتے ہیں کہ

> "عليكم بالاتباع من غير ابتداع، عليكم بمذهب السلف الصالح امشوا في الجادة المستقيمة" ''تمہیں چاہیے کہ (کتاب وسنت کی) اتباع اختیار کرو اور بدعات کا ارتکاب نہ کرو اور تمہیں چاہیے کہ سلف صالحین کے مذہب کو اختیار کرو اور یہی وہ صراط مستقیم ہے جس پر تمہیں گامزن رہنا چاہیے۔'' (الفتح الربانی: المجلس العاشر ص ۳۵)

نیز فرماتے ہیں کہ "فعلى المؤمن اتباع السنة والجماعة فالسنة ما سنه رسول الله ﷺ والجماعة ما اتفق عليه أصحاب رسول الله" ''مومن کو چاہیے کہ سنت اور سنت پر چلنے والی جماعت کی پیروی کرے۔ سنت وہ ہے جسے رسول اللہؐ نے سنت قرار دیا اور جماعت وہ ہے جس پر اللہ کے رسول کے صحابہ کا اتفاق رہا۔'' (الغنیۃ:۱/۱۶۵)

شیخ جیلانیؒ کے عقائد ونظریات کی مزید معرفت کے لئے ہم ان کی مختلف کتابوں سے ان کے عقائد ونظریات کا سرسری جائزہ پیش کرتے ہیں:

ایمان کے بارے میں

ایمان کی تعریف میں اہل السنۃ اور فرقِ ضالہ میں نمایاں اختلاف پایا جاتا ہے۔ شیخ جیلانیؒ کے ہاں ایمان کی وہی تعریف ملتی ہے جو اہل السنۃ کے ہاں معروف ہے جیسا کہ شیخ فرماتے ہیں:

”ونعتقد أن الإيمان قول باللسان ومعرفة بالجنان وعمل بالأركان يزيد بالطاعة وينقص بالعصيان ويقوي بالعلم ويضعف بالجهل وبالتوفيق يقع“(الغنية:۱/۱۳۵)

”ہمارا عقیدہ ہے کہ ایمان، زبانی اقرار، قلبی تصدیق اور ارکان اسلام پر عمل پیرا ہونے کے مجموعہ کا نام ہے۔ ایمان اطاعت سے بڑھتا، نافرمانی سے کم ہوتا، علم سے مضبوط اور جہالت سے کمزور ہوتا رہتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی توفیق ہی سے یہ حاصل ہوتا ہے۔“

غنیۃ کے پہلے باب میں بھی شیخ اسی سے ملتی جلتی تعریف بیان کرتے ہیں کہ

”الايمان قول وعمل لأن القول دعوى والعمل هو البينة والقول صورة والعمل روحها“ (ص۱۴، ایضاً)

”ایمان قول وعمل کا نام ہے کیونکہ قول (زبانی) دعویٰ ہے اور عمل اس دعویٰ کی دلیل ہے۔ قول صورت ہے اور عمل اس کی روح ہے۔“

توحید کے بارے میں

توحیدِ ربوبیت واُلوہیت کے بارے میں شیخ رقم طراز ہیں کہ

”النفس بأجمعها تابعة لربها موافقة له إذ هو خالقها ومنشؤها وهى مفتقرة له بالعبودية“ (فتح الغیب: ص۲۱)

”انسانی نفس (فطرت) مکمل طور پر اپنے ربّ کا مطیع ہے کیونکہ ربّ تعالیٰ ہی اس کے خالق ومالک ہیں اور یہ خدا تعالیٰ کی بندگی کرنے پر محتاج ہے۔“

نیز فرماتے ہیں کہ

”الذي يجب على من يريد الدخول فى ديننا أو لا أن يتلفظ بالشهادتين لا إله الا الله محمد رسول الله ويتبرأ من كل دين غير دين الإسلام ويعتقد بقلبه وحدانية الله تعالىٰ“ (الغنية:۱/۱۳)

”جو شخص اسلام میں داخل ہونا چاہتا ہے، اس پر واجب ہے کہ سب سے پہلے کلمہ شہادت کا

اپنی زبان سے اقرار کرے اور دین اسلام کے علاوہ دیگر تمام ادیان سے اعلانِ برأت کرے اور اپنے دل سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت تسلیم کرے۔''

اسماء وصفات کے بارے میں

اسماء وصفات کے بارے میں شیخ اپنا موقف اس طرح بیان کرتے ہیں:

"ولا نخرج عن الکتاب والسنة نقرأ الآية والخبر ونؤمن بما فيهما ونکل الکيفية الی علم الله عزوجل" (ایضاً:۱/۱۲۵)

''(اسماء وصفات کے سلسلہ میں) ہم کتاب وسنت سے باہر نہیں جاتے۔ ہم آیت پڑھتے ہیں یا حدیث اور ان دونوں پر ایمان لاتے ہیں جبکہ ان کی کنہ وحقیقت کو اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔''

اسماء و صفات کے حوالہ سے اہل السنۃ کا یہی موقف ہے جسے شیخ نے اپنی تصنیفات میں جابجا اختیار کیا ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ فرقِ ضالہ کے نظریات کی تردید بھی کی ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: (ایضاً:۱/۱۲۵ تا ۱۴۰)

قرآن مجید کے بارے میں

شیخ فرماتے ہیں کہ

"ونعتقد أن القرآن کلام الله وکتابه وخطابه ووحيه الذي نزل به جبريل علی رسول الله......" (الغنیۃ:۱/۱۲۷)

''ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ قرآنِ مجید اللہ کا کلام، مقدس کتاب، خطاب اور اس کی وہ وحی ہے جسے جبریلؑ کے ذریعے محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل کیا گیا ہے۔''

آنحضرت ﷺ کے بارے میں

شیخ فرماتے ہیں کہ

"ويعتقد أهل الاسلام قاطبة أن محمد بن عبدالله بن عبدالمطلب بن هاشم رسول الله وسيد المرسلين وخاتم النبيين عليهم السلام" (الغنیۃ:ایضاً)

''تمام اہل اسلام کا اس بات پر متفقہ اعتقاد ہے کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ تمام رسولوں کے سردار اور خاتم النّبیین یعنی آخری رسول ہیں۔''

آخرت کے بارے میں

شیخ آخرت کے بارے میں لکھتے ہیں

"ثم إن الإيمان بالبعث من القبور والنشر عنها واجب كما قال الله......"

''روزِ آخرت قبروں سے جی اُٹھنے اور حشر ونشر پر ایمان لانا بھی واجب ہے۔'' (الغنیة:۱/۱۴۶)

علاوہ ازیں عذابِ قبر، پل صراط، حوضِ کوثر، جنت وجہنم، میزان و شفاعت ِکبریٰ وغیرہ کے حوالہ سے بھی شیخ نے غنیة میں وہی عقائد رقم کئے ہیں جو اہل السنة کے ہاں معروف ہیں۔

ردِّ شرک وبدعت کے حوالہ سے شیخ کی تعلیمات

شیخ جیلانیؒ توحید کے زبردست حامی اور شرک و بدعت کے قاطع تھے جیسا کہ ان کے مندرجہ اقتباسات سے واضح ہے:

① "أن يمد يديه ويحمد الله ويصلي على النبي ﷺ ثم يسأل الله حاجته"

''انسان کو چاہئے کہ وہ اللہ کے حضور دستِ سوال دراز کرے، اللہ کی حمد وثنا کرے، محمدؐ پر درود وسلام بھیجے پھر اللہ سے اپنی حاجت کا سوال کرے۔'' (الغنیة:۱/۹۲)

② "ويكره أن يقسم بأبيه أو بغير الله في الجملة فإن حلف حلف بالله وإلا ليصمت" (الغنیة: ایضاً) ''آباء و اجداد یا غیر اللہ کی قسم کھانا مکروہ (بمعنی حرام) ہے لہٰذا قسم کھانی ہو تو صرف اللہ کی قسم کھائی جائے ورنہ خاموشی اختیار کی جائے۔''

③ " وإذا زار قبرا لا يضع يدًا عليه ولا يُقَبِّله فإنه عادة اليهود ولا يقعد عليه ولا يتكأ إليه ...... ثم يسأل الله حاجته" (الغنیة:۱/۹۱)

شیخ آدابِ قبور کی مسنون دعا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ

''جب قبر کی زیارت کرنے جاؤ تو قبر پر ہاتھ نہ رکھو اور نہ ہی قبر کو چومو۔ کیونکہ یہ یہود کی علامت ہے اور نہ ہی قبر پر بیٹھو اور نہ اس کے ساتھ ٹیک لگاؤ۔ پھر اللہ سے اپنی حاجت طلب کرو''

④ "وتكره الطِّيَرَةُ ولا بأس بالتفاؤل" (ایضاً) ''بدشگونی حرام ہے البتہ فال (نیک اور اچھی بات) میں کوئی حرج نہیں۔'' بلکہ بدشگونی کے حوالہ سے شیخ حدیث نبوی سے استدلال کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ

www.KitaboSunnat.com

''جس شخص کو بدشگونی نے اس کے کام سے روک دیا، اس نے شرک کیا۔'' (الغنیة:۱/۹٦)

⑤ ”اتبعوا ولا تبتدعوا، وافقوا ولا تخالفوا، أطيعوا ولا تعصوا، اخلصوا ولا تشركوا وحدوا الحق وعن بابه لا تبرحوا، سلوه ولا تسئلوا غيره استعينوا به ولا تستعينوا بغيره توكلوا عليه ولا تتوكلوا على غيره“(الفتح الربانی:ص ۱۵۱)

''سنت کی پیروی کرو اور بدعات جاری نہ کرو۔ (دین کی) موافقت کرو اور خلاف ورزی نہ کرو۔ فرمانبرداری کرو اور نافرمانی نہ کرو۔ اخلاص پیدا کرو اور شرک نہ کرو۔ حق تعالیٰ کی توحید کا پرچار کرو اور اس کے دروازے سے منہ نہ موڑو، اسی خدا سے سوال کرو، کسی اور سے سوال نہ کرو۔ اسی سے مدد مانگو، کسی اور سے مدد نہ مانگو۔ اسی پر توکل و اعتماد کرو اس کے علاوہ کسی اور پر توکل نہ کرو۔''

⑥ شیخ رقمطراز ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص خود یا اس کا بھائی (عزیز) بیمار ہو تو وہ اس طرح دعا کرے: ''اے ہمارے ربّ! جو آسمان میں ہے، تیرا نام مقدس ہے، ارض وسما پر تیرا ہی حکم ہے۔ جس طرح ارض و سما میں تیری ہی رحمت کے دریا بہتے ہیں، اے پاکیزہ لوگوں کے ربّ! ہمارے گناہ معاف فرما دے، اپنی رحمت سے ہم پر مہربانی فرما، اس مصیبت و بیماری میں اپنی طرف سے شفا عطا فرما۔'' (الغنیة :۱/۹٦)

⑦ ''ساری مخلوق عاجز ہے، نہ کوئی تجھ کو فائدہ پہنچا سکتا ہے نہ نقصان، جو کچھ تیرے لئے مفید ہے یا مضر، اس کے متعلق اللہ کے علم میں (تقدیر کا) قلم چل چکا ہے، اس کے خلاف نہیں ہوسکتا......'' (فیوضِ یزدانی ترجمہ الفتح الربانی: مجلس ۱۳،ص ۸۹)

قبولیتِ عبادات کے بارے میں شیخ کا موقف

شیخ فرماتے ہیں: ”إذا عملت هذه الأعمالَ......وإصابة السنة“(الفتح الربانی:ص ۱۰)

''تم سے تمہارے اعمال اس وقت تک قبول نہیں کئے جاسکتے ہیں جب تک کہ تم اِخلاص پیدا نہ کرلو۔ کوئی قول، عمل کے بغیر مقبول نہیں اور کوئی عمل اخلاص اور سنت کی مطابقت کے بغیر مقبول نہیں۔''

خلاصۂ بحث اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی گواہی

مندرجہ اقتباسات کے سرسری مطالعہ سے کم از کم یہ اندازہ ضرور ہوجاتا ہے کہ شیخ جیلانی

www.KitaboSunnat.com

سلفیُ العقیدہ تھے۔ اس کی مزید تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ شیخ نے اپنی کتاب غنیة الطّالبین میں تمام فرقِ ضالہ کی بھرپور تردید کی ہے۔ شیعہ وروافض، مرجیہ و قدریہ، جہمیہ، کرامیہ اور معتزلہ وغیرہ کی تردید تو بہت نمایاں ہے جبکہ ان کے علاوہ صرف ایک ہی گروہ ایسا رہ جاتا ہے جسے فرقہ ناجیہ کہا جاسکتا ہے اور اسی گروہ کو شیخ نے أصحاب الحدیث اور أهل السنة قرار دے کر ان کی تعریف وتوصیف کی ہے اور دیگر لوگوں کو بھی انہی کی طریق پر چلنے کی جابجا ہدایت کی ہے۔ لہٰذا اب یہ فیصلہ کرنا چنداں مشکل نہیں کہ شیخ صحیح العقیدہ مسلمان تھے۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی ملحوظِ خاطر رہے کہ کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ جو فرقِ ضالہ کے عقائد ونظریات کی نشاندہی وتردید کے حوالہ سے ایک سند کی حیثیت رکھتے ہیں، نے شیخ جیلانی اور ان کے بعض اقوال وفرمودات کو اپنے فتاویٰ میں بطورِ تائید و استشہاد جابجا نقل کیا ہے مثلاً دیکھئے: فتاویٰ ابن تیمیہؒ: (ج۵/ص۸۵، ج۱۰/ص۴۵۵، ۵۲۴، ۵۴۸، ج۱۱/ص۶۰۴)

اگر شیخ جیلانی کے عقائد ونظریات میں کوئی بگاڑ ہوتا تو ابن تیمیہؒ اس کی ضرور نشاندہی اور تردید فرماتے مگر اس کے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ ابن تیمیہؒ نے شیخ جیلانیؒ کا نہ صرف ذکر ِخیر فرمایا ہے بلکہ انہیں 'اکابر الشیوخ'، 'الشیخ الامام' اور 'أئمتنا' میں شمار فرمایا ہے۔ (دیکھئے مجموع الفتاویٰ: ج۱۱/ص۶۰۴، ج۵/ص۸۵)

یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ شیخ جیلانیؒ کی کتابوں کے تتبع سے ان کے بعض تفردات بھی ملتے ہیں جن پر آئندہ سطور میں 'شیخ کے بعض تفردات' کے ضمن میں تبصرہ کیا جائے گا۔

فقہی مسلک

آپ کے بارے میں اہل علم نے متفقہ طور پر یہ رائے ظاہر کی ہے کہ آپ فقہی مسائل میں حنبلی المسلک تھے۔ جیسا کہ حافظ ذہبیؒ نے سیر أعلام النبلاء (۲۰/۴۳۹) اور عبدالحی بن عماد حنبلی نے شذرات الذهب (۴/۱۹۹) اور محمد بن شاکر کتبی نے فوات الوفیات (۲/۲۹۵) میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ علاوہ ازیں خود شیخ کے درج ذیل اقتباسات سے بھی واضح ہوتا ہے کہ وہ فقہی مسائل میں امام احمد بن حنبل کے پیرو تھے:

① ”وينبغي للإمام أن لا يدخل طاق القبلة فيمنع من ورآه رؤيته بل يخرج منه قليلا وعن إمامنا احمد رحمه الله رواية أخرى: أنه يستحب قيامه فيه“ (الغنية :ج۲،ص۲۰۰)

”امام کے لیے جائز نہیں کہ وہ بالکل محراب کے اندر اس طرح گھس کر کھڑا ہو کہ مقتدیوں کی نظر ہی سے اوجھل ہو جائے بلکہ اسے چاہیے کہ محراب سے قدرے باہر ہو کر کھڑا ہو اور ہمارے امام احمد بن حنبل سے اس مسئلہ میں ایک دوسری روایت یہ بھی ہے کہ امام کا محراب میں کھڑا ہونا مستحب ہے۔“

② ”وروى أمامنا أبوعبد الله أحمد رحمه الله في رسالة له بإسناده عن أبي موسىٰ الأشعري......“ (ایضاً:ص۲۰۳)

”ہمارے امام ابوعبداللہ احمد بن حنبلؒ نے اپنے ایک رسالہ میں اپنی اسناد کے ساتھ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت کیا ہے......“

③ ”قال الإمام أبوعبد الله أحمد بن محمد بن حنبل الشيباني رحمه الله وأَمَاتَنَا على مذهبه أصلا وفرعا وحَشَرْنا في زمرته......“ (ایضاً)

”امام ابوعبداللہ احمد بن حنبل الشیبانیؒ نے فرمایا...... اللہ تعالیٰ ہمیں عقائد وفروعی مسائل میں انہی کے مذہب پر موت دے اور روزِ محشر انہی کے گروہ میں ہمیں اُٹھائے......“

امام شعرانی نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ شیخ، امام احمدؒ اور امام شافعیؒ دونوں ہی سے متاثر تھے اور ان دونوں اماموں کے مسلک پر فتویٰ دیتے تھے۔ (الطبقات الکبریٰ:۱۰۹) مگر مذکورہ اقتباسات سے آپ کا حنبلی المسلک ہونا ہی ثابت ہوتا ہے۔ نیز یہ غلط فہمی پیدا نہ ہو کہ شیخ بھی بعض متعصبین کی طرح اپنے امام کے اندھے مقلد تھے بلکہ آپ کی تقلید کا دائرہ صرف وہاں تک تھا کہ جہاں تک قولِ امام شرعی نصوص سے متعارض نہ ہوتا جب کہ ایسے تعارض کی صورت میں آپ حدیثِ نبوی ہی کو ترجیح وفوقیت دینے کے قائل تھے۔ جیسا کہ موصوف غنية الطالبين میں رقمطراز ہیں کہ

”ولا ينظر إلى أحوال الصالحين (وأفعالهم) بل إلى ما روى عن الرسولﷺ

والاعتماد علیه حتی یدخل العبد فی حالة ینفرد بها عن غیره" (ج۲ص۱۴۹)

''صالحین (علماء ومشائخ) کے افعال واعمال (اور اقوال) کو پیش نظر نہ رکھا جائے بلکہ اس چیز کو پیش نظر رکھا جائے جو آنحضرتؐ سے مروی ہے اور اسی مروی (حدیث) پر اعتماد کیا جائے خواہ اس طرح کرنے سے کوئی شخص دوسرے لوگوں سے ممتاز ومنفرد ہی کیوں نہ ہو جائے۔''

(پھر بھی کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ اندریں صورت اس کی انفرادیت حدیث مصطفیٰ کی وجہ سے ہے نا کہ خواہش پرستی کی بنا پر!)

شیخ جیلانیؒ اور زہد وتصوف

تصوف کے حوالہ سے یہ بات واضح رہے کہ حلول، وحدت الوجود اور وحدت الشہود وغیرہ کے وہ نظریات جو متاخر صوفیا (مثلاً ابن عربی ۶۳۸ھ، عبدالکریم جیلی ۸۱۱ھ، وغیرہ) کے ہاں پائے جاتے ہیں، متقدمین کے ہاں ماسوائے منصور حلاج (۳۰۹ھ) کے، ان کا واضح سراغ نہیں ملتا۔ یہی وجہ ہے کہ متقدم صوفیا کے مستند حالات اور ان کی تصنیفات سے ان کے صحیح العقیدہ ہونے کا واضح ثبوت ملتا ہے۔ (دیکھئے: تاریخِ تصوف از یوسف سلیم چشتی: ص۱۴۳ تا ۵۲۰) البتہ تزکیہ نفس کے سلسلہ میں انہی متقدمین کے ہاں بعض خلافِ شرع اُمور بھی پائے جاتے ہیں (مثلاً دیکھئے: شریعت وطریقت از عبدالرحمٰن کیلانی: ص۱۵۶، ۲۱۸ تا ۲۲۱، ۲۲۸، ۲۶۴ تا ۲۷۱، ۲۷۴، ۲۷۵، ۴۹۶، ۴۹۸، ۵۰۰ وغیرہ) البتہ ان خلافِ شرع امور کا تعلق عقائد وایمانیات کی بجائے عبادات ومعاملات سے ہے۔

آگے بڑھنے سے پہلے یہ واضح کردینا بھی ضروری ہے کہ خیرالقرون کے تصوف اور مابعد کے تصوف میں بُعد المشرقین کی طرح نمایاں خلا ہے۔ بلکہ پہلی صدی ہجری میں تو یہ لفظ تصوف کہیں ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا، البتہ پہلی اور دوسری صدی ہجری میں انتہائی متقی حضرات کے لئے زاہد، عابد اور صالح وغیرہ کے الفاظ استعمال کئے جاتے تھے جبکہ دوسری صدی ہجری ہی میں ان کے ساتھ لفظ 'صوفی' بھی مترادف کے طور پر استعمال ہونے لگا۔ (دیکھیے: شریعت وطریقت: ص۱۱۷ نیز مجموع الفتاویٰ: ۱۱/۶) اور رفتہ رفتہ یہی لفظ اتنا معروف ہوا کہ زاہد، عابد اور صالح جیسی اصطلاحات معدوم ہوکر رہ گئیں۔ گویا متقدمین کے ہاں لفظ

www.KitaboSunnat.com

صوفی دراصل زاہد وعابد کی جگہ مستعمل تھا۔

زہد کا تصور چونکہ اسلام میں موجود ہے یعنی "ازھد☆ في الدنیا یحبك الله" دنیا سے بے رغبتی کرو تو خدا تم سے محبت کرے گا۔" (صحیح ابن ماجہ: ۳۳۱۰) اس لئے متقدم صوفیا جو دراصل زہاد وعباد ہی تھے، کے طرزِ عمل، طریقۂ عبادت اور تزکیۂ نفس کے سلسلہ کو دیگر ائمہ دین نے ہدفِ تنقید نہیں بنایا اور ویسے بھی ان صوفیا اور زہاد کی طرزِ زندگی مجموعی طور پر شریعت ہی کی آئینہ دار تھی کیونکہ ان میں سے اکثر حضرات کتاب وسنت کے عالم باعمل اور دین و شریعت کے اَسرار و رموز سے کماحقہ واقف تھے۔ تاہم ان میں عقائد سے ہٹ کر عبادات ومعاملات میں غلو اور بگاڑ پیدا ہو چکا تھا، اس کی طرف بھی گذشتہ سطور میں نشاندہی کر دی گئی ہے۔ یہی غلو رفتہ رفتہ اس قدر بڑھا کہ متاخرین صوفیا نے شعوری یا غیر شعوری طور پر دین شریعت کے متوازی دین 'طریقت' ایجاد کرلیا جو نہ صرف عبادات و معاملات میں دین و شریعت کے برخلاف تھا بلکہ عقائد ونظریات میں بھی اسلامی عقائد کے منافی تھا اور یہ صورتِ حال اس وقت پیدا ہوئی جب مسلمان صوفیا نے ہندی و یونانی فلسفہ تصوف کو اسلام میں درآمد کرلیا اور اس پر طرہ یہ کہ بعض مسلمان صوفیا وحدتُ الوجود جیسے شرکیہ فلسفہ تصوف کے حق و اثبات میں قرآن وسنت سے غلط وبے جا استشہاد کرنے لگے......!!

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے غنية الطالبين میں تصوف اور اس کے متعلقات پر ایک طویل بحث سپردِ قلم فرمائی ہے۔ (دیکھئے: ج۲/ص ۲۶۹ تا ۳۳۶) جو دراصل زہد وتقویٰ سے متعلقہ تعلیمات یعنی توکل، صبر، شکر، رضا، صدق اور آدابِ معاشرت وغیرہ پر مبنی ہے۔ ہم واضح کر

☆ لیکن اس حدیث کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ دنیاوی مشاغل کو ترک کر کے جنگلوں اور صحراؤں میں ڈیرے جما لئے جائیں اور انسانیت کی ہدایت و رہنمائی کی بجائے الگ تھلگ کٹیا بنا کر اپنا ماتھے کی محراب چوڑی کی جاتی رہے...... بلکہ اگر زہد کا یہی معنی ہوتا تو آنحضرتؐ اور صحابہ کرامؓ کم ازکم ایسا ضرور کرتے مگر ان کا طرزِ عمل زہد کے اس تصور کی مکمل نفی کرتے ہوئے زہد کا یہ حقیقی تصور اُجاگر کرتا ہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے دنیا ہی کو مقصودِ اصلی سمجھنے کی بجائے اسے ضرورت کی جا سمجھا جائے اور ضرورت ہی کی حد تک اس سے مستفید ہوتے ہوئے اپنی اور اپنے ساتھ دیگر انسانوں کی آخرت کو بہتر بنانے کے لئے جدوجہد کی جائے۔

www.KitaboSunnat.com

آئے ہیں کہ متقدمین کے ہاں تصوف دراصل زہد وتقوی ہی کے مترادف سمجھا جاتا تھا اور متاخر صوفیا کے عقائد ونظریات (یعنی وحدت الوجود، حلول وغیرہ) متقدمین کے ہاں نہیں پائے جاتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ شیخ جیلانیؒ کے عقائد ونظریات سراسر اہل السنۃ کے موافق ہیں جیسا کہ 'شیخ کے عقائد ونظریات' کے ضمن میں اس پر تفصیلی بحث کی جاچکی ہے۔ ویسے بھی شیخ جیلانیؒ ایسے گمراہانہ نظریات کے سخت مخالف تھے مثلاً منصور حلاج جو حلول جیسے گمراہانہ نظریہ کا قائل ہوچکا تھا، کے بارے میں شیخ جیلانیؒ نے ایک مرتبہ فرمایا:

''منصور حلاج کے دور میں کوئی شخص ایسا نہ تھا جو اس کا ہاتھ پکڑتا اور اسے اس کی لغزش سے باز رکھتا، اگر میں اس کے زمانے میں ہوتا تو منصور کے معاملے کو اس صورتِ حال سے بچاتا جو اس نے اختیار کرلی تھی۔''

(اخبار الاخیار ص ۲۳ از عبدالحق محدث دہلوی بحوالہ دائرۃ المعارف اردو: ج ۱۲/ص ۹۳۴)

علاوہ ازیں دائرہ المعارف کا مقالہ نگار لکھتا ہے کہ

''شیخ عبدالقادر تصوف میں پُراسرار رمزیت (جو باطنیہ یا غیر متشرع متصوفین کو تقویت پہنچاتی تھی) کے خلاف تھے۔'' (ایضاً)

علاوہ ازیں وحدت الوجود وغیرہ کی تردید شیخ کے مندرجہ ذیل فرمودات سے بھی ہوتی ہے:

"وهو بجهة العلو مستو على العرش...... والله تعالىٰ على العرش...... وهو باين من خلقه ولا يخلو من علمه مكان ولا يجوز وصفه بأنه فى كل مكان بل يقال أنه فى السماء على العرش......"

اللہ تعالیٰ بلندی کی طرف عرش پر مستوی ہے...... اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے...... اور وہ مخلوق سے جدا ہے۔ اس کے علم سے کوئی جگہ (اور چیز) مخفی نہیں اور اس کے بارے میں یہ کہنا درست نہیں کہ وہ ہر جگہ پر موجود ہے بلکہ اس کا وصف یوں بیان کرنا چاہئے کہ وہ آسمانوں کے اوپر عرش پر مستوی ہے اور یہی چیز اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان کی ہے کہ ﴿ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ﴾ (طہٰ:۵) ''رحمن، عرش پر مستوی ہے۔'' (الغنیۃ: ۱/۱۲۱ تا ۱۲۴)

یاد رہے کہ شیخ کی طرف منسوب سلسلہ قادریہ کی حقیقت ہم آگے چل کر واضح کریں گے۔

www.KitaboSunnat.com

شیخ کی کرامات

جب اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ انبیاء ورسل کے ہاتھوں کوئی خرقِ عادت کام ظاہر ہوتو اسے معجزہ کہا جاتا ہے جیسے حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی کا اژدھا بن جانا، حضرت ابراہیمؑ کے لئے آگ کا ٹھنڈا ہوجانا، نبی اکرمؐ کے لئے چاند کا دوٹکڑے ہوجانا وغیرہ وغیرہ۔اور جب کسی نیک صالح مؤمن کے ہاتھوں کوئی خرقِ عادت چیز ظاہر ہوتو اسے کرامت کہا جاتا ہے جیسے حضرت مریمؑ کے پاس بے موسمی پھلوں کا آنا (آلِ عمران:۳۷)،بعض صحابہ کے لئے اندھیرے میں عصا کا روشن ہونا وغیرہ البتہ معجزہ اور کرامت کے حوالہ سے یہ باتیں یاد رہیں کہ

1. معجزہ نبی کے ہاتھوں ظاہر ہوتا ہےاور کرامت ولی کے۔
2. جس طرح کوئی ولی، کسی نبی کی فضیلت کونہیں پہنچ سکتا، اسی طرح کسی ولی کی کرامت کسی نبی کے معجزے کے مساوی نہیں ہوسکتی۔(النبوات لابن تیمیہؒ:ص۱۰۹ تا ۱۱۶)
3. معجزہ یا کرامت کے ظہور میں انبیاء واولیا کا کوئی اختیار نہیں ہوتا بلکہ ان کا صدور اللہ کے حکم ومرضی پر موقوف ہوتا ہے۔(مثلاً دیکھئے الاسراء:۹۰ تا ۹۳)
4. نبی کے معجزے سے اِنکار تو کسی مسلمان کے لئے ہرگز جائز نہیں لیکن کسی ولی کی کرامت کوتسلیم بھی کیا جاسکتا ہےاور ردّ بھی۔(دیکھئے مجموع الفتاویٰ:۱۱/۲۰۸)

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ شیخ جیلانیؒ انتہائی متقی، عالم باعمل اور اللہ کے ولی تھے، اس لئے ان کے ہاتھوں کرامات کا ظہور کوئی امرِ مستبعد نہیں اور یہی وجہ ہے کہ ان کی طرف سینکڑوں کرامتیں منسوب ہیں۔لیکن مسئلہ یہ ہے کہ ان میں سے اکثر و بیشتر ایسی ہیں جنہیں ان کے عقیدت مندوں نے بلا دلیل ان کی طرف منسوب کررکھا ہے۔شیخ کی ان کرامتوں کے حوالہ سے عام طور پر لوگوں میں دوطرح کے طبقہ ہائے فکر پائے جاتے ہیں۔ایک تو وہ عقیدت مند جو شیخ کی طرف منسوب ہر چیز آنکھیں بند کرکے تسلیم کرلیتے ہیں اور دوسرے وہ جو آپ کی کسی بھی کرامت کوتسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔جبکہ حقیقت یہ ہے کہ شیخ جیلانیؒ اللہ کے ولی تھے، اس لئے ان کی کوئی بھی کرامت بشرطیکہ وہ ثابت ہو، تسلیم کرنی چاہیے۔البتہ

www.KitaboSunnat.com

شیخ کی کرامتوں کے اثبات یا عدمِ اثبات کے حوالہ سے مزید گزارش یہ ہے کہ اکثر و بیشتر کرامتیں محض آپ کی طرف منسوب ہیں، حقیقت میں ان کا کوئی وجود نہیں۔ جیسا کہ حافظ ذہبی رقم طراز ہیں کہ

”قلت ليس فی كبار المشائخ من له أحوال وكرامات أكثر من الشيخ عبدالقادر لكن كثيرا منها لا يصح وفی بعض ذلك أشياء مستحيلة“ (سیر: ج۲۰/ص۴۵۰)

”میں کہتا ہوں کہ کبار اولیاء و مشائخ میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں گزرا جس کی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے زیادہ کرامتیں معروف ہوں، تاہم شیخ جیلانیؒ کی طرف جو کرامتیں منسوب ہیں ان میں سے اکثر و بیشتر درست نہیں بلکہ بعض تو ویسے ہی ناممکنات میں سے ہیں۔“

کچھ اسی طرح کا تبصرہ حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تاریخ البدایہ والنھایہ (ج۱۲/ص۲۵۲) میں کیا ہے مگر حافظ ابن کثیرؒ یا حافظ ذہبی نے یہ نشاندہی نہیں فرمائی کہ شیخ کی کون کون سی کرامات غیر صحیح اور کون سی مستحیل ہیں، تاہم اس سلسلہ میں کچھ مزید حقائق درج ذیل ہیں:

❀ شیخ جیلانی کی کرامتوں کو سب سے پہلے جس عقیدت مند نے کتابی شکل میں جمع کیا وہ علی بن یوسف الشطنوفی ہے جس کی وفات کا شیخ جیلانی کی وفات سے تقریباً ۱۵۰ سال کا فاصلہ ہے یعنی شطنوفی ۷۱۳ھ میں فوت ہوا۔ (دیکھئے الاعلام: ۱۸۸/۵، کشف الظنون: ۲۵۷/۱) جبکہ شیخ کی وفات ۵۶۱ھ کو ہوئی۔

شطنوفی شیخ جیلانی کی بعض کرامتوں کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جس سے ان کی شیخ جیلانیؒ کے معاصر ہونے کا شک گزرتا ہے، علاوہ ازیں جن کرامتوں کو شطنوفی نے اپنی سند سے بیان کرنے کی کوشش کی ہے، ان میں بھی اکثر و بیشتر اسناد میں ضعیف راوی موجود ہیں۔ اسی لئے ائمہ محققین نے شطنوفی کی اس تالیف پر زبردست تردید و تنقید کی ہے۔ بطورِ مثال چند ائمہ کے اقوال ذکر کئے جاتے ہیں:

① حافظ ابن حجر شیخ الکمال جعفر کے حوالہ سے رقمطراز ہیں کہ

”ذكر فيه غرائب وعجائب وطعن الناس فی كثير من حكايات و أسانيده فيه“

www.KitaboSunnat.com

''شطنوفی نے اس کتاب میں بڑی عجیب وغریب باتیں ذکر کی ہیں اور لوگوں نے اس کی بیان کردہ اکثر حکایتوں اور اسناد پر جرح کی ہے۔''   (الدرر الکامنہ:۱۴۲/۳)

② ابن الوردی اپنی تاریخ میں رقمطراز ہیں کہ

”إن فی البهجة أمور لا تصح ومبالغات في شان الشيخ عبدالقادر لا تليق إلا بالربوبية“ (کشف الظنون:۱/۲۵۷)

''بهجة الأسرار میں ایسی باتیں پائی جاتی ہیں جنہیں تسلیم نہیں کیا جا سکتا اور شیخ جیلانی کے بارے میں بعض ایسے مبالغہ آمیز خیالات کا اظہار کیا گیا ہے جو باری تعالیٰ کے سوا اور کسی کی شان کے لائق نہیں۔''

③ ابن رجب فرماتے ہیں کہ

”قد جمع المقرئ أبوالحسن الشطنوفي ...... فيه من الرواية عن المجهولين ...... إن الشطنوفی نفسه كان متهما فيما يحكيه فی هذا الكتاب بعينه“

(ذیل الطبقات لابن رجب:۱/۲۹۳)

''شطنوفی نے شیخ جیلانیؒ پر تین جلدوں میں کتاب لکھی ہے اور اس میں رطب و یابس کا طومار باندھا ہے۔ حالانکہ کسی آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات کو آگے بیان کردے۔ میں نے اس کتاب کے بعض مندرجات دیکھے ہیں مگر میرا نفس اس بات پر مطمئن نہ ہوا کہ میں اس میں مذکور باتوں پر اعتماد کرسکوں کیونکہ اوّل تو اس میں مجہول راویوں سے روایتیں لی گئی ہیں اور دوسرا یہ کہ اس میں نہ صرف کذب و افترا اور جھوٹ کے بے شمار پلندے ہیں بلکہ ان جھوٹی باتوں کو شیخ جیلانیؒ کی طرف منسوب کرنا بھی شیخ جیلانیؒ کے شان کے منافی ہے۔ علاوہ ازیں شیخ الکمال جعفر کی یہ بات بھی میری نظروں سے گزری ہے کہ شطنوفی نے اپنی اس کتاب بهجة الأسرار میں جو چیزیں بیان کی ہیں، انہیں بیان کرنے میں شطنوفی مُتَّـــهَم (جس پر جھوٹا ہونے کا شک ہو) ہے۔''

مندرجہ بالا ائمہ محققین کے اقتباسات ہی سے بهجة الأسرار اور اس میں موجود شیخ کی کرامتوں کی اصلیت واضح ہوجاتی ہے، تاہم سردست حاجی خلیفہ کے حوالے سے یہ بات ذکر کرنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے مندرجہ پہلے دو اقتباس کشف الظنون میں نقل

کئے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ دیگر ائمہ کی تنقید بھی ان کی نظر میں تھی مگر اسکے باوجود انہوں نے ان آئمہ نقاد کے بارے میں علمی و تحقیقی جواب دینے کی بجائے اسطرح اپنے خیالات کا اظہار فرمایا:

"وأنى لغبي جاهل حاسد ضيع عمره فى فهم ما في السطور وقنع بذلك عن تزكية النفس وإقبالها على الله أن يفهم ما يعطى الله (سبحانه و تعالىٰ) أولياء ه من التصريف في الدنيا والآخرة"

''اس کندہ نا تراش احمق اور حاسد شخص پر افسوس ہے کہ جس نے بهجة الأسرار کی عبارتوں کو سمجھنے میں اپنی عمر ضائع کر دی اور تزکیۂ نفس اور اللہ کی طرف متوجہ ہو کر اس بات کو سمجھنے کی ذرا بھی کوشش نہ کی کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیا کو دنیا وآخرت میں آزادانہ تصرف واختیار کی دولت سے نواز دیتے ہیں۔''

حاجی خلیفہ کی اس عبارت سے ائمہ نقاد کی وہ جرح تو بالکل رفع نہیں ہوئی جو انہوں نے بهجة الأسرار پر کی ہے تاہم اس سے یہ خدشہ ضرور لاحق ہوا ہے کہ حاجی خلیفہ کے افکار ونظریات میں بھی واضح جھول ہے، اس لیے اہل تحقیق کو حاجی خلیفہ کے عقیدہ ومسلک کا غیر جانبدارانہ جائزہ لینا چاہیے......!

❁ شیخ جیلانی کی کرامتوں پر دوسری جامع و مستقل کتاب قلائد الجواهر ہے جسے محمد بن یحيٰ القاذفی (۹۶۳م، دیکھئے الاعلام:۸/۱۱) نے شیخ کی وفات سے تقریباً چار سو سال بعد لکھا اور اس کی اسنادی حیثیت بهجة الأسرار سے بھی زیادہ مجروح ہے۔ اکثر و بیشتر واقعات تو بهجة ہی سے ماخوذ ہیں جبکہ بعض واقعات تو اتنے جھوٹے ہیں کہ خود جھوٹ بھی ان سے شرما جائے۔ بغرضِ اختصار ایک واقعہ کی نشاندہی ضروری ہے، صاحبِ کتاب رقمطراز ہیں کہ

''سہل بن عبداللہ تستری نے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ اہلِ بغداد کی نظر سے آپؒ عرصہ تک غائب رہے، لوگوں نے آپ کو تلاش کیا تو معلوم ہوا کہ آپ کو دجلہ کی طرف جاتے دیکھا تھا۔ لوگ آپ کو تلاش کرتے ہوئے دجلہ کی طرف گئے تو ہم نے دیکھا کہ آپ پانی پر سے ہماری طرف چلے آرہے ہیں اور مچھلیاں بکثرت آپ کی طرف آن آن کر آپ کو 'سلام علیک' کہتی جاتی ہیں۔ ہم آپ کو اور مچھلیوں کے آپ کا ہاتھ چومنے کو دیکھتے جاتے تھے۔ اس وقت

www.KitaboSunnat.com

نمازِ ظہر کا وقت ہوگیا تھا۔ اسی اثنا میں ہمیں ایک بڑی بھاری جائے نماز دکھائی دی اور تخت سلیمانی کی طرح ہوا میں معلق ہوکر بچھ گئی۔ یہ جائے نماز سبز رنگ اور سونے چاندی سے مرصع تھی۔ اس کے اوپر دو سطریں لکھی ہوئی تھیں۔ پہلی سطر میں ﴿أَلاَ إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللهِ لاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَهُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ اور دوسری سطر میں اَلسَّلاَمُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ إِنَّهُ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ لکھا ہوا تھا۔ جب یہ جائے نماز بچھ چکی تو ہم نے دیکھا کہ بہت سے لوگ آئے اور جائے نماز کے برابر کھڑے ہوگئے...... سہل بن عبداللہ تستری بیان کرتے ہیں کہ ہم نے آپ کی دعا پر فرشتوں کے ایک بہت بڑے گروہ کو 'آمین' کہتے سنا۔ جب آپ دعا ختم کرچکے تو پھر ہم نے یہ ندا سنی أبشر فإني قد استجبت لك ''تم خوش ہو جاؤ میں نے تمہاری دعا قبول کرلی......'' (قلائد الجواہر ترجمہ محمد عبدالستار قادری: ص ۸۸،۸۹)

شیخ کی طرف منسوب اس کرامت کے اِمکان یا عدم اور اس کے حضرت سلیمانؑ کی مقبول دعا (صٓ:۳۵) کے منافی ہونے سے بھی قطع نظر اس وقت صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ سہل بن عبداللہ تستری شیخ جیلانیؒ کی پیدائش سے بھی بہت پہلے یعنی ۲۸۳ھ میں فوت ہوچکے تھے۔ (الاعلام: ۲۱۰/۳) جبکہ شیخ جیلانیؒ ۴۷۱ھ کو پیدا ہوئے۔ اب تستری اور شیخ جیلانی کا یہ درمیانی دوسوسالہ وقفہ یہ ثابت کرتا ہے کہ تستری کی شیخ سے کسی طرح بھی ملاقات ثابت نہیں مگر یہ تو ان مؤلفین ہی کی کرامت ہے جنہوں نے تستری کو وفات کے بعد شیخ جیلانی کا دیدار نصیب کروادیا......!!

اس پر طرہ یہ کہ 'قلائد' کے مترجم اور قلائد کا یہ حوالہ اپنی تصنیفات میں پیش کرنے والے عقیدت مند (مثلاً ضیاء اللہ قادری فی 'سیرت غوث الثقلین': ص ۱۶۴ وغیرہ) بھی مکھی پہ مکھی مارتے چلے جارہے ہیں اور ان 'محققین' کو یہ بھی توفیق نہیں کہ ایسی بے تکی باتوں کو لکھتے وقت ذرا عقل وبصیرت کو بھی استعمال کرلیں!!

❁ شیخ کے حالات وکرامات سے متعلقہ سب سے بنیادی اور جامع کتابوں کی استنادی حیثیت تو خوب واضح ہوچکی ہے اور اب یہ بھی واضح رہے کہ شیخ کی جملہ کرامات میں سے ننانوے فیصد کرامتوں کا تعلق انہی دو کتابوں سے ہے اور انہی دو کتابوں کے ننانوے فیصد

واقعات وکرامات محض جھوٹ کا پلندہ ہیں جبکہ شیخ کی کرامتوں پر مبنی دیگر کتابوں کی استنادی حیثیت تو ان سے بھی بدرجہا بدتر ہے بلکہ جو اضافی کرامتیں ان کے علاوہ کتابوں میں موجود ہیں، انہیں 'ہوائی فائر' سے زیادہ کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

اب یہاں یہ سوال باقی ہے کہ اگر شیخ کی ننانوے فیصد کرامتوں کی کوئی اصلیت نہیں تو پھر ایک فیصد کرامتیں جنہیں صحیح کہا جاسکتا ہے، وہ کہاں ہیں؟ تو اس سلسلے میں گزارش ہے کہ انہیں تراجم کی کتابوں (مثلاً سیر اعلام النبلاء از ذہبیؒ، الطبقات الکبریٰ از شعرانی وغیرہ) میں سے تلاش کیا جاسکتا ہے۔ البتہ ان کی بھی صحت پر قطعی حکم لگانے سے پہلے ان کی اسناد کی تحقیق ازبس ضروری ہے مگر افسوس کہ شیخ جیلانی پر لکھنے والوں میں سے کسی نے بھی آج تک اس کی زحمت گوارا نہیں کی۔ بلکہ آپ کے عقیدت مندان سنی سنائی کرامتوں کو اس انداز میں پیش کرتے ہیں کہ جیسے یہ شیخ کی کرامتیں نہیں بلکہ ان کے 'مختارِ کل' و'مالک ِملک' ہونے کے نمونے ہیں، حالانکہ یہ حیثیت تو معجزات کے حوالہ سے انبیا کو بھی حاصل نہیں۔ (دیکھئے الاسراء: ۹۰ تا ۹۳)

شیخ کے بعض تفردات

ہمارے ہاں شخصیات پر لکھنے والے عموماً اس بات کا خیال تو رکھتے ہیں کہ مطلوبہ شخصیت کے فضائل و مناقب پر جہاں سے اور جو بھی رطب و یابس ملے، اسے بلا تحقیق سپردِ قلم کردیا جائے۔ مگر اس بات کی طرف توجہ نہیں دی جاتی کہ زیر مطالعہ شخصیت کا غیر جانبدارانہ تجزیہ کرتے ہوئے ان حقائق کو بھی سامنے لایا جائے جو ان کی علمی و فکری لغزشوں پر مشتمل ہو۔ عملی کوتاہیوں سے صرفِ نظر کرنا تو یقیناً مستحسن ہے مگر علمی و نظریاتی لغزشوں کو اس لئے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ کسی کے فضائل و مناقب اور علمی وجاہت سے متاثر ہونے والا شخص اس کی علمی و فکری لغزشوں کو بھی عین حق سمجھ کر اپنا لیتا ہے، اس لئے ایسی چیزوں کی نشاندہی ایک علمی امانت کو آگے منتقل کرنے کے مترادف ہے۔ امانت و دیانت کے انہی تقاضوں کے پیش نظر ذیل میں ہم اس حوالہ سے کچھ بحث کرنے کی جسارت کررہے ہیں۔

شیخ کے عقائد و نظریات کے حوالہ سے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا جو نکتہ نظر ہے وہ تو اوپر

بیان ہو چکا، تاہم شیخ الاسلام کے شاگردِ رشید حافظ ذہبیؒ کے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے بارے میں خیالات کچھ اس طرح کے ہیں کہ

”وفي الجملة الشيخ عبدالقادر كبير الشان وعليه مآخذ في بعض أقواله ودعاويه والله الموعد وبعض ذلك مكذوب عليه“ (سیر اعلام النبلاء: ۲۰/۴۵۱)

”حاصل بحث یہ ہے کہ شیخ جیلانی بڑی اونچی شان کے مالک تھے مگر اس کے باوجود ان کے بعض اقوال اور دعوے قابل مؤاخذہ اور محل نظر ہیں جنہیں ہم اللہ ہی کے سپرد کرتے ہیں جب کہ بعض تو محض جھوٹ کا پلندہ ہیں جنہیں ان کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔“

شیخ جیلانیؒ کے وہ کون سے خیالات و فرمودات ہیں جو محل نظر ہیں، اس کی تفصیل تو حافظ ذہبیؒ نے بیان نہیں فرمائی، تاہم شیخ کی مطبوعہ کتابوں کے مطالعہ سے ممکن ہے کہ ایسی کئی چیزیں سامنے آ جائیں۔ ویسے بھی انسان ہونے کے ناطے خطا ونسیان ایک فطرتی بات ہے جس سے کسی بشر کو مستثنیٰ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ راقم الحروف نے جب شیخ کی بعض کتابوں کا غیر جانبدارانہ مطالعہ کیا تو شیخ کے بعض ایسے تفردات بھی نظر سے گذرے جن سے اتفاق ممکن نہیں۔ ان میں سے بعض تفردات کی نشاندہی تو راقم نے غنية الطالبين پر اپنے حواشی میں کردی ہے جو زیر طبع ہے۔ جبکہ بعض اہم تفردات کی نشاندہی ذیل میں کی جاتی ہے:

1. شیخ غنية الطالبين میں فرماتے ہیں کہ

”قل بسم الله، اسم الذي أجرى الأنهار وأنبت الأشجار، اسم من عَمَّر البلاد بأهل الطاعة من العباد فجعلهم لها أوتادا كالجبال فصارت الأرض بهم لمن عليها كالمهاد فهم الأربعون الأخيار من الأبدال المنزهون الرب عن الشركاء والأنداد وملوك فی الدنيا وشفعاء الأنام يوم التناد إذ خلقهم ربي مصلحة للعالم ورحمة للعباد“ (ج۱/ص۲۲۶)

”کہو بسم اللہ، یہ اس ذات کا نام ہے جس نے دریا جاری کیے، درخت پیدا کیے، اپنے اطاعت شعار بندوں کے ساتھ شہر آباد کیے اور ان بندوں کو پہاڑوں کی طرح اوتاد (میخیں، کیل) بنایا، جن کی وجہ سے زمین اپنے باشندوں کے لیے فرش کی طرح ہوگئی۔ یہ چالیس برگزیدہ بندے ہیں جنہیں اَبدال کہا جاتا ہے۔ یہ ابدال اللہ تعالیٰ کے شریکوں کی نفی کرتے

www.KitaboSunnat.com

ہوئے اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی (بیان) کرتے ہیں۔ یہ ابدال دنیا کے بادشاہ اور روزِ قیامت سفارش کرنے والے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کائنات کی تدبیر کرنے اور بندوں پر لطف وکرم کرنے کے لیے پیدا کیا ہے۔'' (نیز دیکھئے: الغنیة مترجم از شمس بریلوی: ص ۲۵۰)

مذکورہ اقتباس میں اَوتاد و اَقطاب وغیرہ کے حوالہ سے شیخ نے جو نکتہ نظر پیش کیا ہے، اس کے ظاہری مفہوم کی کوئی ایسی توجیہ جس سے اس کی شرکیہ آمیزش بآسانی دور ہوسکے، سے راقم قاصر ہے، مگر اس بنیاد پر معاذ اللہ شیخ پر کوئی فتویٰ صادر کرنے کی بھی راقم اس لئے جسارت نہیں کرسکتا کہ ائمہ نقاد مثلاً ابن تیمیہؒ، حافظ ذہبیؒ، ابن حجرؒ، ابن رجبؒ وغیرہ نے ایسا نہیں کیا بلکہ اکثر و بیشتر نے شیخ کے اہل السنة اور صحیح العقیدہ ہونے کی گواہی دی ہے اور ویسے بھی شیخ جیلانی کے عقائد ونظریات کے حوالے سے ہم یہ ثابت کر آئے ہیں کہ شیخ صحیح العقیدہ مسلمان اور اللہ تعالیٰ کے بہت بڑے ولی تھے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس اقتباس کے بارے میں یہ موقف اپنایا جائے کہ یہ شیخ کی کتاب میں کسی اور نے شامل کردیا ہوگا اور ویسے بھی یہ بات معقول ہے کہ جب بعض متعصبین نے احادیث وضع کرنے یا کتبِ احادیث میں تحریف کرنے میں خوف خدا کا لحاظ نہیں رکھا تو شیخ کی کتاب میں ایسی بات کا پیوند لگانے میں یہ خوف ان کے لئے کیسے مانع ہوسکتا تھا۔ یا پھر اس کی کوئی ایسی توجیہ تلاش کرنی چاہئے جس سے اس کا بگاڑ باقی نہ رہے۔اور اس کی توجیہ یوں بھی کی جاسکتی ہے کہ متقدم صوفیا کے ہاں ابدال واقطاب کی اصطلاحات زہاد وعباد کے محض درجاتِ تفاوت کے لیے مستعمل تھیں، لیکن متاخر صوفیا نے چند موضوع احادیث کی بنا پر غوث، قطب، اَبدال وغیرہ سے وہ اولیا مراد لینے شروع کردیے کہ جنہیں ان کے زعم باطل میں اللہ تعالیٰ نے کائنات کے مختلف اُمور کا مختار ونگران بنایا ہے۔حالانکہ یہ نظریہ نہ صرف واقعات حقائق کے خلاف ہے بلکہ اسلامی عقائد کے بھی صریح منافی ہے۔اس لیے قرین قیاس یہی ہے کہ شیخ جیلانی کے ہاں اَبدال واوتاد سے مراد وہی مفہوم تھا جو متقدم صوفیا سمجھتے تھے، نہ کہ وہ جو متاخرین کے ہاں معروف ہوگیا۔ واللہ اعلم!

2 شیخ فرماتے ہیں کہ '' ونؤمن بأن المیت یعرف من یزوره إذ اتاه وآکده یوم الجمعة بعد طلوع الفجر قبل طلوع الشمس''(غنیة الطالبین:۱/۱۴۲)

www.KitaboSunnat.com

”ہمارا ایمان ہے کہ مردہ کی قبر پر آنے والے کو مردہ پہنچانتا ہے۔ جمعہ کے دن طلوعِ فجر کے بعد طلوعِ آفتاب تک یہ شناخت اور زیادہ قوی ہوتی ہے۔“ (الغنیة مترجم شمس بریلوی: ص ۱۶۵)

3. اللهم إنى أتوجه إليك بنبيك عليه سلامك نبي الرحمة يا رسول الله! إني أتوجه بك إلى ربى ليغفرلي ذنوبي اللهم إنى أسئالك بحقه أن تغفرلي وترحمني......“ (الغنیة: ج۱/ص ۳۶)

”یا اللہ! میں تیرے نبی علیہ السلام کے وسیلے سے جو نبی الرحمہ تھے، تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔ یارسول اللہ! میں آپ کے وسیلہ سے اپنے ربّ کی طرف رجوع کرتا ہوں کہ وہ میرے گناہ معاف فرما دے۔ یا اللہ! میں تیری نبی کے واسطے سے تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے معاف کردے اور مجھ پر رحم فرما۔“

4. اسی طرح شیخ نے الغنیة (ج۱/ص ۳۱۷ تا ۳۳۵) میں شہر رجب میں نماز اور روزوں کے بہت سے فضائل ذکر کئے ہیں مگر شیخ نے اس ضمن میں جن روایات سے استشہاد کیا ہے، انہیں اہل علم نے موضوع قرار دیا ہے۔ مثلاً دیکھئے الموضوعات :۲/۲۰۵، تنزیہ الشریعہ:۲/۱۶۱ اور اللآلی المصنوعة:ص ۱۱۷

5. اسی طرح شیخ نے غنیة الطالبین (ج۲/ص ۲۳۵ تا ۲۶۱) میں ہفتہ کے مختلف دنوں اور راتوں کی بہت سی نفلی نمازوں کا بھی ذکر کیا ہے مگر بطورِ استشہاد جن روایتوں کو شیخ نے پیش کیا ہے، انہیں محدثین نے موضوع قرار دیا ہے۔

علامہ ابن تیمیہؒ کی رائے

شیخ کے مذکورہ تفردات میں سے پہلے تفرد کی کچھ توجیہ راقم نے پیش کردی ہے تاہم دیگر تفردات کی توجیہ اور تحقیق و تطبیق، میں دیگر غیر جانبدار اہل علم کے سپرد کرتا ہوں لیکن اس گزارش کے ساتھ کہ علمائے سلف اور سچے اولیاء ومشائخ کے حوالہ سے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی اس نصیحت کو بھی مدنظر رکھیں:

”وكثير من مجتهدي السلف قالوا وفعلوا ما هو بدعة ولم يعلموا أنها بدعة إما لأحاديث ضعيفة ظنوها صحيحة وأما الآيات فهموا منها ما لم يرد

www.KitaboSunnat.com

منها وأما لرأي رأوه وفي المسألة نصوص لم تبلغهم وإذا اتقى الرجل ربه ما استطاع دخل فی قوله تعالىٰ: ﴿رَبَّنَا لاَ تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ أَخْطَأْنَا﴾ وفی الصحيح (مسلم ؛ ١٢٦) أن الله قال: قد فعلت" (مجموع الفتاویٰ:۱۹/۱۹۱)

''سلف صالحین میں سے بہت سے مجتہدین سے بعض ایسے اقوال وافعال مروی ہیں جو بدعت کے زمرے میں شامل ہوتے ہیں۔لیکن ان اہل علم نے انہیں بدعت سمجھ کر اختیار نہیں کیا تھا بلکہ انہوں نے یا تو انہیں ضعیف روایات کی بنا پر یہ سمجھتے ہوئے اختیار کیا تھا کہ یہ روایات صحیح ہیں۔یا پھر انہوں نے بعض آیات سے استنباط کرتے ہوئے ایسا کیا مگر ان کا وہ استنباط درست نہ تھا اور انہیں اس خاص مسئلہ میں بعض نصوص نہ مل سکیں (جن سے ان کی صحیح رہنمائی ہوسکتی تھی)۔بہرحال جب کوئی شخص حتیٰ المقدور اللہ تعالیٰ کے خوف کو دل میں جگہ دے تو پھر وہ اس فرمانِ خداوندی میں شامل ہے: ''اے ہمارے ربّ! اگر ہم سے بھول چوک یا خطا سرزد ہوتو ہمارا مؤاخذہ نہ کرنا'' اور صحیح مسلم میں ہے کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ جواباً فرماتے ہیں کہ میں نے تمہاری بات قبول کر لی ہے۔''

❸ شیخ جیلانی کی آڑ میں ایک نیا دین

❶ شیخ جیلانیؒ کو 'غوثِ اعظم' کہنا

نفس مسئلہ پر بحث سے پہلے ضروری ہے کہ لفظ 'غوثِ اعظم' کے معنی ومفہوم پر ذرا غور کرلیا جائے۔ 'غوث' عربی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی ہے 'مدد'۔اگر اسے مصدر کے طور پر استعمال کیا جائے تو پھر اس کا معنی ہے 'مدد کرنا' البتہ مدد کرنے والے کو 'غائث' (بروزن فاعل) کہا جائے گا اور مدد مانگنے والے کو 'مستغیث'۔لیکن اگر مصدر کو بطورِ اسم فاعل استعال کیا جائے تو پھر 'غوث' مددگار کا معنی ادا کرے گا اور شیخ جیلانی کو غوث کہنے والے اس کا یہی مفہوم مراد لیتے ہیں۔اسی طرح لفظ 'اعظم' بھی عربی زبان میں بطورِ اسم تفضیل استعمال ہوتا ہے جس کا معنی ہے 'سب سے بڑا'۔گویا 'غوثِ اعظم' کا معنی ہوا......'سب سے بڑا مددگار'

سب سے بڑا مددگار کون ہے؟ یہ سوال اگر آپ ایک عام مسلمان سے بھی کریں گے تو

وہ جواباً یہی کہے گا کہ 'اللہ تعالیٰ' ...... کیونکہ دین اسلام نے عقیدۂ توحید کے حوالہ سے یہی تعلیم دی ہے کہ اللہ کے سوا اور کوئی مددگار نہیں، نفع ونقصان صرف اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے، صرف وہی مشکل کشا، حاجت روا ہے۔ وہی خالق، رازق (داتا) اور مالک الملک ہے۔ بطورِ مثال چند آیات ملاحظہ فرمائیں:

① ﴿وَمَا النَّصْرُ إلاَّ مِنْ عِنْدِ اللهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ﴾ (آلِ عمران:۱۲۶)

''اور مدد تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے جو غالب اور حکمتوں والا ہے۔''

② ﴿وَلاَ يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِنْ دُوْنِ اللهِ وَلِيًا وَّلاَ نَصِيْرًا﴾ (الاحزاب:۱۸)

''اور وہ اپنے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مددگار اور حمایتی نہیں پائیں گے۔''

③ ﴿وَمَا لَكُمْ مِنْ دُوْنِ اللهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلاَ نَصِيْرٍ﴾ (البقرہ:۱۰۷)

''اور تمہارے لیے اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور مددگار نہیں۔''

④ ﴿وَمَا كَانَ لَهُمْ مِنْ أَوْلِيَاءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِنْ دُوْنِ اللهِ﴾ (الشوریٰ:۴۶)

''ان کے کوئی مددگار نہیں جو اللہ تعالیٰ سے الگ ان کی امداد کر سکیں۔''

⑤ ﴿وَإِنْ يَّمْسَسْكَ اللّهُ بِضُرٍّ فَلاَ كَاشِفَ لَهٗ إلاَّ هُوَ وَإِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلاَ رَادَّ لِفَضْلِهِ......﴾ (یونس:۱۰۷)

''اور اگر تمہیں اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچائے تو بجز اس کے اور کوئی اس تکلیف کو دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تمہیں کوئی خیر پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کو بھی کوئی ہٹانے والا نہیں۔''

مندرجہ بالا آیات سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی حقیقی مددگار ہے جبکہ دیگر بہت سی آیات میں نہ صرف غیر اللہ کو پکارنے، اسے مددگار سمجھنے کی نفی کی گئی ہے بلکہ ایسا کرنے والے کو مشرک، ظالم اور عذاب کا مستوجب قرار دیا گیا ہے، مثلاً

① ﴿وَلاَ تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللهِ مَالاَ يَنْفَعُكَ وَلاَ يَضُرُّكَ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِّنَ الظَّالِمِيْنَ﴾ (یونس:۱۰۶)

''اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کو نہ پکارنا جو تمہیں نہ کوئی فائدہ پہنچا سکے اور نہ کوئی نقصان پھر اگر تم نے ایسے کیا (غیر اللہ کو پکارا) تو تم اس حالت میں ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔''

www.KitaboSunnat.com

② ﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوا مِن دُوْنِ اللهِ مَنْ لاَّ يَسْتَجِيْبُ لَهٗ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُوْنَ﴾ (الاحقاف:۵)

''اوراس سے بڑھ کرگمراہ اورکون ہوگا؟ جو اللہ کے سوا انہیں پکارتا ہے جو تا قیامت اس کی پکار کا جواب نہیں دے سکتے بلکہ وہ تو ان (پکارنے والوں) کی پکار سے بھی بے خبر ہیں!''

③ ﴿فَـلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ﴾ (الشعراء:۲۱۳)

''پس تو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہ پکار کہ تو بھی (ایسا کر کے) سزا پانے والوں میں سے ہو جائے۔''

ایک شبہ کا ازالہ: کئی سادہ لوح یہاں یہ اعتراض اٹھا دیتے ہیں کہ اگر غیر اللہ (انبیاء و رسل، اولیاء و مشائخ وغیرہ) سے مانگنا شرک ہے تو پھر اولاد، اپنے والدین سے، خاوند اپنی بیوی یا بیوی اپنے خاوند سے، مزدور اپنے مالک، دوست اپنے دوستوں سے اشیاے ضرورت کا مطالبہ کیوں کرتے ہیں؟ اور دنیا میں کوئی انسان بھی ایسا نہیں جو کسی نہ کسی معاملہ میں دوسرے سے مدد و تعاون کا مطالبہ نہ کرتا ہو اور اس طرح تو یہ تمام لوگ مشرک ہوئے......؟

یہاں دراصل ماتحت الاسباب اور مافوق الاسباب کو مختلط کرکے خلطِ مبحث کیا گیا ہے حالانکہ جن کاموں کا تعلق ظاہری اسباب سے ہے، انہیں خود قرآن مجید کی رو سے شرک قرار نہیں دیا جاسکتا اور مذکورہ بالا تمام مثالوں کا تعلق ظاہری اسباب سے ہے جسے دوسرے لفظوں میں ماتحت الاسباب بھی کہا جاسکتا ہے جبکہ غیر اللہ سے استمداد اس وقت شرک کے زمرے میں داخل ہے جب ظاہری اسباب کی عدم موجودگی میں ان سے مدد مانگی جائے، اسے ہی مافوق الاسباب میں شمار کیا جاتا ہے۔ مثلاً کسی زندہ یا فوت شدہ بزرگ سے اگر کوئی اولاد مانگے تو یہ صریح شرک ہے، اس لئے کہ اس کے پاس اولاد عطا کرنے کے ظاہری اسباب موجود نہیں مگر اولیاو مشائخ اور بالخصوص شیخ جیلانی کو غوثِ اعظم کہنے والے یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کے اختیارات سونپ رکھے ہیں حتیٰ کہ کائنات کی تقدیر بھی انہی کے ہاتھ میں تھما رکھی ہے اور انہیں کُنْ فَيَكُوْنَ کی قدرت سے نواز رکھا ہے! ہمارے اس دعویٰ پر یقین نہ آئے تو پھر شیخ کی طرف منسوب درج ذیل واقعات کا کیا جواب ہے......

www.KitaboSunnat.com

❶ ''شیخ شہاب الدین سہروردیؒ جو سلسلہ سہروردیہ کے امام ہیں، کی والدہ ماجدہ حضور غوث الثقلین کے والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہوتی ہیں اور عرض کرتی ہیں کہ حضور دعا فرمائیں میرے لڑکا پیدا ہو۔ آپ نے لوحِ محفوظ میں دیکھا اور اس میں لڑکی مرقوم تھی۔ آپ نے فرما دیا کہ تیری تقدیر میں لڑکی ہے۔ وہ بی بی یہ سن کر واپس ہوئیں۔ راستہ میں حضور غوثِ اعظم ملے۔ آپ کے استفسار پر انہوں نے سارا ماجرا بیان کیا۔ حضور نے ارشاد فرمایا: جا تیرے لڑکا ہوگا مگر وضع حمل کے وقت لڑکی پیدا ہوئی۔ وہ بی بی بارگاہِ غوثیت میں اس مولود کو لے کر آئیں اور کہنے لگیں: حضور لڑکا مانگوں اور لڑکی ملے؟ فرمایا یہاں تو لاؤ اور کپڑا ہٹا کر ارشاد فرمایا یہ دیکھو تو، یہ لڑکا ہے یا لڑکی؟ دیکھا تو لڑکا تھا اور وہ یہی شہاب الدین سہروردی تھے۔ آپ کے حلیہ مبارک میں ہے کہ آپ کی پستان مثل عورتوں کے تھیں۔''

(باغِ فردوس معروف بہ گلزارِ رضوی: ص۲۶ نیز دیکھئے کراماتِ غوث اعظم: ص۸۱)

اسی واقعہ کے اوپر شیخ جیلانی کے بارے میں یہ شعر لکھا ہے ؎

لوحِ محفوظ میں تثبیت کا حق ہے حاصل مرد عورت سے بنا دیتے ہیں غوث الاغواث

❷ ''ایک روز ایک عورت حضرت محبوب سبحانی غوث صمدانی شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ النورانی کی بارگاہِ غوثیت کی پناہ میں حاضر ہوکر عرض کرنے لگی کہ حضور دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اولاد عطا فرمائے۔ آپ نے مراقبہ فرما کر لوحِ محفوظ کا مشاہدہ فرمایا تو پتہ چلا کہ اس عورت کی قسمت میں اولاد نہیں لکھی ہوئی تھی۔ پھر آپ نے بارگاہِ الٰہی میں دو بیٹوں کے لئے دعا کی۔ بارگاہِ الٰہی سے ندا آئی کہ اس کے لئے تو لوحِ محفوظ میں ایک بھی بیٹا نہیں لکھا ہوا۔ آپ نے دو بیٹوں کا سوال کر دیا۔ پھر آپ نے تین بیٹوں کے لئے سوال کیا تو پہلے جیسا جواب ملا پھر آپ نے سات بیٹوں کا سوال کیا تو ندا آئی: اے غوث! اتنا ہی کافی ہے، یہ بھی بشارت ملی کہ اللہ تعالیٰ اس عورت کو سات لڑکے عطا فرمائے گا۔''

(کراماتِ غوثِ اعظم از محمد شریف نقشبندی: ص۸۰،۸۱)

❸ ''حضرت محبوبِ سبحانی قطبِ ربانی غوث صمدانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ النورانی کا ایک خادم انتقال کر گیا۔ اس کی بیوی آہ وزاری کرتی ہوئی آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر عرض کرنے لگی کہ حضور میرا خاوند زندہ ہونا چاہئے۔ آپ نے مراقبہ فرمایا اور علم باطن سے

دیکھا کہ عزرائیل علیہ السلام اس دن کی تمام ارواح قبضہ میں لے کر آسمان کی طرف جارہا ہے تو آپ نے عزرائیل علیہ السلام سے کہا ٹھہر جائیں اور مجھے میرے فلاں خادم کی روح واپس کردیں تو عزرائیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ میں ارواح کو حکم الٰہی سے قبض کرکے اس کی بارگاہِ الٰہیہ میں پیش کرتا ہوں تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میں اس شخص کی روح تجھے دے دوں جس کو بحکم الٰہی قبض کرچکا ہوں۔ آپ نے اصرار کیا مگر ملک الموت نہ مانے۔ ان کے ایک ہاتھ میں ٹوکری تھی جس میں اس دن کی ارواح مقبوضہ تھیں۔ پس قوتِ محبوبیت سے ٹوکری ان کے ہاتھ سے چھین لی تو ارواح متفرق ہوکر اپنے اپنے بدنوں میں چلی گئیں۔ عزرائیل علیہ السلام نے اپنے ربّ سے مناجات کی اور عرض کیا: الٰہی تو جانتا ہے جو میرے اور تیرے محبوب کے درمیان گزری، اس نے مجھ سے آج کی تمام مقبوضہ ارواح چھین لیں ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوا: اے عزرائیل! بے شک غوثِ اعظم میرا محبوب ومطلوب ہے تو نے اسے اس کے خادم کی روح واپس کیوں نہ دے دی۔ اگر ایک روح واپس دے دیتے تو اتنی روحیں ایک روح کے سبب کیوں واپس جاتیں۔'' (ایضاً:ص۹۲،۹۳)

یاد رہے کہ مندرجہ واقعات بھی اسی نوعیت کے ہیں جن کے بارے میں 'ہم شیخ کی کرامات' کے ضمن میں واضح کرآئے ہیں کہ ان کی استنادی حیثیت سخت مجروح اور ناقابل اعتماد ہے۔ اس لئے ان کی عدمِ اثبات پر دلائل کا طومار باندھنے کی بجائے شیخ کے عقیدت مندوں سے صرف اتنی گزارش کرنا مقصود ہے کہ شیخ جیلانی یا کسی بھی ولی، نبی اور رسول کے بارے میں تصرف واختیار کے ایسے عقیدہ کی قرآن وسنت کی مؤحدانہ سچی تعلیمات قطعاً اجازت نہیں دیتیں مگر افسوس ہے کہ ان اندھے عقیدت مندوں پر جو ایسی جھوٹی کرامتوں کی آڑ میں سادہ لوح مسلمانوں کی نہ صرف جیبوں پر بلکہ ان کے دین وایمان پر بھی ڈاکے ڈال رہے ہیں اور پھر ہمیں اس بات پر بھی حیرانی ہے کہ خود شیخ جیلانی کی تعلیمات بھی ایسے غلط نظریات کی نفی کرتی ہیں جنہیں انکے عقیدت مندوں نے ان کی طرف منسوب کرکے عملاً اپنا رکھا ہے۔

شیخ جیلانیؒ 'غوث' نہیں ہیں!

گذشتہ سطور میں ہم ثابت کرچکے ہیں کہ شیخ جیلانی کو 'غوثِ اعظم' سمجھنا نہ صرف قرآن

وسنت کے خلاف ہے بلکہ خود شیخ کی موحدانہ تعلیمات کے بھی منافی ہے مگر اس کے باوجود آپ کے غالی عقیدت مند آپ کو غوث کہنے ہی پر مصر ہیں بلکہ ان عقیدت مندوں نے غوث،قطب،ابدال کے پس منظر میں دین اسلام کے متوازی ایک الگ دین وضع کر رکھا ہے۔مثلا کہا جاتا ہے کہ دنیا میں چار ولی ایسے ہیں جنہیں 'اوتاد' کہا جاتا ہے۔انہوں نے دنیا کے چاروں کناروں کو تھام رکھا ہے۔ (اصطلاحات الصوفیہ للکاشانی: ص۵۸) علاوہ ازیں سات اور ایسے اولیا ہیں جنہوں نے سات آسمانوں میں سے ایک ایک آسمان کا نظام سنبھالا ہوا ہے انہیں 'ابدال' کہا جاتا ہے۔ ('معجم الفاظ الصوفیہ' از ڈاکٹر شرقاوی: ص۲۲)

چالیس ولی ایسے ہیں جنہوں نے مخلوق کا بوجھ اٹھا رکھا ہے انہیں 'نجبا' کہا جاتا ہے۔ (اصطلاحاتِ کاشانی: ص۱۱۴) تین سو ولی ایسے ہیں جو لوگوں کے ساتھ شہروں میں رہتے ہیں۔ (ایضاً:۱۱۶) ان سب پر ایک بڑا ولی ہوتا ہے جسے قطبِ اکبر یا غوثِ اعظم کہا جاتا ہے اور یہ ہمیشہ مکہ مکرمہ میں رہتا ہے۔جبکہ دنیا میں جو آفت ومصیبت بھی پہنچتی ہے وہ ان سب اولیا سے ہوکر غوث اعظم تک پہنچتی ہے اور وہ اسے دور فرماتے ہیں۔ **نعوذ باللہ من ذلك**

مندرجہ بالا گمراہانہ عقائد ونظریات اسلام میں کیسے آئے اور ان کی شرعی حیثیت کیا ہے اس کی تفصیل کے لئے مجموع الفتاویٰ (۱۱/۱۶۷،۴۳۳،۴۳۸ اور ۲۷/۱۰۳) وغیرہ کو ملاحظہ کیا جائے جہاں اس عقیدے کو شیخ ابن تیمیہؒ نے کفر وشرک سے تعبیر کیا ہے۔علاوہ ازیں راقم بھی اپنے ایک مضمون التوسل والوسیلة مطبوعہ 'محدث' لاہور (ج۳۴/عدد۱۲: ص۲۴ تا ۳۶) میں غوث وابدال والی روایات کی کمزوری واضح کرچکا ہے۔تاہم اس وقت صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ شیخ جیلانی جنہیں غوثِ اعظم کہا جاتا ہے، نے ساری زندگی بغداد ہی میں گزار دی،ان کا مولد و مدفن بھی بغداد ہی ہے تو پھر جب غوث کی شرائط ان پر منطبق نہیں ہوتیں تو انہیں غوثِ اعظم کہنا چہ معنی دارد؟ علاوہ ازیں یہاں یہ سوالات بھی پیدا ہوتے ہیں کہ شیخ جیلانی کے بعد آج تک کون کون سے غوث دنیا میں گزرے ہیں؟ اور اس وقت مکہ میں کون صاحب غوث کے مقام پر فائز ہیں؟ یہ ایسے سوالات ہیں جن کا جواب اس عقیدہ کا پرچار کرنے والوں کے

www.KitaboSunnat.com

پاس بھی نہیں ہے......!

یہاں ہم ایک اور دلخراش حقیقت کی بھی نشاندہی کرنا چاہیں گے کہ شیخ جیلانی جن کے بارے میں یہ جھوٹے دعوے کیئے جاتے ہیں کہ وہ زندگی ہی میں نہیں بلکہ وفات کے بعد بھی اپنے مریدوں کی دستگیری فرماتے اور دنیا سے مصائب و آفات رفع کرتے ہیں، کی اپنی بے بسی کا یہ عالم تھا کہ آپ کی وفات کے چند ہی سال بعد ناصر الدین کے وزیر ابوالمظفر جلال الدین عبداللہ بن یونس بغدادی نے آپ کے مکان (روضہ) کو مسمار کرکے آپ کی اولاد کو دربدر کردیا حتیٰ کہ آپ کی قبر تک کھود ڈالی اور آپ کی ہڈیاں دریائے دجلہ کی لہروں میں پھینک دیں اور کہا کہ ''یہ وقف کی زمین ہے، اس میں کسی کا بھی دفن کیا جانا جائز نہیں۔'' تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو شذرات الذہب (۳۱۳/۴، ۳۱۴)، النجوم الزاہرۃ (۱۴۲/۶) الزبل علی الروضتین لابی شامہ (ص۱۲) خود شیخ کے عقیدت مندوں نے بھی اس واقعہ کو نقل کرکے اس کی صحت کو تسلیم کیا ہے۔ دیکھئے: قلائد الجواہر (ص۲۶۰) اور غوث الثقلین (ص۲۰۳)۔

اس واقعہ سے چند اہم باتیں معلوم ہوئیں:

① ایک تو یہ کہ شیخ جیلانیؒ کو کائنات میں تصرف کی قدرت نہیں تھی۔ ورنہ آپ اپنی قبر اور لاش کی اس طرح بے حرمتی کو برداشت نہ کرتے ہوئے بروقت اس کا انسداد کرتے۔

② آپ قبر میں زندہ نہیں تھے۔

③ آپ کی بوسیدہ ہڈیاں دریائے دجلہ میں بہا دی گئیں، اس لئے اب بغداد میں آپ کے نام کا جو مزار ہے وہ محض فرضی قبر ہے۔

لیکن افسوس ان اندھے عقیدت مندوں پر جنھوں نے اس سے نصیحت حاصل کرنے کے برعکس شیخ کی قبر پر آج بھی یہ شرکیہ شعر رقم کر رکھے ہیں کہ

با دو شاہی ہار دو عالم شیخ عبد القادر ہست
سرورِ اولاد آدم شیخ عبد القادر ہست
آف تاب و ماہ تاب و عرش و کرسی و قلم
زیر پائی شیخ عبد القادر ہست

''دونوں جہانوں کے بادشاہ شیخ عبدالقادر ہیں، بنی آدم کے سردار شیخ عبدالقادر ہیں، شمس وقمر، عرش، کرسی اور قلم (یہ سب) شیخ عبدالقادر کے پاؤں تلے ہیں''۔ نعوذ باللہ من ذلك

علاوہ ازیں اگر شیخ جیلانی واقعی غوث تھے تو پھر انہوں نے سقوطِ بغداد کے موقع پر امریکی فوج کے خلاف مظلوم عراقی مسلمانوں کی مدد کیوں نہ کی۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کی بمباری سے شیخ خود اپنے فرضی مزار کو بھی نہ بچا سکے تو پھر آپ دوسروں کی مدد کے لئے کیسے آسکتے ہیں؟

② یا عبد القادر شیئا للہ اور صلاۃِ غوثیہ کی حقیقت

یہاں اس غلط فہمی کو دور کرنا بھی ضروری ہے جو بعض عقیدت مندوں نے پیدا کر رکھی ہے کہ خود شیخ جیلانی نے یہ تعلیم دی تھی کہ مشکلات کے وقت مجھے پکارا کرو میں زندگی میں بھی اور بعد از حیات بھی تا قیامت تمہاری سنتا اور مدد کرتا رہوں گا۔ اس سلسلہ میں آپ کی طرف جو جھوٹی باتیں منسوب کی جاتی ہیں، ان میں سے بطورِ نمونہ ایک جھوٹ ملاحظہ فرمائیں:

''شیخ نے فرمایا کہ جو کوئی اپنی مصیبت میں مجھ سے مدد چاہے یا مجھ کو پکارے تو میں اس کی مصیبت کو دور کروں گا اور جو کوئی میرے توسل سے خدائے تعالیٰ سے اپنی حاجت روائی چاہے گا تو خدا تعالیٰ اس کی حاجت کو پورا کرے گا۔ جو کوئی دو رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد گیارہ دفعہ سورۃ اخلاص یعنی 'قل ھو اللہ احد' پڑھے اور سلام پھیرنے کے بعد گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھے اور مجھ پر بھی سلام بھیجے اور اس وقت اپنی حاجت کا نام بھی لے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری ہوگی۔ بعض نے بیان کیا ہے کہ دس پانچ قدم جانب مشرق میرے مزار کی طرف چل کر میرا نام لے اور اپنی حاجت کو بیان کرے اور بعض کہتے ہیں کہ مندرجہ ذیل دو شعروں کو بھی پڑھے:

(ترجمہ اشعار: ''کیا مجھ کو کچھ تنگدستی پہنچ سکتی ہے جبکہ آپ میرا ذخیرہ ہیں اور کیا دنیا میں مجھ پر ظلم ہوسکتا ہے جبکہ آپ میرے مددگار ہیں۔ بھیڑ کے محاذ پر خصوصاً جبکہ وہ میرا مددگار ہو، ننگ و ناموس کی بات ہے کہ بیابان میں میرے اونٹ کی رسی گم ہوجائے۔)'' (قلائد الجواہر، مترجم: ص۱۹۲)، بهجة الأسرار میں ہے کہ

''پھر عراق (بغداد) کی سمت میرا نام لیتا ہوا گیارہ قدم چلے۔'' (ص۱۰۲)

www.KitaboSunnat.com

نقد وتبصرہ

① اوّل تو یہ واقعہ ان کتابوں سے ماخوذ ہے جن کی استنادی حیثیت کے حوالہ سے ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ وہ قابل اعتماد نہیں ہیں۔

② اگر بالفرض شیخ نے یہ بات خود فرمائی بھی ہو تو تب بھی اس پر عمل اس لئے نہیں کیا جاسکتا کہ یہ قرآن وسنت کے صریح خلاف ہے۔

③ فی الحقیقت یہ بات خود شیخ کی مؤحدانہ تعلیمات کے منافی ہے کیونکہ شیخ تو یہ فرماتے ہیں کہ "اَخلصوا ولا تشركوا وَحِّدوا الحق وعن بابه لا تبرحوا سلوه ولا تسئلوا غيره استعينوا به ولا تستيعنوا بغيره توكلوا عليه ولا تتوكلوا على غيره"

''اخلاص پیدا کرو اور شرک نہ کرو، حق تعالیٰ کی توحید کا پرچار کرو اور اس کے دروازے سے منہ نہ موڑو۔ اسی خدا سے سوال کرو، کسی اور سے سوال نہ کرو، اسی سے مدد مانگو، کسی اور سے مدد نہ مانگو، اسی پر توکل واعتماد کرو اور کسی پر توکل نہ کرو۔'' (الفتح الربانی: مجلس ۴۸/ ص ۱۵۱)

③ شیخ جیلانیؒ کے نام کی گیارہویں

گیارہویں کی حقیقت و اصلیت واضح کرنے سے پہلے سردست یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ 'گیارہویں' کسے کہتے ہیں؟ ضیاء اللہ قادری لکھتے ہیں کہ

''گیارہویں شریف درحقیقت حضرت سرکار محبوب سبحانی، قطبِ ربانی غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی کی روح پرفتوح کو ایصالِ ثواب کرنا ہے۔'' (غوث الثقلین: ص ۲۱۷)

اسی طرح خلیل احمد رانا 'گیارہویں کیا ہے؟' میں لکھتے ہیں کہ

''موجودہ دور میں ایصالِ ثواب کے پروگرام مختلف ناموں سے جانے اور پہچانے جاتے ہیں جن میں ایک نام 'گیارہویں شریف' کا بھی آتا ہے۔ حضور غوثِ اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ سے عقیدت ومحبت کی وجہ سے ہر اسلامی مہینے کی گیارہویں تاریخ کو مسلمان اکیلے یا اکٹھے ہوکر آپ کی روح کو ایصالِ ثواب کرتے ہیں۔ گیارہ تاریخ کو ایصالِ ثواب کرنے کی وجہ سے اس ایصالِ ثواب کا نام 'گیارہویں' مشہور ہوگیا ہے۔'' (ص:۴)

اس کے علاوہ بھی اس کے کئی پس منظر بیان کیے جاتے ہیں بہر حال مذکورہ اقتباسات

www.KitaboSunnat.com

سے یہ تو معلوم ہوگیا کہ گیارہویں شیخ جیلانی کی روح کو ایصالِ ثواب کے لئے منائی جاتی ہے۔ تاہم عوام اسے محض ایصالِ ثواب ہی نہیں سمجھتے بلکہ اس سے بھی آگے شیخ کو غوثِ اعظم، مختارِ کل، مشکل کشا، حاجت روا اور بگڑی بنانے والا سمجھتے ہوئے آپ کے نام کی نذر و نیاز کے لئے اس کا اہتمام کرتے ہیں۔ اور نہ صرف یہ کہ ہر سال اس کا اہتمام کیا جاتا ہے بلکہ وقتاً فوقتاً اور بالخصوص ہر ماہ چاند کی گیارہ تاریخ کو بھی ایک عرصہ سے اب اس کا اہتمام کیا جارہا ہے اور اسے چھوٹی گیارہویں سے جبکہ سالانہ گیارہویں کو بڑی گیارہویں سے موسوم کیا جاتا ہے۔

گیارہویں خواہ ایصالِ ثواب کے لئے ہو یا نذر و نیاز کے لئے بہردوصورت شرعی اعتبار سے اس کے جواز کی کوئی دلیل نہیں، جیسا کہ مندرجہ تفصیل سے واضح ہے:

نذر و نیاز کی نیت سے گیارہویں

نذر بنیادی طور پر عربی زبان کا لفظ ہے اردو میں اس کا ترجمہ 'منت' اور فارسی میں 'نیاز' کیا جاتا ہے۔ یہ دراصل عبادت کی وہ قسم ہے ''جسے کوئی شخص اپنے اوپر لازم کرلیتا ہے۔'' (فیروز اللغات: ص ۱۷۹) جیسا کہ مولانا وحید الزمان قاسمی رقم طراز ہیں کہ

''نذر، منت وہ صدقہ یا عبادت وغیرہ جو اللہ کے لئے اپنے اوپر لازم کیا جائے اور اپنے مقصد کی تکمیل پر اسے ادا اور پورا کیا جائے۔'' (القاموس الوحید: ص۱۶۳)

اور اس بات میں دو رائے نہیں ہوسکتیں کہ عبادت خواہ وہ کسی بھی نوعیت کی ہو (زبانی، مالی، بدنی)، وہ اللہ کے علاوہ کسی اور کے لئے جائز نہیں اور نذر و نیاز کے بارے میں خود اللہ تعالیٰ نے حضرت مریمؑ کو یہ طریقہ سکھایا:

﴿فَقُولِي إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ أُكَلِّمَ الْيَوْمَ إِنْسِيًّا﴾ (مریم:۲۶)

''تو کہہ دینا کہ میں نے اللہ رحمٰن کے نام کا روزہ مان رکھا ہے کہ میں آج کسی شخص سے بات نہ کروں گی۔''

علاوہ ازیں حضرت مریمؑ کی والدہ کی نذر کا تذکرہ بھی قرآنِ مجید نے اس طرح کیا ہے: ﴿رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّمًا فَتَقَبَّلْ مِنِّي﴾ (آلِ عمران:......؟)

''اے میرے رب! میرے پیٹ میں جو کچھ ہے، اسے میں نے تیرے نام آزاد کرنے کی

نذر مان رکھی ہے لہٰذا تو میری طرف سے (یہ) قبول فرما۔''

معلوم ہوا کہ نذر و نیاز اور دیگر عبادات کے لائق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ کفارِ مکہ چونکہ غیر اللہ کے لئے نذر و نیاز کرتے تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے اس فعل کو شرک قرار دیا ہے۔ (دیکھئے المائدۃ:۱۰۳، الانعام:۱۳۶) جبکہ ایک صحیح حدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ ایک شخص محض اس وجہ سے جہنم میں داخل کیا گیا کہ اس نے غیر اللہ کے لئے ایک مکھی کا چڑھاوا و نذرانہ پیش کیا تھا۔ (حلیۃ الاولیاء:۱/۲۰۳) مگر افسوس ان لوگوں پر جو بکروں کے بکرے اور دیگوں کی دیگیں غیر اللہ کی نذر کرنے کے باوجود یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں جہنم کچھ نہ کہے گی۔

علاوہ ازیں یہ بات بھی یاد رہے کہ تمام فقہا نے غیر اللہ کے لئے نذر و نیاز کو حرام قرار دیا ہے۔ مثلاً دیکھئے: الردّ المختار علی الدر المختار:۲/۱۲۸، البحر الرائق:۲/۲۹۸، فتاویٰ عالمگیری:۱/۲۱۶

ایصالِ ثواب کے لئے گیارہویں شریف

مُردوں کے لئے ایصالِ ثواب کی بعض صورتیں اگرچہ قرآن وسنت کی رو سے جائز ہیں مگر ان میں گیارہویں کسی طرح بھی داخل نہیں ہوتی۔ مزید تفصیل کے لئے ہم غیر جانبدارانہ طور پر ایصالِ ثواب کی ان تمام صورتوں کی نشاندہی کر دیتے ہیں جن کا جواز قرآن و حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے البتہ بغرضِ اختصار ہم عبارتوں کی بجائے محض حوالہ جات پر اکتفا کریں گے۔

1 دعا: کوئی بھی مسلمان جو توحید و ایمان کی حالت میں فوت ہوا ہو اس کے لئے مغفرت کی دعا کی جاسکتی ہے۔ دلائل کے لئے دیکھئے: الحشر:۱۰، التوبہ:۱۱۳ اور مسند احمد:۲/۹۲، ۲۲۱، ۲۵۲، بخاری:۱۳۲۷، مسلم:۴/۹۷، موطأ:۱/۲۰۸

2 صدقہ جاریہ: صدقہ جاریہ سے مراد وہ نیک کام ہیں جن کا ثواب آدمی کو وفات کے بعد بھی ملتا رہتا ہے اور حدیثِ نبوی کے مطابق اس کی تین صورتیں ہیں:

① محض صدقہ جاریہ یعنی اللہ کی راہ میں کسی چیز (گھر، ہسپتال، سبیل وغیرہ) کو وقف کر دینا

www.KitaboSunnat.com

② نیک اولاد (اولاد کے نیک عمل کا ثواب قدرتی طور پر موحد والدین کو بھی پہنچتا رہے گا)

③ نفع بخش علم (خواہ شاگردوں کی صورت میں ہو یا کتابوں اور مدرسہ وغیرہ کی شکل میں)

دلائل کے لئے ملاحظہ ہو: یٰسین:۱۲ اور مسلم:۱۶۳۱، ترمذی:۱۳۸۱، ابوداؤد:۲۸۸۰، نسائی: ۳۶۵۳، ابن ماجہ:۲۴۱، مسند احمد:۲/۳۷۲، السنن الکبریٰ للبیہقی:۲/۲۷۸، الترغیب والترہیب: ۱/۱۰۰......اسی طرح جہاد میں پہرہ دینے والے کو مرنے کے بعد بھی تا قیامت اس عمل کا ثواب ملتا رہتا ہے۔ دیکھئے: مسلم:۱۹۱۳، ابوداؤد:۲۵۰۰، ترمذی:۱۶۲۱، حاکم:۲/۱۴۴

③ **میت کی طرف سے صدقہ:** اگر میت کی اولاد انکی وفات کے بعد ان کی طرف سے صدقہ کرے تو فوت شدہ والدین کو اسکا ثواب پہنچتا ہے۔ حوالہ جات کیلئے دیکھئے: بخاری:۲۷۶۰، مسلم: ۱۰۰۴، ابوداود:۲۸۸۱، نسائی:۳۶۵۱، ترمذی:۶۶۹، ابن ماجہ:۲۷۱۷، احمد:۲/۵۱، بیہقی:۶/۲۷۸

میت کی طرف سے صدقہ کرنے کے حوالہ سے یہ واضح رہے کہ صرف اولاد ہی اپنے والدین کی طرف سے ایصال ثواب کے لئے صدقہ کرسکتی ہے۔ البتہ دیگر افراد کے میت کی طرف سے صدقہ کرنے کی کوئی دلیل نہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: (نیل الاوطار:۳/۱۰۵)

④ **میت کی طرف سے حج کرنا:** میت کی طرف سے اگر حج کیا جائے تو میت کا یہ فرض ادا ہوجاتا ہے۔ حوالہ جات کیلئے دیکھئے: بخاری:۱۸۵۲، نسائی:۲۶۳۱، احمد:۱/۲۳۹، ۲۷۹

⑤ **میت کی طرف سے روزوں کی ادائیگی:** اگر میت کے ذمہ نذر کے روزے رہ جائیں تو اس کے اولیا اس کی طرف سے یہ روزے رکھ سکتے ہیں۔ البتہ اولیا کے علاوہ دیگر افراد کے لئے ایسا کرنا قرآن و حدیث سے ثابت نہیں۔ حوالہ جات کے لئے دیکھئے: بخاری:۱۹۵۲، مسلم:۱۱۴۷، ابوداؤد:۲۴۰۰، احمد:۶/۶۹، بیہقی:۵/۲۵۵، ۲۵۶

واضح رہے کہ میت کے متروکہ فرضی (یعنی رمضان کے) روزے رکھنے کے بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ بعض تو نذر کی طرح اس کے بھی جواز کے قائل ہیں جبکہ بعض اہل علم کا خیال ہے کہ صرف نذر کے روزے جائز ہیں تاہم میت کے متروکہ رمضان کے روزوں کی جگہ فدیہ ادا کیا جائے مگر یہ روزے نہ رکھے جائیں۔

www.KitaboSunnat.com

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: تہذیب السنن: ۸۲/۳، ۲۸۹/۲

6 میت کی طرف سے قرض کی ادائیگی: میت کے ذمہ اگر قرض ہو تو اس کی طرف سے کوئی بھی دوسرا شخص میت کا یہ قرض ادا کرسکتا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: مسند احمد: ۳۳۰/۳، حاکم: ۵۸/۲، بیہقی: ۷۴/۶

مندرجہ بالا سطور میں قرآن وحدیث کی روشنی میں وہ تمام صورتیں ذکر کردی گئی ہیں جن کا فائدہ کسی نہ کسی طرح میت کو پہنچتا ہے، البتہ اس کے علاوہ ایصالِ ثواب کے دیگر طریقے مثلاً قل، تیجہ، ساتواں، چالیسواں، قرآن خوانی اور گیارہویں وغیرہ سب بدعتی اُمور ہیں جن کا قرآن وحدیث سے کوئی تعلق نہیں۔ لہٰذا گیارہویں سمیت ان تمام امور سے ازبس اجتناب ضروری ہے۔

4 سلسلہ قادریہ (اور دیگر سلاسل) کی شرعی حیثیت

صوفیا نے عبادت وریاضت اور تقرب الٰہی کے لئے کچھ سلسلے وضع کر رکھے ہیں جن میں چار سلسلے خصوصی طور پر معروف ہوئے:

1. سلسلہ قادریہ: یہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی طرف منسوب ہے۔
2. سلسلہ سہروردیہ: یہ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی کی طرف منسوب ہے۔
3. سلسلہ چشتیہ: یہ خواجہ معین الدین چشتی کی طرف منسوب ہے۔
4. سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ: یہ بہاؤ الدین محمد نقشبندی کی طرف منسوب ہے۔

پہلے کے سوا باقی تینوں سلسلوں کو سلسلۂ قادریہ کا مرہونِ منت قرار دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ بالواسطہ یا بلا واسطہ ان تینوں سلسلوں کے بانی شیخ جیلانی ہی تھے۔ اور ویسے بھی شیخ کے بارے میں ایسی جھوٹی باتیں منسوب ہیں کہ شیخ تمام ولیوں کے سردار تھے۔ بلکہ شیخ کی طرف یہ بات بھی منسوب کی گئی ہے کہ آپ کہا کرتے تھے کہ "قدمَيّ هذه على رقبة كل ولی الله" "میرا پاؤں ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔"

بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہاں تک دعویٰ کیا گیا ہے کہ شیخ کو خود آنحضرتﷺ نے 'خرقہ'

(صوفیا کا مخصوص زاہدانہ لباس) پہنا کر اس عالی شان مقامِ ولایت پر فائز فرمایا تھا اور آپ کی ولایت کا یہ مقام تھا کہ حضرت خضر سمیت تمام انبیاء کرام اور صحابہ کرام بھی آپ کی مجلس میں شرکت کی سعادت سے بہرہ مند ہوا کرتے تھے۔

یہ تمام باتیں بهجة الأسرار اور قلا ئد الجواهر جیسی اُن غیر معتبر کتابوں میں موجود ہیں جن کی استنادی حیثیت ہم خوب واضح کر چکے ہیں۔ تاہم دورِ حاضر میں عملی طور پر ان سلاسل سے وابستہ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ کسی سلسلہ میں داخل ہوئے بغیر اور کسی پیرومرشد کو پکڑے بغیر نجات مشکل ہے اور بیعت کر کے کسی سلسلہ میں محض داخل ہوجانا ہی نجات کے لئے کافی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ان سلسلوں میں داخل کرنے والے اب خود ہی ایسے گمراہانہ عقائد کا شکار ہیں کہ الامان والحفیظ......! بلکہ وہ اپنے مریدوں کو بھی اس طرح کی تعلیم دیتے ہیں جو قرآن وسنت کے صریح مخالف ہے۔ حتیٰ کہ بعض نام نہاد پیرو مشائخ تو یہاں تک کہہ گئے ہیں کہ اگر تم اپنے شیخ کو خلافِ شرع حالت میں بھی دیکھو تو شیخ کے بارے میں بدگمانی کی بجائے یہی سمجھو کہ تمہیں دیکھنے، سننے اور سمجھنے میں غلطی لگی ہے......!!

البتہ شیخ عبدالقادر جیلانی اور ان کے مابعد کے اَدوار میں جب ایسے سلسلوں کی بنیاد پڑی تھی تو اس وقت صورتحال اس کے بالکل برعکس تھی۔ اس دور میں سرکاری طور پر اسلام نافذ العمل تھا، جہاد جاری تھا اور کفر و شرک ہر طرف سرنگوں تھا، البتہ روحانی طور پر مسلمانوں میں کمیاں، کوتاہیاں پائی جاتی تھیں اور زہد و تقویٰ کی بجائے عیش و عشرت اور خواہش پرستی کی وبا چہار سو پھیلتی جارہی تھی جس کے آگے بند باندھنے اور روحانیت کو زندہ کرنے کے لئے اولیا نے میدانِ عمل میں قدم رکھا۔ تزکیۂ نفس اور تعلیم و تربیت کے ادارے قائم کئے اور قرآن وسنت کی تعلیمات کے مطابق زہد و تقویٰ کے دیے جلائے۔ اُس دور میں شیخ جیلانی سمیت اکثر و بیشتر زہاد و صوفیا کے کم از کم عقائد درست رہے تاہم عملی طور پر بعض مسائل میں یہ بھی غلو اور افراط کا شکار ہوتے گئے۔ جن میں سے ایک یہ مسئلہ بھی تھا کہ اولیاء و مشائخ کے پاس ہر شخص کا حاضر ہو کر 'سلوک' کی منزلیں طے کرنا فرض ہے جیسا کہ شیخ جیلانی خود رقم طراز ہیں کہ

www.KitaboSunnat.com

”فلابد لكل مريد الله عزوجل من شيخ“ (الغنية:۲/۲۸۱)

”ہر مرید کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنا ایک شیخ (پیر) لازم پکڑے۔“

پھر جب مرید سلوک کی منازل طے کرکے شیخ و مرشد کے درجے پر پہنچ جاتا تو اسے ایک مخصوص قسم کا موٹا لباس جسے ’خرقہ‘ کہا جاتا، پہنا دیا جاتا اور یہ اس بات کی علامت سمجھا جاتا کہ اب یہ شخص مریدوں کی تربیت کرنے کے لائق ہوچکا ہے اور اسے تزکیۂ نفس کے لئے کسی اور علاقے میں بھیج دیا جاتا۔ یہ طریقہ چونکہ قرآن وسنت سے ثابت نہیں تھا، اس لئے ائمہ محققین نے اس کی بھرپور تردید کی۔ بطورِ مثال شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا ایک اقتباس درج کیا جاتا ہے۔ شیخ الاسلام رقم طراز ہیں کہ

”وأما لباس الخرقة التي يلبسها بعض المشائخ المريدين فهذه ليس لها أصل يدل عليها الدلائل المعتبرة من جهة الكتاب والسنة ولا كان المشائخ المتقدمون وأكثر المتأخرين يلبسونها المريدين“ ”مریدوں کو ’خرقہ‘ پہنانے کی رسم جسے بعض مشائخ ادا کرتے ہیں، یہ سراسر بے بنیاد ہے۔ کتاب وسنت کے معتبر دلائل میں اس کا کوئی وجود نہیں۔ متقدم مشائخ بلکہ اکثر متاخر مشائخ بھی ایسا کوئی کام نہیں کیا کرتے تھے۔ البتہ متاخرین میں ایک طبقہ ایسا پیدا ہوگیا تھا جو اسے نہ صرف جائز بلکہ مستحب سمجھتا تھا......“

پھر شیخ الاسلام اس ضمن میں پیش کئے جانے والے دلائل کی کمزوری واضح کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ”رہی یہ بات کہ کوئی گروہ اپنے آپ کو کسی خاص شخص کی طرف منسوب کرے، تو اس سلسلہ میں گذارش ہے کہ ایمان وقرآن سیکھنے کے لئے لوگ یقیناً ان علما کے محتاج ہیں جو انہیں اس کی تعلیم دیں مثلاً جس طرح صحابہ کرامؓ نے نبی اکرمﷺ سے پھر صحابہ سے تابعین نے اور ان سے تبع تابعین وغیرہ نے علم حاصل کیا۔ علاوہ ازیں جس طرح کسی عالم سے کوئی شخص قرآنِ مجید وغیرہ کی تعلیم حاصل کرتا ہے، اسی طرح اس سے ظاہر و باطن (تزکیۂ نفس) کی بھی تعلیم حاصل کرتا ہے۔ لیکن اس کے لئے کسی عالم (شیخ، ولی، پیر وغیرہ) کو متعین نہیں کرنا چاہئے اور نہ ہی انسان اس بات کا محتاج ہے کہ وہ لازماً اپنے آپ کو کسی متعین شیخ کی طرف منسوب کرے بلکہ ہر وہ شخص جس کے ذریعے اسے کوئی دینی فائدہ پہنچے، وہ اس فائدہ پہنچانے میں اس کا شیخ ہی ہے۔ بلکہ اگر کسی فوت شدہ انسان کا کوئی ایسا قول یا عمل اسے پہنچے جس سے

www.KitaboSunnat.com

اسے دینی اعتبار سے فائدہ ہو تو وہ فوت شدہ شخص بھی اس جہت سے اس کا شیخ ہے۔ اس لئے امت کے سلف صالحین نسل در نسل خلف (بعد والوں) کے لئے شیوخ ہی متصور ہوں گے۔

اسی طرح کسی کے لئے یہ بھی جائز نہیں کہ وہ کسی ایسے شیخ کی طرف نسبت کرے جو صرف اپنی پیروی (بیعت) کرنے والے سے دوستی اور دوسروں (بیعت نہ کرنے والوں) سے دشمنی رکھتا ہو بلکہ انسان کو چاہئے کہ ہر اس شخص سے جو اہل ایمان ہے اور ہر اس شیخ، عالم وغیرہ جس کا زہد وتقویٰ معروف ہے، سے دوستی رکھے اور اس کے باوجود خصوصی دوستی کے لئے کسی ایک (شیخ) کو خاص نہ کرے، الا کہ اس کا خصوصی تقویٰ اور ایمان اس کے لئے ظاہر ہو، اور اپنی ترجیحات میں صرف اسے مقدم رکھے جسے اللہ اور اس کا رسول (یعنی قرآن وحدیث) مقدم کریں اور اسے ہی افضلیت دے جسے اللہ اور اس کے رسول (قرآن وحدیث) فضیلت سے نوازیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَاللّٰهِ اَتْقٰكُمْ﴾ (الحجرات:۱۳)

''اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک (ہی) مرد وعورت سے پیدا کیا ہے اور تمہیں کنبے اور قبیلے اس لیے بنا دیا تا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو۔ بلا شبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم سب میں سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔''

اور ارشادِ نبوی ہے کہ ''لا فضل لعربي على عجمي ولا لعجمي على عربي ولا أسود على أبيض ولا أبيض على أسود إلا بالتقوى'' (مجموع الفتاویٰ: ج۱۱ص۵۱۱،۵۱۲)

''کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عرب پر اور کسی سیاہ کو کسی سفید پر یا کسی سفید کو کسی سیاہ پر سوائے تقویٰ کے اور (کسی لحاظ سے بھی) کوئی فضیلت ومرتبہ حاصل نہیں ہے۔''

خلاصۂ بحث

(۱) شیخ عبدالقادر جیلانی انتہائی متقی، دیندار، عالم باعمل اور اللہ کے ولی تھے۔

(۲) شیخ ۴۷۱ھ (یا ۴۷۰ھ) کو بغداد کے قریب (جیلان، کیلان) میں پیدا ہوئے اور وہیں عمر بھر دینی واصلاحی خدمات انجام دینے کے بعد ۵۶۱ھ کو فوت ہو کر دفن ہوئے۔

(۳) غنية الطالبين، فتوح الغيب اور الفتح الرباني آپ کی تصانیف ہیں جبکہ ان کے علاوہ دیگر کتابیں جنہیں آپ کی تصانیف میں شامل کیا جاتا ہے، انکی کوئی دلیل نہیں۔

(۴) شیخ عقائد و نظریات کے حوالہ سے صحیح العقیدہ مسلمان تھے۔

(۵) شیخ نے اپنے متبعین کو طریقت و باطنیت کی بجائے قرآن و سنت پر مبنی شریعت کی تعلیمات سے روشناس کرایا۔

(۶) شیخ فقہی مسائل میں حنبلی المسلک تھے مگر قرآن و سنت کے خلاف امام کی رائے پر ڈٹے رہنے کے قائل نہ تھے۔

(۷) جن لوگوں نے شیخ کو 'حنفی' قرار دینے کی کوشش کی ہے، انہوں نے محض کذب بیان سے کام لیا ہے۔

(۸) شیخ جیلانی ان معنوں میں صوفی تھے کہ آپ زاہد تھے، ورنہ صوفیا متاخر کی طرح وحدت الوجود اور حلول وغیرہ جیسے گمراہانہ عقائد آپ میں نہیں پائے جاتے بلکہ آپ ایسے نظریات کی تردید کرنے والے تھے۔

(۹) بشر ہونے کے ناطے شیخ بھی بعض تفردات کا شکار ہوئے جن میں زہد و تقویٰ میں غلو ومبالغہ سرفہرست ہے۔

(۱۰) شیخ کی بہت سی کرامتیں زبان زدِ عام ہیں لیکن ان میں سے ننانوے فیصد غیر مستند اور جھوٹ کا پلندہ ہیں جنہیں عقیدت مندوں نے وضع کر رکھا ہے۔

(۱۱) آپ کی طرف منسوب سلسلہ قادریہ اور دیگر سلاسل جو اگرچہ تعلیم و تعلّم اور تزکیۂ نفس کی خاطر شروع ہوئے اور رفتہ رفتہ غلط عقائد کی آمیزش سے دین و شریعت کے متوازی آ گئے، سراسر محل نظر ہیں بلکہ اب تو ان میں شمولیت سے بہرصورت اجتناب کرنا چاہئے۔

(۱۲) شیخ جیلانی کو 'غوثِ اعظم' کہنا نہ صرف اللہ وحدہٗ لاشریک کی (معاذ اللہ) اہانت ہے بلکہ خود شیخ کی موحدانہ تعلیمات کے بھی سراسر منافی ہے۔

(۱۳) صلاۃِ غوثیہ اور یا عبد القادر شیئا للہ کہنا نہ صرف یہ کہ شیخ جیلانی کی تعلیمات سے بھی ثابت نہیں بلکہ یہ صریح کفر و شرک ہے!!

(۱۴) شیخ جیلانی کے نام کی گیارہویں اگر بطورِ نذر و نیاز ہو تو صریح شرک ہے اور اگر محض ایصالِ ثواب کے لئے ہو تو واضح بدعت ہے۔

www.KitaboSunnat.com

(۱۵) اولیاء ومشائخ کی صرف انہی تعلیمات سے استفادہ کرنا چاہیے جو قرآن وسنت (شریعت) کے موافق ہوں جب کہ ان کی ایسی باتیں جو انہوں نے فی الواقع کہی ہوں یا محض ان کی طرف بعد والوں نے منسوب کر دی ہوں، انہیں لائق اعتماد نہیں سمجھنا چاہیے جو قرآن وسنت کے صریح منافی ہوں اور خود اولیاء وائمہ کرام کا بھی یہی نکتہ نظر تھا کہ اگر ہمارا کوئی قول وفعل قرآن وسنت کے منافی ہو تو اسے درخور اعتنا نہ سمجھا جائے!

شعر و ادب
آخری قسط:۲

علیم ناصری

نعتیہ شہر آشوب

جناب علیم ناصری صاحب ِطرز ادیب اور کہنہ مشق شاعر ہیں۔ آپ کے کئی شعری مجموعے شائع ہوکر اہل ذوق سے داد و تحسین وصول کرچکے ہیں۔ طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا نامی نعتیہ مجموعہ تو صدارتی ایوارڈ یافتہ ہے۔'شاہنامہ بالاکوٹ' اور'بدرنامہ' میں واقعات کو اشعار میں پیش کرنے کے علاوہ ان دنوں 'جنگ ِاُحد' پر آپ یہی کام کررہے ہیں۔ ان دنوں آپ ضعف اور پیرانہ سالی کی وجہ سے صاحب ِفراش ہیں۔ قارئین سے ان کی صحت ِکاملہ وعاجلہ کے لئے دعا کی خصوصی درخواست ہے۔ (حسن مدنی)

عربی میں شہر آشوب

مولانا فضل حقؒ خیر آبادی (م۱۸۶۱ء) ہندوستان کی جنگ ِآزادی (۱۸۵۷ء) کے معتوب علما میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ دیگر علماءِ حق کی طرح انگریزی استبداد کے ہاتھوں سزا یاب ہوکر انڈیمان میں اسیر ہوئے اور وہیں داعیٴ اجل کو لبیک کہا۔ وہاں کے مصائب وآلام کا تذکرہ انہوں نے عربی نثر میں 'الثورة الہندیہ' کے نام سے لکھا اور اس کے علاوہ دو قصائد عذریہ (قصائد فتنہ الہند) عربی میں لکھے۔ یہ قصائد جہاں شعروادب کا بیش بہا نمونہ ہیں، وہاں اس دور کے حالات کی عمدہ تاریخ بھی ہیں۔

مولانا نے ان قصائد میں اپنے رنج وغم کو بھی بیان کیا ہے اور انگریزوں کی ہجو میں بھی نہایت مؤثر اور شاعرانہ تصویر کشی کی ہے۔ چند اشعار کا ترجمہ ملاحظہ ہو ؎

"سوزِ دل سے میرے پہلو کی ہڈیوں میں آگ بھڑک رہی ہے۔ آنسو خشک اور اندرونی اعضا پگھل گئے ہیں......"

www.KitaboSunnat.com

''مجھ پر نازل شدہ مصیبتوں اور میری اہل وطن سے دوری پر دوست روتے اور دشمن خوش ہوتے ہیں۔''

ملکہ وکٹوریہ کے متعلق کہتے ہیں ؎

''مجھے ایک عورت کے مکر نے مبتلاءِ مصائب کر دیا۔عورتوں کا مکر بڑا ہی زبردست مکر ہے۔''

جزائر انڈیمان کے متعلق لکھتے ہیں ؎

''مجھے وحشیوں میں بسا دیا گیا۔اس قید خانے میں دو قسم کے وحشیوں: ڈاکوؤں اور اجنبیوں کے سوا کوئی نظر نہیں آتا۔''

''یہاں کی آب و ہوا ناموافق اور وبائی ہے۔نہ تو اس کے کھانے میں شکم سیری ہے، نہ پانی میں سیرابی۔''

مولانا نے وہاں کے انگریز حاکموں کی جو تصویر کھینچی ہے، اس سے ان کی حق گوئی وبیباکی کا اندازہ ہوتا ہے:

''بہت سے سفید، رنگ شراب خور مونچھوں والے دشمن مجھ پر بیداد کرتے ہیں۔وہ سیاہ جگر، سیاہ رو، نرم جلد اور سخت قلب واقع ہوئے ہیں۔وہ بدبخت و بے شرم ہیں، انہیں نہ ننگ و عار ہے نہ غیرت و حلم۔سارے عیوب ان میں موجود ہیں، مردوں میں سرکشی اور عورتوں میں حرام کاری پائی جاتی ہے۔''

اسی طرح وہاں کے دیگر حالات بیان کرتے ہوئے وہ نعت کی طرف گریز کرتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی مدح و توصیف میں عشق و محبت، سوز و گداز اور علم و معرفت کے موتی بکھیرتے چلے جاتے ہیں اور جب وہ نعت کی ارتقائی منازل طے کر رہے ہوتے ہیں تو پکار اُٹھتے ہیں ؎

''اے رحمتِ عالم! اس شخص پر رحم کیجئے ☆جس کے لئے زمانے میں کہیں رحم نہیں۔''

''میں آپ پر قربان، اس قیدی پر احسان فرمائیے کیونکہ زمین اور اس کے وسیع و عریض اطراف واکناف اس کے لئے تنگ ہو چکے ہیں۔''

☆جن اشعار میں غلط عقائد مثلاً نبی کریم سے استمداد وغیرہ موجود ہیں، ان کے نیچے یا پہلو میں ایک لائن لگا دی گئی ہے تاکہ قارئین متوجہ رہیں۔ ادارہ

www.KitaboSunnat.com

''اے شا کی اونٹ کے فریاد رَس! مجھ پر بھی ویسی ہی مہربانی فرمایئے، مجھے بھی بیماری اور مہجوری کی شکایت ہے۔''

''مصائب کی رسی زمانہ دراز سے دراز تر ہے، اسے دور فرمایئے تاکہ اس اذیت سے نجات ملے''

''سخاوت وعطا کے سوا، اب رحیم و مصطفیٰ کے سامنے مجھے کوئی امید نہیں۔''

''مجھے نفع پہنچایئے اور خدا کی بارگاہ میں سفارش فرمایئے، میری مصیبتوں پر رحم فرمایئے کیونکہ آپ مستجاب الدعوات ہیں۔''

اس کے ساتھ ہی وہ بارگاہِ ربّ العزت میں بھی استغاثہ کرتے ہیں ؎

''خدایا! میری امیدوں کو ثابت کر دکھا اور دشمنوں سے مجھے نجات دلانے میں تاخیر نہ فرما۔''

مولانا کا دوسرا قصیدہ بھی اسی نہج پر ہے جس میں اپنے مصائب و آلام اور حکام کے جبر وجور کا تذکرہ ہے۔ جزائر انڈیمان کی ناموافق آب و ہوا کی شکایت ہے اور پھر بارگاہِ ربّ العزت کی طرف رجوع کرتے ہوئے کہتے ہیں ؎

''میں نے خدا کے سوا سب سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور اس کے سوا کسی دوسرے سے بخشش وامداد کی امید نہیں ہے۔

اسی بادشاہ عادل کی رحمت کا ہی امیدوار ہوں جس کا ذکر میرا حرزِ جاں اور میرا درد ہے۔ وہ ہمیشہ زندہ رہنے والا، حیا رکھنے والا، اور پکارنے والوں کے ساتھ مہربانی سے پیش آنے والا ہے۔ ہلاکت زدہ اور مظلوم ومضطر کی دعا رد نہیں کرتا۔''

اور پھر ہادیٔ مکرم ﷺ کی نعت کی طرف قلم کی باگ یوں موڑ دیتے ہیں ؎

''اے پروردگار! اس عاجز وخستہ کو ستودہ صفات احمد وحماد (ﷺ) کے طفیل کافر دشمنوں کے چنگل سے نجات دلا۔''

''تو نے انہیں تمام مخلوق کی طرف رہبری و ہدایت اور عطاء واعانت کے لئے رحمت عالم بنا کر بھیجا ہے۔''

اس طرح وہ حضور ﷺ کی ایک طویل نعت کے بعد وہی گزارش کرتے ہیں جیسے پہلے قصیدے میں کی گئی تھی ؎

www.KitaboSunnat.com

"میں آپ پر قربان! مجھ پر رحم فرمایئے اور مجھے بخشش سے نوازیئے، اپنی عطا سے میری مشقتوں اور غموں کی تلافی کیجئے۔ اے جود وسخا کے مالک! مجھ پر کرم کرتے ہوئے خدا سے میری سفارش کیجئے کہ مجھے جلاوطنی اور قید تنہائی کی مصیبت اور آزمائش سے نجات دے۔"

اُردو میں شہر آشوب

اُردو شاعری نے فارسی شاعری کی آغوش میں آنکھ کھولی اور شاعری کے اُصول وضوابط کے ساتھ فکرو خیال بھی اسی سے متاثر ہوئے۔ البتہ اس میں مقامی رنگ نے تھوڑی بہت انفرادیت پیدا کی اور ہندوستانی مسلمان یہاں کے ہندو مذہب سے بھی خاصے متاثر ہوئے یہاں تک کہ ان کے عقائد وافکار میں ہندوانہ رنگ وآہنگ نے جگہ پائی۔ دیوی دیوتاؤں کی اس سرزمین پر مسلمانوں نے بھی ہندوؤں کی دیکھا دیکھی اپنے اکابر اور پیروں کو مافوق الفطرت ہستیاں ثابت کرنے میں بے سروپا حکایات و روایات کا سہارا لیا اور انہی کی طرح اپنے اولیا اور بزرگوں کو اپنا حاجت روا اور مشکل کشا بنا کر پیش کیا۔ اس طرح بزرگوں سے برتر ہستی رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی تو اور بھی زیادہ حاجت روائی کا منبع تصور کی گئی۔ لہٰذا نعت گوؤں نے رسول اللہ ﷺ کی نعت منقبت اسی طرح کہنی شروع کردی جیسے ہندو کرشن جی کے بھجن کہتے تھے۔ البتہ ان کے ہاں نعتیہ شہر آشوب کہیں دکھائی نہیں دیتا محض آشوبِ ذات کی ذیل میں آنے والی نعتیں ملتی ہیں۔

اُردو شاعری ہندوستان میں اسلامی سلطنتوں کے زوال آمادہ دور میں پروان چڑھی ہے۔ جب مغلوں کا آفتاب غروب کی طرف بڑھ رہا تھا۔ انگریز اور مرہٹے اپنی طالع آزمائی کے لئے ہرطرف فساد برپا کئے ہوئے تھے اور ریاستیں زیر و زبر ہورہی تھیں، اس لئے اردو شاعری میں قنوطیت کا عنصر آغاز ہی سے کارفرما نظر آتا ہے۔ قدما میں میرؔ و دردؔ کی غزلیں اور سوداؔ کے شہر آشوب اس پر دلالت کرتے ہیں۔

❶ میرؔ اپنی غزل میں ہی اس آشوب پر نالاں ہے اور اس لوٹ کھسوٹ میں اس کو اپنے افلاس وفقر کے بھی لٹ جانے کا اندیشہ ہے۔

www.KitaboSunnat.com

چور اُچکے سکھ مرہٹے میر و گدا سب خواہاں ہیں
چین میں ہیں جو کچھ نہیں رکھتے، فقر بھی اک دولت ہے یہاں

سودا کے شہر آشوب معاشرتی بدحالی کا نوحہ ہیں، مگر وہ نعتیہ نہیں ہیں۔

2 اسی طرح مرہٹوں اور روہیلوں کی لوٹ کھسوٹ اور قتل و غارت پر شاہ عالم ثانی اپنی بربادی پر یوں نوحہ کناں ہے ؎

صرصر حادثہ برخاست پئے خواری ما — داد برباد سرو برگ جہانداری ما
آفتاب فلک رفعت شاہی بودیم — بردر شام زوال آہ سیہ کاری ما
چشم ما کندہ شد از جورِ فلک بہتر شد — تا نہ بینم کہ کند غیر جہانداری ما

3 یہ قصیدہ اس کے ذاتی اور سلطنت کے غم واندوہ کی تصویر ہے مگر اس کو بھی نعتیہ شہر آشوب میں شمار نہیں کیا جاسکتا۔ ۱۸۵۷ء کے انقلاب نے دہلی اور اس کے گردونواح بلکہ ہندوستان کے وسیع علاقے کو متاثر کیا جس پر بہت سے شعرا نے شہر آشوب لکھے مگر ان میں بھی کوئی نعتیہ شہر آشوب نظر نہیں آتا۔ غالبًا اس قسم کا انداز پہلی بار حالؔی کے ہاں نظر آتا ہے جس میں وہ اُمت کی بدحالی پر رسول اللہ ﷺ کے حضور دست بدعا ہوتے ہیں ؎

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقت دعا ہے
اُمت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے
جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے

اس میں وہ مسلمانانِ ہند کی زبوں حالی کا رونا روتے ہیں۔ ایک ایک خرابی کا ذکر کرتے ہیں۔ ملت کی اخلاقی کمزوریوں اور معاشی اور معاشرتی پستی کی نشاندہی کرتے ہیں ؎

چھوٹوں میں اِطاعت ہے نہ شفقت ہے بڑوں میں
پیاروں میں محبت ہے نہ یاروں میں وفا ہے
دولت ہے نہ عزت نہ فضیلت نہ ہنر ہے
اک دین ہے باقی سو وہ بے برگ ونوا ہے

www.KitaboSunnat.com

اور پھر آخر میں یہ گزارش کرتے ہیں ؎

فریاد ہے اے کشتی اُمت کے نگہباں
بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے
تدبیر سنبھلنے کی ہمارے نہیں کوئی
ہاں ایک دعا تیری کہ مقبول خدا ہے

حالی یہ جانتے ہیں کہ بگڑی کو سنوارنے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے، اس لئے وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے عرض کرتے ہیں کہ آپؐ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کیونکہ آپؐ کی دعا مقبولِ خدا ہے۔

4 اسی طرح آگے چل کر ایک عظیم نعت گو مولانا ظفر علی خان روایتی نعت میں تنوع پیدا کرتے ہیں اور نہایت بلند پایہ نعت کے نمونے سامنے لاتے ہیں۔ ان کے ہاں بھی مولانا حالی کی طرح نعتیہ شہر آشوب ملتے ہیں مگر ان میں بھی وہی عقیدہ کارفرما ہے یعنی وہ بھی آنحضور ﷺ سے تخاطب تو کرتے ہیں مگر دعا ہی کے لئے عرض کرتے ہیں ؎

اے خاور حجاز کے رخشندہ آفتاب — صبح ازل ہے تیری تجلی سے فیض یاب
خیر البشر ہے تو تو ہے خیر الامم وہ قوم — جن کو ہے تیری ذاتِ گرامی سے انتساب
مغرب کی دستبرد سے مشرق ہوا تباہ — ایماں کا خانہ، کفر کے ہاتھوں ہوا خراب
صدہا ترے غلام نصاریٰ کی قید میں — دن زندگی کے کاٹ رہے ہیں بصد عذاب
اے قبلہ دو عالم والے کعبہ دو کون — تیری دعا ہے حضرت باری میں مستجاب
یثرب کے سبز پردے سے باہر نکال کر — دونوں دعا کے ہاتھ بصد کرب و اضطراب
حق سے یہ عرض کر کہ تیرے ناسزا غلام — عقبیٰ میں سرخرو ہوں تو دنیا میں کامیاب

وہ اپنے اس انداز میں اُمت کے حال تباہ کی داستان آنحضور ﷺ کے گوش گزار کرتے ہیں۔

گرتے ہوؤں کو تھام لیا جس کے ہاتھ نے
اے تاجدارِ یثرب و بطحا تمہی تو ہو

www.KitaboSunnat.com

بپتا سنائیں جا کے تمہارے سوا کسے
ہم بیکسانِ ہند کا ملجا تمہی تو ہو

مولانا حالی اور مولانا ظفر علی خان آنحضورﷺ سے تخاطب تو کرتے ہیں مگر ان سے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرنے کی ہی استدعا کرتے ہیں، براہِ راست استمداد نہیں کرتے۔

مولانا ظفر علی خان کی ایک اور نظم 'عرضداشت اُمت بحضورِ سرورِ کون و مکان' ہے۔ جس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے ؎

اے نشانِ حجت حق مظہر شانِ جلیل
تو نے کی تکمیل آئین مسیحاؑ و خلیلؑ

یہ ایک نعت ہے جس میں حضورﷺ کی تعلیمات کے سبب ملتِ اسلامیہ کے عروج کا ذکر ہے اور آگے چل کر وہ لکھتے ہیں کہ ؎

ہم ترے احکام پر جب تک عمل کرتے رہے
ہم کو ڈھونڈے سے نہ ملتا تھا کوئی اپنا مثیل
پرچم اسلام اِک عالم پہ لہراتا رہا
مشوروں میں ہم رہے اقوامِ عالم کے دخیل

لیکن جب ہم نے آپ کی تعلیمات سے اغماض برتا تو پستی اور ذلت ہمارا مقدر بن گئی۔ ہم پر دور آسماں یونہی یورش کررہا ہے جیسے کعبے پر اصحابِ فیل چڑھ آئے تھے لیکن ہم آخر آپ کی امت ہونے کے ناطے سے دوسروں کے دست نگر کیوں ہوں ؎

ہم ابابیلوں سے لیکن کس لئے مانگیں مدد — جب کہ تو خود ہے ہماری فتح و نصرت کی دلیل
تکیہ جس طاقت پہ ہم کو ہے وہ ہے تیری دعا — جو کہ ہے مقبول درگاہِ خداوند جلیل
اے شفیع المذنبین! ...... اے رحمۃ للعالمینؐ! — أنت کھفی أنت هادي أنت لی نعم الدلیل

ایک اور نظم کا عنوان ہے ''اسلامیانِ ہند کی فریاد؛ بارگاہِ سرورِ کائنات میں'' جس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے ؎

www.KitaboSunnat.com

اے کہ تری نمود ہے غازہ روئے کائنات
جلوہ فشاں ہیں ہر طرف تیری ہی سب تجلیات

اس میں بھی وہ حسبِ سابق حضور کی عظمت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ کے نور نے شبِ حیات کی تیرگی دور کردی۔ بت گروں نے خدا پرستی سیکھی، مگر اب ہم میں پھر وہی دور جہالت جاری ہوگیا ہے اور ہم شرعِ مبیں سے دور ہوگئے ہیں ؎

مرکزِ ثقل سے ستون شرعِ مبیں کا ہٹ گیا — خطرہ میں آکے پڑ گیا دین قویم کا ثبات
ایک طرف ہیں ذات کی زہر بھری عداوتیں — ایک طرف ہیں نسل کے قہر بھرے تعصّبات
حکمت وعلم کا مطب دینے لگا مریض کو — بے خبری و جہل کے بوقلموں مرکبات
عالم دیں فروش نے صوفی مکر کوش نے — دام ریا بچھا دیا اوڑھ لی دلق سیئات
سب سے زیادہ مستحق تیری توجہات کے — ہم ہیں کہ ہم پر آپڑیں سارے جہاں کی مشکلات
تیری نگاہِ مہرباں ہم کو ذریعہ فلاح — تیری دعاے مستجاب ہم کو وسیلہ نجات
دور فتادہ ہی سہی تیرے مگر غلام ہیں — ہم سے بھرا ہوا ہے کیوں گوشۂ چشم التفات

5 جناب جوش ملیح آبادی کا بھی ایک نعتیہ شہرآشوب ہے، جس کے چند اشعار ہیں ؎

تیرے گدائے بے نوا تیرے حضور آئے ہیں — چہروں پہ رنگ خستگی سینوں میں درد بے پری
آج ہوائے دہر سے ان کے سروں پہ خاک ہے — رکھی تھی جن کے فرق پر تو نے کلاہِ سروری
تیرے فقیر اور دیں کوچہ کفر میں صدا — تیرے غلام اور کریں اہل جفا کی چاکری
طرفِ کلہ میں جن کے تھے لعل و گہر ٹکے ہوئے — حیف اب ان سروں میں ہے دردِ شکستہ خاطری
جتنی بلندیاں تھیں سب ہم سے فلک نے چھین لیں — اب نہ وہ تیغ غزنوی، اب نہ وہ تاجِ اکبری
اُٹھ کہ تیرے دیار میں پرچم کفر کھل گیا — دیر نہ کر کہ پڑ گئی صحن حرم میں ابتری
خیز و دل شکستہ را دولت سوز و ساز دہ — مسلم خستہ حال را رخصت ترکتاز دہ

6 ایک شہرآشوب بصورتِ استغاثہ جناب سیماب اکبرآبادی کا ہے۔ یہ ایک مسدس ہے جو اقبالؒ کے 'شکوہ و جوابِ شکوہ' ہی کی طرح ہے۔ اس میں سلطنتِ ترکی کے زوال پر نوحہ و ماتم کیا گیا ہے اور عالم اسلام کی مجموعی پست حالی پر اشک باری کی گئی ہے ؎

www.KitaboSunnat.com

آپ کے جاتے ہی دنیا پہ مصیبت آئی ایک آفت جو گئی دوسری آفت آئی
آہ بربادئ اسلام کی نوبت آئی جس کی اُمید نہ تھی ہم کو وہ ساعت آئی
قصر ملت کے در و بام پہ بجلی ٹوٹی
چمن تازہ اسلام پہ بجلی ٹوٹی
ہائے رخصت جو ہوا جاہ و جلال اسلام رہ گیا بے ثمر و برگ نہال اسلام
جو مسلمان ہیں ان کو ہے ملال اسلام کسے معلوم ہے کیا ہوگا مآل اسلام
کیا ہے منظور تمہیں یا شہؐ دیں کیا معلوم
خامشی کی ہے یہ حالت تو نتیجہ معلوم
وہ ہی ٹرکی جو کبھی روم بھی کہلاتا تھا نام سے جن کے، دل اغیار کا تھراتا تھا
مدتوں سے جسے بیمار کہا جاتا تھا اشک بھر آتے تھے جب ذکر کبھی آتا تھا
آہ اب ماتم رخصت اسی بیمار کا ہے
حال صدمے سے برا قوم دل افگار کا ہے
میں نے فریاد میں رو رو کے گزارش کی تھی کہ بری طرح برائی پہ ہے مائل اٹلی
داد فریاد کی لیکن مجھے اب تک نہ ملی داد تو داد توجہ بھی نہ سرکار نے کی
جاں بلب آمد و امید قرار آخر شد
وقت بگذشت و مریض آخر کار آخر شد

7 دورِ حاضر کے سربرآوردہ ہمہ جہت شاعر عبدالعزیز خالد نے نعت گوئی میں ایک خاص آہنگ پیدا کیا ہے۔ انہوں نے نعت کے کینوس کو اتنی وسعت دی کہ فارقلیط، منحمنا اور عبدہ جیسی ایک ایک نعت کی مستقل کتابیں لکھی ہیں جو نعتیہ شاعری میں واحد مثال ہے۔ ان کے علاوہ نعتیہ مجموعے حمطایا، ماذ ماذ اور طاب طاب پیش کئے ہیں جن میں خوبصورت اور خیال انگیز نعتیں ہیں۔ جہاں تک نعتیہ شہر آشوب کا تعلق ہے، خالد کے ہاں بھی اس کی کثیر اور مؤثر مثالیں پائی جاتی ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

منحمنا ان کی ایک مسلسل نعت کا مجموعہ ہے جو کم و بیش ساڑھے پانچ سو اشعار پر مشتمل ہے۔اس میں نعت گوئی کا ایک بحر بے کراں موجزن ہے ؎

محمدؐ انجمن کن فکاں کا صدر نشیں
محمدؐ افسر آفاق و سرورِ عالم
وہ عبدہ وہ رسولہ وہ اسمہ احمد
کتاب و حکم و نبوت کا خاتم و خاتم

آگے چل کر وہ مدیح سرورِ کون و مکان کے عجیب و غریب نکات بیان کرتے ہوئے فتوحاتِ محمدی کے ذکر کے ساتھ دنیا کی حالت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچتے ہیں ؎

فتور و مفسدہ برپا ہے ربع مسکوں میں ۔۔۔ مچا ہے کارگہ شیشہ گر میں اِک اودھم
شرابِ ناب سے ارزاں ہے خونِ انسانی ۔۔۔ لہو ترنگ سے سرخوش ہے مادرِ قشعم
نہ اہل مدرسہ میں استقامت حنبلؒ ۔۔۔ نہ اہل میکدہ میں ہمت ابو الہیثم

حمطایا مختلف نعتوں کا مجموعہ ہے اور اس کی بیشتر نعتوں میں شہر آشوب کے مضامین ملتے ہیں ؎

عزیز خاطر آشفتہ حالاں کون دنیا میں ۔۔۔ ترے دیوانے پکڑیں کس کا داماں یارسول اللہؐ
بھرے گا زخم ذلت کب تری درماندہ اُمت کا ۔۔۔ ڈھلے گی کب سحر میں شامِ حرماں یارسول اللہؐ
ہوا ہے تنگ اس پر ہر طرف سے عرصۂ ہستی ۔۔۔ سیہ بختی نے پکڑا ہے گریباں یارسول اللہؐ!

ایک اور نعت میں اُمتِ مرحومہ کی زبوں حالی اس طرح بیان کرتے ہیں ؎

یہ اُمت مرحومہ کہ ہے بارِ زمیں ۔۔۔ کاش اس سے جہنم کہے بدا بدا
کیوں اندلس و ہند ہیں خونناب فشاں ۔۔۔ ماتم کریں صیون کی راہیں کس کا
لے ڈوبی انہیں ہوس زر و منصب کی ۔۔۔ ہر شے ہے مسلمانوں میں ایماں کے سوا
ہے مردِ مسلماں کی ہلاکت کا سبب ۔۔۔ آسائش و زینت حیاتِ دنیا

خالد کی اکثر نعتوں میں ملت کی ابتری، مسلمانوں کی بے عملی بلکہ بدعملی، فکر و کردار کی بے

www.KitaboSunnat.com

راہ روی اور معاشی اور معاشرتی زبوں حالی پر حزن و ملال کی جھلکیاں پائی جاتی ہیں۔ حمطایا کی ایک اور نعت میں وہ اس طرح نوحہ گر ہیں ؎

اعشٰی پکارے تجھ کو اے ناموسِ ربّ
یا سید الناس و دیان العرب
اے شارعِ منہاج ناموس و شرف
اے شارحِ متن مقاماتِ ادب

اس نعت میں وہ رسول اللہ ﷺ کی نعت اپنے مخصوص انداز میں کہتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں اور اُمت کے حالِ زار پر نوحہ گر ہوتے ہیں ؎

مفقود ہے آزادئ فکر و نظر — اے وائے بہ انجامِ ارث جد و اب
اسلام جو تسلیم جاں کا دین ہے — آلہ ہو استحصال کا یا للعجب
معنیٰ خلافت کے ہوئے ذہنوں سے محو — بھولے مسلمان تیری بعثت کا سبب
وہ ملت بیضا کہ ہے خیر الامم — قاروں بنی یکدم جو بے رنج و تعب
تاریخ کے اوراق خوں آلود ہیں — قیمت کوئی انسان کی جب تھی نہ اب
ہم مہدی موعود کے ہیں منتظر — طالع ہوجانے ساعت دیدار کب
گردوں سے ہوگا کب مسیحا کا نزول — دجال کے غلبے کے ہیں آثار سب
پھر ہو کسی فاروقِ اعظم کا ظہور — دیتا ہے لو پھر سے شرارِ بولہب
میں نوحہ خواں ہوں اُمت مرحومہ کا — میری المنا کی نہیں ہے بے سبب

'ماذ ماذ' کی ایک طویل نعت کا آغاز اس طرح ہوتا ہے ؎

باعث بہجت دنیا رخِ زیبا تیرا
کسی ماں نے نہ جنا تجھ سے حسین تر بیٹا
تجھ سا پایا نہ کوئی انجمن آرا ہم نے
تجھ سا دیکھا نہ کوئی چشم فلک نے تنہا

www.KitaboSunnat.com

اس نعت میں وہ مقاماتِ محمدیؐ کی پہنائیوں اور رفعتوں کا ذکر کرتے کرتے سوالِ حیرت بن جاتے ہیں اور اُمت کی فکری اُلجھنوں اور عملی بے راہ رویوں پر سراپا استفہام کا پیکر بن کر پکار اُٹھتے ہیں ؎

خیر و شر کا وہی عالم وہی بحرانِ یقین — ارتقا ایک فسوں ایک سراب ایک خلا
وہی اوہام پرستی وہی عذر مستی — وہی بیماری شک ہے وہی ہنگامہ لا
بس کہ دشوار ہے پہچان کھرے کھوٹے کی — دم نہ لینے دے اسے کشمکش بیم و رجا
کیسے تعمیر کریں عالم اسلام جدید — نت نیا فتنہ ہے شش طاق کہن میں برپا
کیا یہ ممکن ہے کہ اس گردش ایام کے بعد — زندہ ہو از سر نو عہد قرونِ اولیٰ

ان کے ذہن رسا میں سوالات موج در موج اُبھرتے چلے آتے ہیں۔ کیا قرآن وحدیث عہد و ماحول کے محکوم ہیں کیا قرآن فرد سے مخاطب ہے یا جماعت سے؟ کیا دین و دنیا کے مفادات جدا جدا ہیں؟ کیا سفرشوق میں جبر وتشدد جائز ہے؟ اب افلاک سے نالوں کا جواب کیوں نہیں آتا؟ کیا آسمان کے دروازے بند ہوگئے......؟

ان سوالوں میں گھری رہتی ہے اُمت تیری — کیسے بدلے ہوئے حالات سے ہوعہدہ برآ
متصل بحث و جدل میں اسے رکھیں مصروف — ہوسِ لذت امروز و خیالِ فردا
عہد پارینہ کا سرمایۂ فکر و تاویل — عہد حاضر کی نظر میں ہے خذنگ جستہ
کون تشکیک کی دلدل سے نکالے اس کو — کون جنگل میں دکھائے اسے سیدھا رستہ
مانگے خیراتِ نظر چشم زمانہ تجھ سے — سامنے قعر ہلاکت ہے پکڑ ہاتھ اس کا
کون دارین میں ہے تجھ سے اعز و اقرب — کون کونین میں ہے تجھ سے اَجل و اعلیٰ

'طاب طاب' میں گو اکثر نعتوں میں شہر آشوب کی ذیل میں آنے والے اشعار ملتے ہیں مگر ایک نظم پر خصوصی طور پر خالد صاحب نے خود یہ نوٹ دیا ہے ''نعت کے پردے میں یہ نظم ایک 'شہر آشوب' ہے۔'' ......اس نظم کا آغاز اس طرح ہوتا ہے ؎

اے امین و ایمن و مامون و ایمان و اماں
اے کہ تواز روئے قولِ فصل: مہر مرسلاں!

www.KitaboSunnat.com

امن بھی آمین بھی مؤمن بھی کہتے ہیں تجھے
نو بہ نو تازہ بہ تازہ ہے تو ہر دم ہر زماں

پہلے شعر میں جو 'مہر مرسلاں' کہا گیا ہے، وہ از روئے قولِ فصل ہے۔ اس سے یہ تصور نہیں کیا جانا چاہئے کہ خدانخواستہ رسول اللہﷺ مہر مرسلاں (خاتم النّبیین) اس طرح ہیں جیسے گمراہ قادیانی ملت نے عقیدہ بنا لیا ہے۔ یہاں انبیاءِ سابق پر آپؐ کی فضیلت کا اظہار کیا گیا ہے۔ اس نعتیہ شہر آشوب میں وہ حضورﷺ سے مخاطب ہوکر عرض کرتے ہیں کہ تو صادق و مصدوق ہے اور میری تصدیق کی اس میں کوئی حیثیت نہیں، مگر میں ترا صدیق وصادق ہوں اور تیرے ساتھ میری اس نسبت کو اللہ نے پسند فرما کر مجھے توفیق اظہارِ بیان عنایت کی ہے۔

اس کے بعد شہر آشوب کا اس طرح آغاز ہوتا ہے:

شعر کے قالب میں ڈھلنے کے لئے بیتاب ہے
میرے سینے میں جو مخفی ہے وہ سوزِ بیکراں
کونسی شے دستبردِ وقت سے محفوظ ہے
ہر کہ ومہ ہے الم نشرح، عیاں راچہ بیاں

خالد کے ہاں ملتِ اسلامیہ پر خارجی حملہ و یلغار سے زیادہ ملت کے داخلی انتشار کی اہمیت ہے۔ اور یہ حقیقت بھی ہے کہ اگر اُمت واقعی رسول اللہﷺ کی تعلیمات پر پوری طرح کاربند رہتی تو اس کی عظمت وشوکت کو کبھی زوال نہ آتا اور کسی بیرونی طاقت کو اس پر غلبہ حاصل نہ ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ خالد کا قلم اُمت کی بے اعتدالیوں اور بے عملیوں پر نوحہ گری کرتا ہے ؎

تجھ کو خود معلوم ہے احوال سارا کیا کہوں
تیری اُمت میں امانت کا مٹا نام و نشاں
دور دورہ اس میں ہے حرص وفریب وفند کا
ضعف ایمانی سے ڈھیلی پڑ گئی اس کی کماں
دل کی نامختون تھی اولاد اسرائیل کی
غالبًا اب بھی ہے لیکن ملت اسلامیاں
اب نہیں خصلت کوئی اس میں دیانت نام کی
رزقِ طیب کے تصور ہی سے ہو یہ سرگراں
بغض انصاف و دیانت سے ہے اس کو للّہی
ان کے ذکر خیر میں رہتی ہے گو رطب اللساں

www.KitaboSunnat.com

وہ ملت کی ایک ایک خامی پر دل گرفتہ ہیں اور پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ اس ملت کو عدل سے رغبت نہیں رہی۔ أوفوا بالعقود (وعدے پورے کرو) کو انہوں نے کالعدم قرار دے دیا۔ ہر طرف فکری انتشار برپا ہے۔ عقل وعلم و دانش سے انہیں نفرت ہے۔ خدا کے بندے زر و مال کے بندے بن گئے ہیں۔ احترامِ آدمیت ان کے ہاں سے اُٹھ گیا ہے۔ یہ امت ملوکیت کی حامی اور وکیل بن کر رہ گئی ہے۔ اہل نظر اور اہل فکر و دانش کو یہ دشمن سمجھتی ہے۔ ایک عرصے سے یہ اہل علم کا کشت وخون روا سمجھتی آرہی ہے۔ واعظ کی خطابت نے اس اُمت کو بے عمل بنا دیا ہے۔ اہل منبر جہالت کے پتلے ہیں اور ابوجہلانِ وقت کتاب وسنت کے شارح بنے بیٹھے ہیں۔ یہ کتابوں کے دشمن ہیں مگر اُمّ الکتاب کے وارث بنے ہوئے ہیں۔

عصر حاضر کے تقاضوں کا کہاں ان کو شعور — کیا خبر ان کو ہے کیا شے حکمت ایمانیاں
کیا کریں گے یہ غلیظ القلب تالیف قلوب — انکے منہ میں جانے رکھ دی کس نے گز بھر کی زباں
ملت بیضا ولایاتِ فقیہاں میں بٹی — اب ہیں سر خلق خدا کے اور تیغ بے اماں
ہے توقع ان سے رحم وعفو و احسان کی عبث — فرقہ زہاد ہے ہم مشرب چنگیزیاں

ان کی بربریت قرونِ مظلمہ کے قصے نہیں عصر رواں اس کا چشم دید گواہ ہے۔ تفکر و تدبر ان سے کوسوں دور ہے ؎

ہے ترا ارشاد مؤمن کی فراست سے ڈرو
ذکر جس مؤمن کا ہے جانے وہ مؤمن ہے کہاں

اور پھر آخر میں اس طرح استدعا کرتے ہیں ؎

اک نگاہِ مجرمانہ ایک حرفِ مہرباں
اے قرارِ جان خالدؔ اے عزیز دو جہاں

8 خالد صاحب کے بعد جس عظیم نعت گو کا نام آتا ہے، وہ حفیظ تائب ہیں۔ تائب کی نعتیہ شاعری حرف و بیان کی محتاج نہیں۔ ان کی نعتوں میں شہر آشوب کے اشعار اکثر ملتے ہیں مگر بعض نعتیں انہوں نے خاص طور پر اس نہج پر لکھی ہیں۔

جناب حفیظ تائب ایک نعتیہ شہر آشوب میں مولانا حالی اور ظفر علی خاں کی طرح رسولِ اکرم ﷺ سے دعا کرنے کی درخواست کرتے ہیں کہ ہمارے مصائب دور ہوں ؎

محفل دہر کا پھر عجب رنگ ہے زندگی کا چلن سخت بے ڈھنگ ہے
امن کا لفظ پابند معنی نہیں سارے عالم پہ اُمڈی ہوئی جنگ ہے
سحرِ زر سے ہے پتھر ضمیر جہاں عرصۂ زیست نادار پر تنگ ہے
اتباعِ شریعت کے دعوے تو ہیں روح شیدائے تقلید افرنگ ہے

اور پھر عرض کرتے ہیں ؎

پھر اُٹھا ہاتھ بہر دعا یا نبیؐ شاد ہو جائے خلق خدا یا نبیؐ
پھر سرافراز ہو اُمت آخریں ختم ہو یورش ابتلا یا نبیؐ
یہ وطن جو بنا ہے ترے نام پر اس کے سر سے ٹلے ہر بلا یا نبیؐ

اسی طرح ایک اور نظم 'شبِ اسریٰ' میں بھی وہ رسول اللہ ﷺ کی معراج کی عظمت کے مقابلے میں اُمت کی پستی پر افسردہ ہوتے ہیں اور پکار اُٹھتے ہیں ؎

جس خاک سے آقا مرے پہنچے سر قوسین طے کرتے ہوئے عرصہ گہ عرش معلیٰ
دل کو مرے تڑپانے لگی پستی اُمت جوں جوں مجھے یاد آنے لگی رفعت مولیٰ
اس شاہ کی اُمت ہوئی محتاجِ زمانہ ہر نعمت کونین ہے جس شاہ کا صدقہ

اور پھر اللہ تعالیٰ سے یوں دعا گستر ہوتے ہیں ؎

یہ حال زبوں اُمت مرحوم کا یا ربّ
اب شاعر سرکار سے دیکھا نہیں جاتا
پھر ملت بیضا کو سرافرازِ جہاں کر
اب پھیر دے ماضی کی طرف چہرۂ فردا

۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ میں حفیظ تائب کا قلم یوں دعا گستر ہوا ؎

اے حبیبؐ خدا اے شہ انبیاء
اپنے شیداؤں کی لاج رکھ لیجئے!

www.KitaboSunnat.com

آج ہے پھر ہمیں سامنا کفر کا
نام لیواؤں کی لاج رکھ لیجئے!

اس نظم میں وہ وطن کی خوبیاں بیان کر کے جنگ کرنے والے مجاہدوں کی ماؤں، بہنوں اور بیویوں کی لاج رکھنے کی دعا کرتے ہیں اور آخر میں یہاں اسلام کا بول بالا ہونے کی دعا کرتے ہیں ؎

آرزو ہے کہ سکہ یہاں پر چلے — صرف اور صرف اللہ کے نام کا
بول بالا رہے خطہ پاک میں — تیرے پیغام کا دین اسلام کا
یہ تمنائیں جو قوم کے دل میں ہیں — ان تمناؤں کی لاج رکھ لیجئے

حفیظ تائب کی بیشتر نعتوں میں آشوبِ دہر اور آشوبِ ملت کے نوحے ہیں۔ان کے دل میں مسلمانوں اور اسلام کا درد ہے۔ان کی اکثر نعتیں اسی درد کی بازگشت ہیں ؎

پُر کرے گا کون روحوں کے خلا یا مصطفیٰ — تیری چشم لطف و رحمت کے سوا یا مصطفیٰ
کٹ کے ہم رستے سے تیرے جس قدر آگے بڑھے — جسم و جاں کا راستہ بڑھتا گیا یا مصطفیٰ
مال و منصب، مکر و فن ٹھہرے ہیں معیارِ شرف — مٹ رہا ہے جذبہ مہر و وفا یا مصطفیٰ
زیر دستوں پر مظالم حق پرستوں کا مذاق — کیا نہیں دیکھا بنامِ ارتقا یا مصطفیٰ
میں نے شہر آشوب لکھا ہے بہ اُمید کرم — اب تو شہر افروز دیکھوں مصطفیٰ یا مصطفیٰ

یہ 'شہر آشوب' کے مقابلے میں 'شہر افروز' دیکھنے کی تمنا حفیظ تائب ہی کے ہاں پہلی بار دیکھنے میں آئی ہے۔ غالباً (میرے علم کی حد تک) شہر آشوب میں یہ پہلی مثال ہے اور ہمارے شعروادب میں ایک اضافہ ہے۔ان کے شہر آشوب کے ٹکڑے جا بجا نظر آتے ہیں ؎

اسیر حادثات نو بہ نو ہے اُمت آخر — کہ اس پر یورشِ اعدا ہے پیہم سیدؐ عالم
مداوا سب دکھوں کا ہے دعا تیری شہ والا — نظر تیری سبھی زخموں کا مرہم سیدؐ عالم
دنیائے دل ہے زیر و زبر سیدؐ البشر — لیجئے گا کب ہماری خبر سیدؐ البشر
کب تک رہے گی ملت بیضا رہین یاس — اے چارہ ساز درد بشر سیدؐ البشر

www.KitaboSunnat.com

ایک اور نعتیہ شہر آشوب میں حفیظ تائب قوم کی بدحالیوں کا تذکرہ کرتے ہیں اور آنحضورؐ کے اکرام کے طلب گار ہوتے ہیں ؎

اے نوید مسیحا تری قوم کا حال عیسیٰ کی بھیڑوں سے ابتر ہوا
اس کے کمزور اور بے ہنر ہاتھ سے چھین لی چرخ نے برتری یا نبیؐ
روح ویران ہے آنکھ حیران ہے ایک بحران تھا ایک بحران ہے
گمشنوں شہروں قریوں پہ ہے پر فشاں ایک گھمبیر افسردگی یا نبیؐ
سچ مرے دور میں جرم ہے عیب ہے جھوٹ فن عظیم آج لاریب ہے
ایک اعزاز ہے جہل و بے رہروی ایک آزار ہے آگہی یا نبیؐ
زیست کے تپتے صحرا پہ شاہ عربؐ تیرے اکرام کا ابر برسے گا کب؟
کب ہری ہوگی شاخ تمنا مری کب مٹے گی مری تشنگی یا نبیؐ

ایسا ہی ایک اور استغاثہ آمیز شہر آشوب ہے جس میں افغانستان پر روسی یلغار اور مسلمانوں پر جبر وجور کا نوحہ ہے۔ نیز فلسطین پر صہیونی تسلط اور فلسطینی مجاہدین پر اسرائیلی ظلم و تشدد پر فریاد کی گئی ہے۔ یہ ایک نالہ غم ہے جس میں حفیظ تائب کی فغاں یوں ابھرتی ہے ؎

آمادہ شر پھر ہیں ستمگر مرے آقا — اُمت کی خبر لے مرے سرور مرے آقا
افغانیوں پر کوہِ الم ٹوٹ پڑا ہے — خوں ریز ہیں کہسار کے منظر مرے آقا
مسموم و شرر بار ہیں کابل کی فضائیں — مغموم ہیں سب سرو و صنوبر مرے آقا
ہے سطوتِ محمود مسلماں سے گلہ بند — غزنی کا ہر اک ذرّہ ہے مضطر مرے آقا
پھر بھیک ہمیں قوتِ حیدر کی عطا ہو — اک حشر بپا ہے پسِ خیبر مرے آقا

اس شہر آشوب میں وہ آگے فلسطین کے حال زار پر یوں اشک فشانی کرتے ہیں ؎

فریاد کناں ہیں در و دیوار فلسطین — ہیں نوحہ بلب مسجد و منبر مرے آقا
نبیوں کی زمیں منتظر حرفِ اذاں ہے — پہنچے کوئی اسلام کا لشکر مرے آقا
سازش سے یہود اور نصاریٰ کی جہاں میں — توحید کے فرزند ہیں بے گھر مرے آقا

www.KitaboSunnat.com

وہ اس کرب کا اظہار کرتے ہیں کہ دنیا میں تمام غیر مسلم اقوام اسلام کی دشمن ہیں اور (مقولہ) الکفر ملة واحدة کے مصداق وہ سب مسلمانوں کی تخریب و تذلیل کے لئے باہم متحد ہیں۔ مگر مسلمانوں کو صرف آپ کا سہارا ہے ؎

صہیونیت افرنگ کے بل پر ہے تنومند — مسلم ترے دم سے ہے تونگر مرے آقا
ہر دور پرُ آشوب میں اِک تیری دعا ہے — وہ جس سے بدلتا ہے مقدر مرے آقا
توفیق جہاد اُمت آخر کو بھی مل جائے — طاغوت صف آرا ہے جو کھل کر مرے آقا
پھر غلبہ اسلام ہو آفاق میں ہر سو — تائب کو یہ حسرت ہے برابر مرے آقا

حالی اور ظفر علی خاں کی طرح تائب کا بھی شہر آشوب کا نقطہ ارتقا حضورؐ سے دعا کرنے کی استدعا پر ہی منتج ہوتا ہے۔ یہاں یہ گذارش کردینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ قرونِ اولیٰ کی عربی نعتیہ شاعری میں حضورؐ سے دعا کرنے کی استدعا کرنا بھی ثابت نہیں ہوتا۔ یہ بھی عجمی شعرا کا ہی خاصہ ہے۔ اس سلسلے میں حضرت عمرؓ کا وہ واقعہ یاد آتا ہے جب وہ نمازِ استسقاء کے لئے حضورؐ کی وفات کے بعد آپؐ کے چچا حضرت عباسؓ کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بارش کی دعا کرنے کے لئے ساتھ لے جاتے ہیں۔ اگر وہ آنحضورؐ سے دعا کرنے کی التجا کرنے کا عقیدہ رکھتے تو ضرور ایسا کرتے مگر وہ حضورؐ کی تعلیم ہی کے باعث جانتے تھے کہ وفات کے بعد انبیا سے بھی کوئی التجا نہیں کی جاسکتی۔ آج نبی کریم سے استمداد کا نظریہ شرعی لحاظ سے درست نہیں۔

9 ہمارے ایک اور بزرگ شاعر جناب قمر میرٹھی مرحوم نہایت عمدہ نعت گو تھے۔ وہ بھی ایک مخمس نعتیہ شہر آشوب بعنوان 'بحضورِ رحمت ِتمام علیہ الصلوٰة والسلام' میں اپنا دردِ دل اور امت کی بدحالی کا نوحہ اس طرح کرتے ہیں ؎

آپ کے در پہ یہ فقیر لایا ہے شاہِ کائنات — آنکھوں میں اشک غم کی رو دل میں ہجومِ واردات
عرصہ گزر گیا حضور تنگ ہے عرصۂ حیات — آپ کے لطف کے سوا کوئی نہیں رہِ نجات
میرے حضور التفات میرے حضور التفات

www.KitaboSunnat.com

سو گئی روح غزنوی جاگ اٹھا ہے سومنات　　اہل حرم پہ خندہ زن آج ہیں لات اور منات
آپ ظہورِ حسن ذات آپ مظاہر صفات　　ایک نگاہ التفات ایک نگاہ التفات
میرے حضور التفات میرے حضور التفات

حال بیاں ہو کیا حضور اُمت خستہ حال کا　　اب نہ خوشی کی ہے خوشی اب نہ الم ملال کا
دل سے نکل گیا خیال اوج کا اور زوال کا　　مسخ توہمات نے کردیے سب تصورات
میرے حضور التفات میرے حضور التفات

نو بندوں کی یہ نظم اُمت مسلمہ کے حال تباہ کا نوحہ ہے جس میں ہر بند کے ٹیپ کے مصرعے میں رسول اللہ ﷺ سے التفات کی استدعا کی گئی ہے۔ آخری بند میں اعترافِ گناہ اور امیدِ عفو و رحمت کے ساتھ نگاہِ التفات کی طلب کی گئی ہے۔

قلب صمیم سے ہوں میں معترف گنہ حضورؐ　　فردِ عمل میں ہیں مری صرف قصور ہی قصور
اس کے بوصف امید عفو رکھتا ہے یہ قمر ضرور　　طالب التفات پر ایک نگاہِ التفات
میرے حضور التفات میرے حضور التفات

اسی طرح ایک اور نظم بعنوان 'صدقہ معراج کا' مخمس کی صورت میں لکھی گئی ہے جس میں وہ پاکستان کے دو نیم ہونے کے حادثے پر نالہ زن ہیں جو پاک بھارت جنگ ۱۹۷۱ء میں رونما ہوا ۔

دو برس پہلے گزرا تھا جو حادثہ　　اک ورق روح فرسا ہے تاریخ کا
بھائی سے بھائی ایسا ہوا ہے جدا　　اب خدا ہی ملائے تو ہوں ایک جا
یا حبیبؐ خدا یا حبیبؐ خدا

ہند میں قید ہیں اب تک اپنے جواں　　جھیلتے ہیں جو ہر طرح کی سختیاں
آہ سویا ہے کیسا ضمیر جہاں　　ہے زباں اور کوئی نہیں بولتا
یا حبیبؐ خدا یا حبیبؐ خدا

آپ کی ملت اے رحمت کل اُمم　　ہر طرح ہے خراب ستم صید غم

www.KitaboSunnat.com

آپ ہی ہیں مداوائے درد و الم ۔۔۔ دہر میں آپ کا در ہے باب الشفا
یا حبیبؐ خدا یا حبیبؐ خدا

قمرؔ بھی آخری بند میں حضورؐ کی بارگاہ میں اُمت کے حق میں دعا کرنے کی ہی درخواست کرتے ہیں اور اسلام کی عظمت رفتہ کے لوٹ آنے کے آرزومند ہیں ؎

پھر ہو صبح سکوں کا طلوع آفتاب ۔۔۔ عظمت رفتہ پھر لوٹ آئے شتاب
پھر مسلماں ہوں دنیا میں سطوتِ مآب ۔۔۔ کیجئے اپنی اُمت کے حق میں دعا
یا حبیبؐ خدا یا حبیبؐ خدا

دورِ حاضر کے بیشتر نعت گو شعرا نعت میں آشوبِ ذات کے ساتھ ساتھ آشوبِ ملت کو بھی اپنا موضوعِ سخن بنا رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ حالات کی بوقلمونی حساس دل شاعر کو متاثر کئے بغیر نہیں رہتی اور شاعر اپنے جذبات کو شعری جامہ پہنانے پر مجبور ہوجاتا ہے۔ پاکستان کی گذشتہ دو جنگیں، افغانستان پر روسی تسلط، فلسطین اور عالم اسلام کے دیگر ممالک میں مسلمانوں کی ابتری کسی نہ کسی صورت میں ہمارے شاعر کے نوکِ قلم پر آتی رہتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ نعت میں بھی شہر آشوب کے مضامین اکثر نعت گوؤں کے ہاں پائے جاتے ہیں۔ خواہ وہ باقاعدہ نعتیہ شہر آشوب کی صورت میں ہوں خواہ نعتیہ مضامین کے ساتھ تذکرہ، اس قسم کے کچھ اشعار داخل ہوں۔ یہ ایک ایسا موضوع ہے جس سے ایک مسلمان شاعر مستثنیٰ نہیں ہوسکتا۔ یہ الگ بات ہے کہ اس کا انداز کیا ہے اور اس کے فکر و تخیل کی رسائی کہاں تک ہے؟

(10) جناب یزدانی جالندھری کا ایک قصیدہ ہے جس میں شہر آشوب کی صورت میں حضورؐ سے دعا کی درخواست بھی کی گئی ہے اور بگڑے ہوئے حالات پر چشم عنایت کی تمنا بھی ہے ؎

ہوگئی خوار و زبوں آپ کی اُمت آقا ۔۔۔ اس کے حالات ہیں آئینۂ عبرت آقا
جس کے اقبال پہ حیران تھے اہل عالم ۔۔۔ اب اک ادبار ہے اس قوم کی قسمت آقا
وہ جو اسلاف کی میراث گراں مایہ تھی ۔۔۔ اب نہ باقی وہ حمیت نہ وہ غیرت آقا
تختِ کی، خسرو و جم جس نے الٹ ڈالے تھے ۔۔۔ قابل رحم ہے اس قوم کی حالت آقا

www.KitaboSunnat.com

اس قصیدے میں مسلمانوں کی علمی پستی، اخلاقی بے رہروی، باہمی نفاق و انتشار اوراغیار کی دریوزہ گری پر رنج وغم کا اظہار کیا گیا ہے اور پھر یہ استدعا کی گئی ہے ؎

اس کے بگڑے ہوئے حالات سنور سکتے ہیں
ہو اگر آپؐ کی اک چشم عنایت آقا
کیجئے عرض بہ درگاہ خداوند جہاں
پھر عطا ملت بیضا کو ہو عظمت آقا

(11) ایسا ہی ایک قصیدہ ریاض حسین چودھری کا ہے جس میں ان کا یہ دعویٰ بھی ہے ؎

آبگینوں کی سوغات لایا ہوں میں
طرز میری ہے سب سے جدا یا نبیؐ

حالانکہ یا نبی (ﷺ) کے تخاطب کا نمونہ سابقہ صفحات میں حفیظ تائب کے ذکر میں دیا جاچکا ہے۔ ریاض صاحب کے اس قصیدے میں وہی نوحہ گری ہے اور فریاد کی وہی لے ہے جو دوسروں کے ہاں پائی جاتی ہے۔کوئی خاص طور پر 'جدا طرز' نہیں ہے ؎

جبر کی قوتیں دندناتی پھریں
ظلم کی ہوگئی انتہا یا نبیؐ
صحن اقصیٰ سے کابل کی دہلیز تک
ایک کہرام سا ہے بپا یا نبیؐ

حالانکہ یہ کہرام کابل کی دہلیز تک ہی نہیں اندر کے در ودیوار تک زلزلہ انگیز ہے۔ آگے پھر وہی اندازِ استمداد ہے جو دوسروں کے ہاں ملتا ہے ؎

کس کے در پر کروں میں صدا یا نبیؐ
کون اپنا ہے تیرے سوا یا نبیؐ

اب جب مسلمان کو بھی نبی ﷺ کے سوا کوئی ہستی دعا سننے والی یا مصائب ومشکلات دور کرنے والی نظر نہ آئے تو پھر اللہ تعالیٰ کی اہمیت وعظمت اور کس کے ہاں ملے گی؟

www.KitaboSunnat.com

اللہ کا ثانی ہے ، نہ کوئی ہمسر
پیغام یہ لائے ہیں سب پیغمبر
مت اس کے سوا کسی کو مشکل میں پکار
﴿ لاَ تَدْعُ مَعَ اللهِ اِلٰهًا اٰخر ﴾

(علیم ناصری)

ہمارے اس دور میں تو نعت میں استمداد ایک لازمی عنصر اختیار کر گیا ہے اور نوجوان شعرا تو سیرت کی کتابوں کا مطالعہ کئے بغیر دھڑا دھڑا نعتیں ہی کیا نعتوں کے مجموعے شائع کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کی کوئی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتا بلکہ رسول اللہ ﷺ کو 'مختارِ کل' کا لقب دے رکھا ہے۔ اور کائنات کی ہر چیز آپ کے زیرو نان ٹھہرا دی گئی ہے۔ حالانکہ یہ سب کچھ قرآن اور احادیثِ رسول ﷺ کی تعلیمات کے بھی سراسر خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سخنورانِ اسلام کو سیدھی راہ دکھائے اور ان 'پیروانِ حسان ؓ بن ثابت' کو انہی کے اندازِ فکر و نظر سے بہرہ وری عطا فرمائے......!!

اللهم إني اسئلك علما نافعا و عملا **متقبلاً**

KARWAN-E-LABBAIK

کاروان لبیک ٹریولز اینڈ ٹورز
کاروان لبیک ٹریولز اینڈ ٹورز
عمرہ حج سروسز
عمرہ پیکج
4 ویزہ 4 ریٹرن ٹکٹ 4 ایئر کنڈیشن رہائش 4 ایئر کنڈیشن ٹرانسپورٹ 4 زیارات
حج پیکج
4 سپانسر شپ سکیم
4 ہمارے نمائندے لاہور روانگی سے لاہور واپسی تک آپ کے ہمراہ

ہیڈ آفس: 102 مین فیروز پور روڈ، لاہور۔ فون: 7567772,7569799	
برانچ آفس: دنیا پور روڈ کہروڑ پکا (ضلع لودھراں) فون 32550 (06514)	

www.KitaboSunnat.com

LRL No. 183 Ph: 5866476
Vol. 35 NO. 8 5866396

Monthly MUHADDIS Lahore

- عناد اور تعصب قوم کے لیے زہر ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں...... لیکن تعصبات سے بالا تر رہ کر اِفہام و تفہیم اُمت کے لیے رحمت کا باعث ہے۔
- علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں...... لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دَقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔
- غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے...... لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا حمیتِ دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔
- تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالحِ دینیہ کے خلاف ہے لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین و مسائلِ اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔
- آئین و سیاست سے بیگانہ ہو کر عبادت کے لیے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے...... لیکن

ع جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

- جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے...... لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

...... اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ محدث

کا مطالعہ فرمایئے، آپ اس کو ان جملہ صفات ومحاسن سے مزین پائیں گے، اِن شاء اللہ!
کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

قیمت فی شمارہ ۲۰ روپے زرِسالانہ ۲۰۰ روپے

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL 99-J, Model Town, Lahore 54700

http://www.muhaddis.net